

بَلِّغِ الْعُلَى بِكَمَالِهِ



سید محمد رضا بخاری

بَلَّغَ الْعُلَى بِكَمَالِهِ

(حیاتِ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حصہ اول: مکی دور

حصہ دوم: مدنی دور

حصہ سوم: تکمیل دین

سید حماد رضا بخاری

| | |
|------------------------------|-------------|
| بَلَّغُ الْعُلَى بِكَمَالِهِ | نام کتاب |
| سید حماد رضا بخاری | مؤلف |
| بخاری پبلی کیشنز، فیصل آباد | ناشر |
| سید حماد رضا بخاری | کمپوزنگ |
| ڈاکٹر سیدہ شاہین صبا بخاری | پروف ریڈنگ |
| جنوری ۲۰۱۲ء | طبع اول |
| ۱۰۰۰ | تعداد |
| hrbukhari@hotmail.com | ای میل مؤلف |
| +923009655650 | فون نمبر |

نقراظ

جئء الاسلام علامه اظهر حسين بهشتى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

دُنیا میں کچھ ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جو تاریخ کا رُخ موڑ دیتی ہیں، انہیں میں سب سے اعلیٰ وارفع ہستی جس نے مختصر سے عرصے میں دُنیا میں انقلاب برپا کر دیا، پرچم اسلام کو بلند کیا اور اقدارِ انسانی کو اپنی معراج تک پہنچا دیا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ قرآنِ کریم نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں یوں قصیدہ کہا، ”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ٥“ (اور بیشک آپ ﷺ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔ سورة القلم آیت ۴) اور آپ ﷺ کی نرم خوئی کے بارے میں کچھ اس طرح بیان فرمایا، ”وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (اے محبوب! آپ ﷺ) ان کے لئے اتنے نرم دل ہیں اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ ﷺ کے گرد و پیش سے منتشر ہو جاتے۔ سورة آل عمران آیت ۱۵۹) اور آپ ﷺ کے شرح صدر یعنی وسعتِ قلبی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ”أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ٥“ (کیا ہم نے آپ ﷺ) کا سینہ کشادہ نہ کیا۔ سورة الشرح آیت ۱) آپ ﷺ کا اخلاق، آپ ﷺ کی نرم خوئی اور آپ ﷺ کا شرح صدر ہی تھا جس کی بدولت آپ ﷺ کی تحریکِ اسلام اور یہ انقلاب کامیاب ہو گیا۔ اسلام کی نشر و اشاعت آپ کے کردار کی بلندی کی وجہ سے تھی نہ کہ تلوار کے ذریعے۔ بعض اوقات دشمنانِ اسلام کی طرف سے یہ اعتراض کر دیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا تھا اور اس کی طرف داری بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی کر ڈالی جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اسلام رسول

اکرم ﷺ کے کردار کا پرتو ہے، اگر اسلام میں جنگوں کا جائزہ لیا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ یہ ساری جنگیں دفاعی جنگوں کی حیثیت رکھتی تھیں اور پھر اگر قرآن کو حکم مان کر اس سے فیصلہ لیا جائے تو قرآن مجید واضح طور پر اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ اسلام رسول اکرم ﷺ کے اعلیٰ کردار کے ذریعے دُنیا میں پھیلا ہے نہ کہ تلوار کے بل بوتے پر جیسا کہ مندرجہ بالا آیات آپ کی نظر سے گزریں۔ قرآن مجید نے رسول اکرم ﷺ کی تمام زندگی کو انسانیت کے لئے اُسوة قرار دیا اور فرمایا، 'لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ' (بیشک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ) کی ذات میں (پیروی کے لئے) بہترین نمونہ ہے۔ (سورۃ احزاب آیت ۲۱)

بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو تلوار کے زور پر اسلام پھیلانے اُس کی زندگی کو تمام انسانیت کے لئے اُسوة اور نمونہ قرار دے دیا جائے؟ لہذا اس مقام پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ یہ نظریہ کن لوگوں کا ہے؟ آیا حامیان اسلام کا ہے یا دشمنان اسلام کا؟

قارئین محترم! آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب برادر عزیز سید حماد رضا بخاری صاحب کی ایک بہترین کاوش ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی گزشتہ کاوش، 'صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا' کی طرح اہل اسلام کے مختلف مکاتب فکر کی روایات کو یکجا کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف جو توہین آمیز روایات نقل کی جاتی ہیں اُن کا بہترین اسلوب میں جواب بھی دیا ہے۔ بخاری صاحب ایک سچے عاشقِ رسول ہیں، اس کا اندازہ آپ کو کتاب کے مطالعے کے دوران خود بخود ہو جائے گا۔ خداوند متعال ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے زورِ قلم میں مزید اضافہ فرمائے۔

والسلام

اظہر حسین بہشتی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ ہجری

نقراظ

جئے الاسلام علامہ سید مزمل نقوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تاریخ کے دامن میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ حقائق بھی اور افسانے بھی۔ قصے بھی اور کہانیاں بھی۔ رموز بھی اور اشارات بھی۔ تفصیل بھی اور اجمال بھی۔ سچ بھی اور جھوٹ بھی۔ یہ تو محقق کی صلاحیت پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح حقائق کو سچے موتیوں کی طرح چننا اور سچ کو جھوٹ سے الگ کرتا ہے۔ سیرت کی کتب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ سیرت نگاروں نے عمداً یا سہواً بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو صاحب سیرت کی شان کے منافی ہوتی ہیں۔ بعد میں آنے والے مصنفین بھی تبصرہ کئے بغیر انہی باتوں کو نقل کر دیتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ایک عام قاری الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔

بردار محترم سید حماد رضا بخاری ایسی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی روایت ان کے زیرِ قلم آجائے تو اُس پر بحث ضرور کرتے ہیں۔ ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنا نظریہ تو بیان کرتے ہیں لیکن قاری پر تھوپنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ قاری کے ذہن کو جستجو کی راہیں دکھاتے ہیں۔ حق بھی یہی ہے۔ قرآن و سنت کا پیغام یہی ہے۔ تدبر کرنا قرآن کی آرزو ہے۔ غور و فکر کرنا انبیاء اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت ہے۔ اسی سے انسان آگے بڑھتا ہے۔ ارتقائی منازل طے کرتا ہے اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پالیتا ہے۔ یوں خدا کے قریب ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب بلغ العلیٰ بکمالہ اپنے نام کی طرح ایک مفرد تالیف ہے۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار پر فاضل محقق کا ایک عظیم علمی شاہکار ہے۔ جسے اپنا کرنے صرف ایک عام فرد بلکہ

زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا باشعور اہل علم و ذوق انسان اپنی زندگی کو عظیم انسانی قدروں کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اس ذات والا صفات کی سیرت بیان کی گئی ہے جسے خدا نے اسوۂ حسنہ اور انسانیت کے لیے نمونہ عمل قرار دیا ہے۔ حبیب کبریاء ﷺ جیسے انسان کامل کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانا انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس کے لیے فاضل مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

خدا ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور وہ اپنے ترشحاتِ قلم سے لوگوں کو مستفید کرتے رہیں۔
(آمین)

سید منزل نقوی

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۳۶ ہجری

۱۱۸ اپریل ۲۰۱۵ء

jabir.abbas@yahoo.com

jabir.abbas@yahoo.com

فہرست

حصہ اول

(مکئی دور)

| | |
|----|--|
| 31 | ہدیہ |
| 32 | انتساب |
| 33 | مقدمہ |
| 36 | نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق |
| 42 | نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلا ب طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف انتقال |
| 47 | نسب گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم |
| 48 | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد |
| 48 | حضرت ابراہیم علیہ السلام |
| 56 | حضرت اسماعیل علیہ السلام |
| 60 | حضرت فہر قریش |
| 61 | حضرت قصی |
| 61 | حضرت عبد مناف |
| 62 | حضرت ہاشم |
| 64 | حضرت عبد المطلب شعیبہ الحب علیہ السلام |
| 69 | حارث بن عبد المطلب (عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم) |
| 69 | حضرت امیر حمزہؓ بن عبد المطلب (عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم) |
| 69 | حضرت عباسؓ بن عبد المطلب (عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم) |

- 71 زبیر بن عبدالمطلب (عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
- 71 حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب علیہ السلام (عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
- 74 حضرت علی علیہ السلام (برادر رسول صلی اللہ علیہ وسلم)
- 77 عمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- 79 حضرت عبد اللہ علیہ السلام (والد گرامی نبی صلی اللہ علیہ وسلم)
- 81 سیدہ آمنہ علیہا السلام (والدہ ماجدہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم)
- 82 طلوعِ سحر (ولادتِ باسعادت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم) ۵۲ قبل ہجرت، ۵۷۱ء
- 89 سطح کا بن کی خبر
- 91 یہودی عالم یوسف کی خبر
- 92 شام سے ابنِ حواش المقبل کی خبر
- 95 اسمائے گرامی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
- 98 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت اور حضرت علی علیہ السلام کا استثناء
- 99 رضاعت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
- 101 روایت شق الصدور
- 102 روایت شق الصدور کا تنقیدی جائزہ
- 109 وفاتِ حضرت سیدہ آمنہ علیہا السلام (۴۷ قبل ہجرت/ ۵۷۷ء)
- 109 کم سنی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی رحلت کا فلسفہ
- 110 کفالتِ جناب نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم
- 112 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کے لیے حضرت ابوطالبؑ کی نامزدگی
- 113 حضرت ابوطالبؑ کے ہمراہ سفرِ شام (۴۰ قبل ہجرت/ ۵۸۲ء)
- 115 سفرِ شام حضرت ابوطالب علیہ السلام کی زبانی
- 123 عربوں میں بُت پرستی کی تاریخ اور بَہل، لات و عزیٰ وغیرہ
- 124 شرک و بُت پرستی اور فسق و فجور سے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت

- 125 حَرْبِ فُجَار (۳۷ قبل ہجرت/۵۸۶ء)
- 126 حَرْبِ فُجَار میں حضور ﷺ اور حضرت ابوطالبؓ شریک نہیں تھے
- 127 حَلْفُ الْفُضُول (۳۷ قبل ہجرت/۵۸۶ء)
- 128 حضور ﷺ کا بھیڑ بکریاں چرانا
- 130 مکہ مکرمہ پر یونانیوں کے اقتدار کی سازش
- 131 حضرت خدیجہ الکبریٰؓ علیہا السلام
- 133 حضرت خدیجہ الکبریٰؓ علیہا السلام کے ساتھ تجارتی شراکت
- 136 نبی ﷺ کے بارے میں بزرگ راہب سے خالد بن اسید اور طلحہ کی گفتگو
- 138 ابوالموہب راہب کی خبر
- 140 حضرت خدیجہ الکبریٰؓ علیہا السلام سے عقد (۲۷ قبل ہجرت/ستمبر ۵۹۵ء)
- 142 حضرت خدیجہ علیہا السلام نے حضور ﷺ سے پہلے کوئی شادی نہیں کی تھی
- 144 حضور ﷺ کی کثرتِ ازواج سے متعلق ایک منفی خیال اور اُس کی تردید
- 149 ازواجِ نبی ﷺ
- 155 رسول اللہ ﷺ کو اپنی پسند کے مطابق ازواج کو رکھنے اور چھوڑنے کا اختیار
- 159 اولادِ نبی ﷺ
- 161 حضرت قاسمؓ کی ولادت (۲۵ قبل ہجرت/۵۹۸ء)
- 162 حضرت علیؓ ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت (۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل/۶۰۰ء)
- 166 خانہ کعبہ کی تعمیر نو اور حضور ﷺ کا تدبیر اور انصاف (۱۸ قبل ہجرت/۶۰۵ء)
- 167 غارِ حرا میں رسول اللہ ﷺ کی عبادت گزاری
- 169 پہلی وحی اور آغازِ بعثت (۱۲ قبل ہجرت/۶۱۰ء)
- 173 حضور ﷺ کے لقب ”اُمّی“ کی وضاحت
- 176 ہوائف، جمادات، نباتات اور حیوانات وغیرہ کی گواہی
- 185 عتوہ کھجور

- 186 دعوتِ ذوالعشرہ (سنہ ۴ بعثت، ۹ قبل ہجرت / ۶۱۴ء)
- 191 قریش کا ظلم و ستم
- 193 ہجرت حبشہ (رجب ۷ قبل ہجرت / اپریل ۶۱۵ء)
- 199 دارالارقم (سنہ ۶ بعثت)
- 200 معاشرتی مقاطعہ (محرم ۷ قبل ہجرت / ستمبر ۶۱۵ء)
- 206 رومیوں کی شکست کی پیش گوئی (سنہ ۸ بعثت، ۵ قبل ہجرت، ۶۱۸ء)
- 207 معجزہ شق القمر (سنہ ۹ بعثت)
- 210 معجزہ شق القمر اور ہندو مہاراجے
- 210 مہاراجہ کیرالمالابار
- 213 مہاراجہ مالی بارسامری
- 214 ریاست کھاڑی کے راجا کنورسین اور وزیر بن سین
- 220 ریاست دھار کے راجا بھوج
- 221 ریاست بھوپال کے راجا بھوچپال
- 223 معراج النبی ﷺ (اہل سنت کی نظر میں)
- 232 معراج النبی ﷺ (اہل تشیع کی نظر میں)
- 235 معراج جسمانی یا معراج روحانی؟
- 237 بُراق
- 238 واقعہ معراج پر اہل مکہ کا ردِ عمل
- 241 معراج کا سفرنامہ
- 249 شجرہ طوبیٰ
- 252 سدرۃ المنتہیٰ
- 253 نمازوں میں تخفیف کی درخواست
- 254 مقصدِ معراج

- 262 کیا حضرت علی علیہ السلام شریکِ معراج تھے؟
- 265 امکانِ معراج
- 267 قرآن کی گواہی
- 269 واقعہ معراج پر چند اور دلائل
- 272 معراج اور صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- 275 درودِ ابراہیمی
- 276 ولادت حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام (۵ بعثت، سنہ ۴۶ عام الفیل / ۶۱۳ء)
- 278 حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات (۳ قبل ہجرت / ۶۱۹ء)
- 284 حضرت ابوطالب کے بعد قریش کی دست درازیاں
- 284 اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام کی وفات (۳ قبل ہجرت / ۶۱۹ء)
- 285 حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ سے عقد (۳ قبل ہجرت)
- 286 طائف (سنہ ۱۰ بعثت، ۲۷ شوال ۳ قبل ہجرت / فروری، مارچ ۶۱۹ء)
- 291 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنّات کی حاضری
- 294 قبیلہ خزرج کی ایک جماعت کا قبولِ اسلام (سنہ ۱۱ بعثت)
- 295 بیعتِ عقبہ اولیٰ (سنہ ۱۲ بعثت، ذوالحجہ ۱ قبل ہجرت / ۶۲۱ء)
- 297 بیعتِ عقبہ ثانیہ (سنہ ۱۳ بعثت، ۳ ماہ قبل ہجرت / جون ۶۲۲ء)
- 299 ہجرتِ مدینہ (۱۳ بعثت / ۶۲۲ء)
- 299 حضرت علی علیہ السلام بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر
- 303 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں
- 305 خیمہ اُمّ معبد عاتکہ میں روشنی
- 307 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیہ مبارک

حصہ دوم

(مدنی دور)

- 317 سنہ ایک ہجری
- 317 اسلام میں سنہ ہجری کا اجراء
- 318 رسول اللہ ﷺ کی قبائیں تشریف آوری (۸ ربیع الاول ہجری / ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء)
- 322 مسجد قبا (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 323 قبیلہ اوس اور خزرج میں دیرینہ دشمنی کا خاتمہ (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 325 پہلی نماز جمعہ (۱۲ ربیع الاول سنہ ہجری)
- 326 پہلی نماز جمعہ کا خطبہ (۱۲ ربیع الاول سنہ ہجری)
- 328 نماز جمعہ کا باقاعدہ آغاز
- 328 مدینہ منورہ
- 331 مسجد نبوی کی تعمیر (ربیع الاول ہجری / اکتوبر ۶۲۲ء)
- 335 نماز کی رکعتوں کا تعین (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 337 اذان و اقامت (ربیع الاول ہجری / اکتوبر ۶۲۲ء)
- 338 ہمدردوں کی وفات (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 339 بنو نجار کے نئے قائد (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 340 مہاجرین کی آباد کاری (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 340 مواخات (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 343 زراعت و تجارت
- 344 میثاق مدینہ (دنیا کا پہلا تحریری دستور)
- 346 میثاق مدینہ کا متن (۱ ہجری / ۶۲۲ء)
- 353 میثاق مدینہ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں

- 353 رینالڈ ایلین کولسن
- 354 جولیس ویل ہاسن
- 356 سرتھامس واکر آرٹلڈ
- 357 لیفٹیننٹ جنرل سرجان بیگٹ گلپ پاشا
- 357 روبن لیوی
- 358 جوزف ہیل
- 359 فرانسکو جبریلی
- 360 ویلیئم ٹنگمری واٹ
- 361 ہیو این کینیڈی
- 363 ایڈورڈ گکین
- 363 ماؤرس گاؤ فرائے ڈی مامبائز
- 364 حضرت سلمان فارسی ؓ کا قبول اسلام (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)
- 368 حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کا قبول اسلام (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)
- 369 زکوٰۃ کا حکم (۱ ہجری/ ۶۲۲ء)
- 369 دفاعی منصوبہ بندی (رمضان المبارک ۱ ہجری/ مارچ ۶۲۳ء)
- 372 جہاد (رمضان المبارک ۱ ہجری/ مارچ ۶۲۳ء)
- 373 غزوہ اور سریہ وغیرہ کی تعریف
- 376 سریہ حمزہ بن عبدالمطلب ؓ یا سریہ سیف البحر یا سریہ عیمص (رمضان ۱ ہجری)
- 377 قریش کے تجارتی قافلوں پر حملوں کی تردید
- 379 سریہ رابغ یا سریہ عیدہ بن حارث ؓ (شوال ۱ ہجری/ اپریل ۶۲۳ء)
- 380 حضرت عائشہ ؓ کی رخصتی (شوال ۱ ہجری، اپریل ۶۲۳ء)
- 380 سریہ خزرا یا سریہ سعد بن ابی وقاص (ذیقعدہ ۱ ہجری/ مئی ۶۲۳ء)
- 381 سنہ ۲ ہجری

- 381 غزوہ وڈان اور غزوہ ابو (ماہ صفر ۲ ہجری / اگست ۶۲۳ء)
- 382 غزوہ بواط (ربیع الاول یا ربیع الثانی ۲ ہجری / اکتوبر ۶۲۳ء)
- 383 غزوہ سفوان یا غزوہ بدر اُولیٰ (ربیع الثانی ۲ ہجری / اکتوبر ۶۲۳ء)
- 384 غزوہ عُشیرہ (جمادی الاول یا جمادی الثانی ۲ ہجری / نومبر، دسمبر ۶۲۳ء)
- 384 حضرت علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کی وجہ
- 386 سریہ دار ارقم (سنہ ۲ ہجری)
- 386 علم
- 387 سب سے پہلا علم
- 387 سریہ عبداللہ بن جحش یا سریہ بخلفہ (رجب ۲ ہجری / جنوری ۶۲۴ء)
- 390 تحویل خانہ کعبہ (شعبان سنہ ۲ ہجری / جنوری، فروری ۶۲۴ء)
- 391 روزہ (شعبان دو ہجری / فروری ۶۲۴ء)
- 392 غزوہ بدر (۱۷ یا ۱۹ رمضان المبارک / ۱۳ یا ۱۵ مارچ ۶۲۴ء)
- 392 غزوہ بدر کا پس منظر
- 393 وفات
- 395 سچا خواب
- 397 لشکرِ کفار کی جنگ کے لئے روانگی
- 399 لشکرِ کفار کی تعداد
- 399 لشکرِ کفار کا سامانِ حرب
- 399 جبرائیل علیہ السلام کی اطلاع اور مجلس مشاورت
- 402 لشکرِ اسلام کی روانگی
- 403 اسلامی لشکر کی تعداد
- 403 لشکرِ اسلام کے علم اور علمبردار

- 404 اسلامی لشکر کا سامانِ حرب
- 404 اسلامی لشکر کا بدر میں پڑاؤ
- 407 عریش
- 408 حق و باطل کا ٹکراؤ
- 413 جنگ میں ملائکہ کی مدد
- 416 حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شجاعت
- 417 علی علیہ السلام کے ہاتھوں تیغ ہونے والے چند مشہور کافروں کے نام
- 417 دیگر مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہونے والے چند مشہور کافروں کے نام
- 418 ابو جہل بن ہشام کا انجام
- 420 اُمیہ بن خلف کا انجام
- 421 عقبہ بن ابی معیط کا انجام
- 422 ابولختری بن ہشام کا قتل
- 423 ابولہب کا انجام
- 425 شہدائے بدر کے اسمائے گرامی
- 427 بدر سے واپسی
- 428 نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجام حضرت ابو ہند انصاری رضی اللہ عنہ
- 429 اسیرانِ بدر
- 430 اسیرانِ بدر کی رہائی
- 432 سریہ عمیر بن عدی (رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری)
- 433 غزوہ قرقرة الکدی یا غزوہ الکدر (۲۵ رمضان ۲ ہجری/ ۲۱، ۲۰ مارچ ۶۲۳ء)
- 434 عید الفطر اور صدقہ فطر (۲۸ رمضان المبارک ۲ ہجری/ ۲۴ مارچ ۶۲۳ء)

- 435 سر یہ سالم بن عمیر (۲ ہجری / ۶۲۴ء)
- 435 غزوہ قبیق (۱۵ شوال ۲ ہجری / ۱۱۰ اپریل ۶۲۴ء)
- 439 سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام کا نکاح (یکم ذی الحجہ سنہ ۲ ہجری)
- 443 حضرت علی علیہ السلام کی زبانی شادی کی روایت
- 446 خاتونِ جنت علیہا السلام کا حق مہر
- 447 سیدہ کونین علیہا السلام کی رخصتی
- 451 ملکہ کونین سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کا جہیز
- 454 غزوہ سویق (۵ ذوالحجہ ۲ ہجری / ۲۹ مئی ۶۲۴ء)
- 456 شاعر اُمیہ بن صلت کی موت
- 457 سنہ ۳ ہجری
- 457 نماز عید قربان اور قربانی (۱۰ ذی الحجہ ۲ ہجری / ۳ جون ۶۲۴ء)
- 457 غزوہ ذی امر، غزوہ بنی ام، غزوہ انمار، غزوہ غطفان (ربیع الاول ۳ ہجری)
- 460 سر یہ محمد بن مسلمہؓ (۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری / ۴ ستمبر ۶۲۴ء)
- 464 امام مہدیینؑ کے پیغام اور فتویٰ کا مکمل متن
- 465 غزوہ نجران یا غزوہ بنو سلیم (ربیع الآخر ۳ ہجری / ستمبر، اکتوبر ۶۲۴ء)
- 466 حضرت حفصہؓ سے نکاح (شعبان ۳ ہجری / فروری ۶۲۵ء)
- 466 ولادت امام حسن علیہ السلام (۱۵ رمضان ۳ ہجری، ۲۸ فروری ۶۲۵ء)
- 468 غزوہ اُحد (۶ شوال ۳ ہجری / ۲۲ مارچ ۶۲۵ء)
- 468 اُحد کی وجہ تسمیہ
- 468 غزوہ اُحد کا پس منظر
- 472 لشکرِ کفار

- 474 مسلمانوں میں اختلاف رائے
- 475 لشکرِ اسلام
- 476 روانگی
- 476 منافقین کی غداری
- 477 عینین کا درہ
- 478 آغازِ جنگ
- 482 ابتدائی فتح
- 483 حضرت حمزہ ؓ کی شہادت
- 484 مالِ غنیمت کا لالچ اور درہ عینین والوں کی غلطی
- 488 شیر خدا علی ابن ابی طالب ؑ کی شجاعت و استقامت
- 492 انجام
- 494 رسول اللہ ﷺ کا جہاد
- 498 نبی ﷺ اور علی ؑ کی تلواریں حضرت فاطمہ ؑ کے سپرد
- 499 واقعاتی تسلسل سے متعلق ایک اہم وضاحت
- 500 جنگ میں مسلمان خواتین کی خدمات
- 501 جاں نثارانِ اُحد کا مختصر تذکرہ
- 501 حضرت علی ابن ابی طالب ؑ
- 501 حضرت امیر حمزہ ؓ
- 502 حضرت امیر حمزہ ؓ کی شہادت کا پس منظر
- 504 حضرت ابو دجانہ انصاری ؓ
- 506 حضرت عمرو بن جموح ؓ

- 507 رافع بن خديج رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
- 508 حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
- 508 حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
- 509 حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ
- 510 حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غیل السلائک
- 512 حضرت اُم عمارہ انصاریہ
- 512 یہودی خریق کی جاں نثاری
- 513 حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ
- 513 شہدائے اُحد کی تجہیز و تدفین
- 514 شہدائے اُحد کا ماتم
- 515 حضرت زینب بنت خزمہ سے نکاح
- 515 غزوہ حراء الاسد (ہفتہ ۱۶ شوال ۳ ہجری / ۱۱ اپریل ۶۲۵ء)
- 517 سنہ ۴ ہجری
- 517 سریہ ابوسلمہ مخزومی (یکم محرم ۴ ہجری / ۱۳ جون ۶۲۵ء)
- 517 سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ (۵ محرم ۴ ہجری / ۱۷ جون ۶۲۵ء)
- 518 رجب کا المیہ (صفر ۴ ہجری / جولائی، اگست ۶۲۵ء)
- 522 المیہ بڑ معونہ / سریہ منذر بن عمرو / سریہ القری (صفر ۴ ہجری / جولائی اگست ۶۲۵ء)
- 524 غزوہ بنی نضیر (ربیع الاول ۴ ہجری / اگست ستمبر ۶۲۵ء)
- 527 غزوہ ذات الرقاع (جمادی الاول ۴ ہجری / اکتوبر، نومبر ۶۲۵ء)
- 529 ولادتِ امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان ۴ ہجری (۷ جنوری ۶۲۶ء)
- 530 رضاعتِ امام حسین علیہ السلام

- 531 شہزادوں کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھے
- 531 شہزادوں کے نام اللہ نے حجاب میں رکھے تھے
- 531 حسنین علیہ السلام کے نام اہل جنت کے نام ہیں
- 532 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنین علیہ السلام میرے بیٹے ہیں
- 532 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی ان کا نسب ہوں
- 533 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی مشابہت
- 534 حسنین علیہ السلام وارثانِ اوصافِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
- 534 حسنین علیہ السلام تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں
- 535 حسنین علیہ السلام سے محبت کرنا واجب ہے
- 535 حسنین علیہ السلام سے بغض رکھنے والا مبغوض ہے
- 535 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنین علیہ السلام کی خاطر منبر سے نیچے تشریف آوری
- 535 حسنین علیہ السلام پشتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
- 536 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طوالتِ سجدہ
- 536 کیا اچھے سوار ہیں
- 537 حرمتِ شراب (۴ ہجری)
- 541 حضرت اُمّ سلمہؓ سے نکاح (شوال ۴ ہجری / مارچ ۶۲۶ء)
- 541 غزوہ بدر الموعود یا بدر الاُخریٰ (ذیقعد ۴ ہجری / اپریل ۶۲۶ء)
- 542 وفاتِ حضرت فاطمہ بنتِ اسد (۵ یا ۴ ہجری / سنہ ۶۲۶ء)
- 543 سنہ ۵ ہجری
- 543 غزوہ دومۃ الجندل (۲۵ ربیع الاول ۵ ہجری / ۲۴ اگست ۶۲۶ء)
- 544 غزوہ مریسیع یا غزوہ بنی المصطلق (شعبان ۵ ہجری / ۲۸ دسمبر ۶۲۶ء)
- 545 حضرت جویریہؓ سے نکاح

- 545 حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح
- 548 غزوہٴ احزاب یا جنگِ خندق (ذیقعد یا شوال ۵ ہجری)
- 549 دشمنانِ اسلام کی پیش قدمی
- 550 لشکرِ کفار کی تعداد
- 550 لشکرِ اسلام کی تعداد
- 550 خندق
- 552 خندق کی حدود
- 552 لشکرِ کفار کی آمد
- 553 بنو قریظہ کی بغاوت
- 556 بنو قریظہ کی بغاوت کا سد باب
- 557 مقابلہ
- 559 عمرو بن عبدود
- 561 شیر خدا کی جنگ
- 569 عمرو بن عبدود کے ساتھی
- 570 علیؑ کے ہاتھوں ایک اور پہلوان کا قتل
- 570 مشرکین کی خفت
- 572 اختتامِ جنگ
- 574 کفار کا فرار
- 575 غزوہٴ بنو قریظہ (ذیقعد ۵ ہجری / مارچ ۶۲۷ء)
- 579 حضرت سعد بن معاذؓ کی نامزدگی کی وجہ
- 581 بنو قریظہ کا انجام
- 585 حضرت سعد بن معاذؓ کی شہادت
- 586 حضرت ابولہبؓ کی پشیمانی

- 589 حجاب کا حکم (یکم ذیقعد ۵ ہجری / ۲۳ مارچ ۶۲۷ء)
- 593 سنہ ۶ ہجری
- 593 سریہ محمد بن مسلمہؓ یا سریہ نجد (۱۰ محرم ۶ ہجری / یکم جون ۶۲۷ء)
- 593 غزوہ بنو لحيان (یکم ربیع الاول ۶ ہجری / ۲۱ جولائی ۶۲۷ء)
- 594 غزوہ ذی قرد یا غزوہ غابہ (ربیع الاول ۶ ہجری)
- 595 سریہ غمر یا سریہ عکاشہ بن محصنؓ (ربیع الآخر ۶ ہجری / اگست ستمبر ۶۲۷ء)
- 595 سریہ ذی القصہ یا سریہ بنو ثعلبہ (ربیع الآخر ۶ ہجری / اگست ستمبر ۶۲۷ء)
- 595 سریہ جھوم (ربیع الآخر ۶ ہجری / اگست ستمبر ۶۲۷ء)
- 596 سریہ وادی القرئی (رجب ۶ ہجری / نومبر دسمبر ۶۲۷ء)
- 596 سریہ علی مرتضیٰ علیہ السلام یا سریہ فدک (شعبان ۶ ہجری / جنوری ۶۲۸ء)
- 597 حدیبیہ کا معرکہ (یکم ذیقعد ۶ ہجری / ۱۲ مارچ ۶۲۸ء)
- 603 بیعت رضوان
- 609 صلح نامہ حدیبیہ کے نکات
- 610 معاہدہ حدیبیہ پر تبصرہ
- 611 حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح (ذی الحجہ ۶ ہجری / اپریل مئی ۶۲۸ء)
- 612 سنہ ۷ ہجری
- 612 مکتوبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یکم محرم ۷ ہجری / ۶۲۸ء)
- 615 مکتوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنام ہرقل، قیصر روم
- 617 ہرقل، قیصر روم کا خط
- 618 مکتوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنام شاہ فارس (ایران)، کسریٰ پرویز
- 619 مکتوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنام شاہ حبش اصحم نجاشی
- 621 شاہ حبش نجاشی کا خط
- 622 شاہ حبش نجاشی کا دوسرا خط

- 622 مکتوب رسول ﷺ بنام والی مصر
- 624 حاکم مصر مقتوقس کا خط
- 624 مکتوب رسول ﷺ بنام شاہ یمامہ ہوذہ
- 625 شاہ یمامہ ہوذہ کا خط
- 626 مکتوب رسول ﷺ بنام منذر بن حارث بن ابی شہر غسانی یا حارث بن شمر غسانی
- 627 خسیبر (محرم ۷ ہجری / مئی جون ۶۲۸ء)
- 628 جنگ خسیبر کا پس منظر
- 629 لشکر اسلام کی روانگی
- 631 رسول خدا ﷺ اور شیر خدا علیہ السلام کی علالت
- 631 مسلمانوں کی خیر فتح کرنے کی کوشش ناکام
- 631 فاتح خیبر کا انتخاب اور عطائے علم
- 636 جناب امیر علیہ السلام کا انداز ورود
- 637 شجاعت علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر تورات کی گواہی
- 637 شیر خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی جنگ
- 641 نبی کریم ﷺ کا خیبر کے یہودیوں پر کرم
- 641 حضرت صفیہؓ
- 642 مرحب کا قتل حضرت علی علیہ السلام کی بجائے محمد بن مسلمہ کے کھاتے میں
- 645 یہود کی سازش
- 646 آفتاب امامت کے لئے آفتاب فلک کی واپسی
- 647 فدک
- 651 وادی القریٰ
- 651 مہاجرین حبشہ کی واپسی
- 652 پہلا ورود مکہ، عمرۃ القضاء (ذی القعدہ ۷ ہجری / مارچ ۶۲۹ء)

- 653 سنہ ۸ ہجری
- 653 منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- 655 ریاض الحجۃ
- 655 سریہ موتہ (جمادی الاول ۸ ہجری / اگست ستمبر ۶۲۹ء)
- 658 جنگ یا پسپائی؟
- 659 جنگ
- 661 شکست خوردہ اسلامی فوج کا مدینہ کے باہر استقبال

حصہ سوم (تکمیل دین)

- 664 فتح مکہ (۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری / یکم جنوری ۶۳۰ء)
- 664 عہد شکنی
- 665 تہنیک معاہدہ اور پھر کچھتاوا
- 666 سفیر قریش کی کوشش ناکام
- 666 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رازداری اور مسلمانوں کی غداری
- 668 مدینہ منورہ سے روانگی
- 669 سفر میں روزے کی عزیمت
- 669 مکہ کے نواح میں پڑاؤ
- 669 ابوسفیان کی گرفتاری
- 671 اسلامی جاہ و جلال کی ہیبت
- 674 حضرت سعد بن عبادہ کی سہو و خطا
- 675 مکہ میں ہالچل

- 676 مکہ کی طرف پیش قدمی
- 679 عام معافی کا اعلان
- 682 بت شکنی اور تطہیر کعبہ
- 685 حضرت بلالؓ کی اذان
- 685 مکہ میں مختصر قیام
- 686 غزوہ حنین (شوال ۸ ہجری/ جنوری فروری ۶۳۰ء)
- 692 جنگ اوطاس و طائف
- 694 انصار کا احساس محرومی اور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ایجاز و بلاغت
- 695 حضرت ابراہیم کی ولادت (شوال ۸ ہجری/ فروری ۶۳۰ء)
- 696 سنہ ۹ ہجری
- 696 غزوہ تبوک، غزوہ بھیش العسرت، غزوہ فاحمہ (رجب ۹ ہجری/ نومبر ۶۳۰ء)
- 698 علی علیہ السلام کو مدینہ میں چھوڑنے کی وجہ
- 701 اصحاب عقبہ
- 703 ہذا طیبہ
- 704 راس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کی موت
- 704 مسجد ضار کی تخریب کاری (۹ ہجری/ نومبر ۶۳۰ء)
- 707 خانہ کعبہ میں مشرکوں کے داخلے پر پابندی، ایک تاریخی اعلان
- 709 فتوح اسلامی کے بیرونی قبائل پر اثرات
- 709 حاتم طائی کے بچوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اکرام
- 710 مسابله
- 715 آیت تطہیر اور حدیث کساء
- 718 اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- 719 مفہوم اہل بیت (علیہم السلام)، اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ کی درخواست کی روشنی میں

- 728 اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھنا
- 729 سنہ ۱۰ ہجری
- 729 فتح یمین (رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری)
- 732 حجۃ الوداع (ذیقعد ۱۰ ہجری)
- 736 حج تمتع کا حکم
- 737 غدیر خم (۱۸ ذی الحجہ ۱۰ ہجری)
- 737 علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل تشیع کی نظر میں
- 741 علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل سنت کی نظر میں
- 747 غدیر خم کے بعد بھی اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں تاکید
- 748 سنہ ۱۱ ہجری
- 748 مدینہ کی طرف واپسی اور سریہ اسامہ بن زید حارثہ (۲۶ صفر ۱۱ ہجری)
- 750 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت اور آخری ایام حیات
- 750 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ بہ جنت البقیع
- 750 حضرت علی علیہ السلام کو وصال سے متعلق وصیت
- 751 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ
- 752 واقعہ قصاص
- 755 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر میں
- 756 حدیث قرطاس
- 758 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ
- 758 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت برائے غسل، کفن و دفن
- 760 بیٹی اور بھائی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو
- 762 لخت جگر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری راز و نیاز
- 764 ہزار بابا ابواب علم

- 766 سپردگی میراث
- 769 جبرائیل علیہ السلام کی عیادت
- 769 ملک الموت کا اجازت طلب کرنا
- 772 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت
- 774 سبب رحلت
- 774 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل
- 776 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن
- 776 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ
- 777 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن
- 780 شب وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام
- 782 مصحف حضرت فاطمہ علیہا السلام
- 783 اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
- 784 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک
- 785 گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل
- 786 گھر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل
- 787 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو
- 789 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دخول و خروج اور شست عام
- 789 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل و مجالس
- 790 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت
- 792 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و درگزر
- 794 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت
- 797 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و اطوار
- 798 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ خاص عادات

- 798 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی
- 799 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم
- 800 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج
- 802 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طعام
- 803 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ مشروب
- 804 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس
- 804 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلحہ وغیرہ
- 805 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر اشیائے مصرف
- 806 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر
- 806 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ
- 808 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور روزہ
- 808 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے
- 809 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا
- 811 مختصات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- 818 معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- 843 اوصاف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیگر آسمانی کتب میں
- 847 اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام سے عہد لینا
- 848 حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر
- 854 مآخذ



بَلَّغَ الْعُلَى بِكَمَالِهِ (حیاتِ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حصہ سوم
(تکمیلِ دین)

(سنہ ۸ ہجری تا وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

سید حماد رضا بخاری

فتح مکہ

(۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری / یکم جنوری ۶۳۰ء)

عہد شکنی

عرب کے دو قبیلے بنی بکر اور بنی خزاعہ عرصہ دراز سے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتے تھے اس لئے ہمیشہ مسلح رہا کرتے تھے۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد بنی بکر مشرکین مکہ یعنی قریش کے حلیف بن گئے اور بنی خزاعہ نے مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔ حدیبیہ کے معاہدے میں یہ دو نکات بھی شامل تھے کہ جو چاہے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو کر معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہو جائے یعنی مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو چاہے قریش کے ساتھ ہو کر معاہدے اور ذمہ داری میں شامل ہو جائے یعنی اُن کا ساتھی بن جائے، اور دونوں فریقین کے درمیان دس سال تک جنگ بندی رہے گی اور اس دوران دونوں اطراف کے لوگ ایک دوسرے کے مقابل نہیں آئیں گے اور امن سے رہیں گے۔ خزاعہ کے لوگوں نے اس معاہدے سے مطمئن ہو کر ہتھیار اتار دیے۔ ایک سال اسی طرح گزر گیا پھر رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ عمرہ القضاء کی ادائیگی کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ اُس موقع پر اہل مکہ نے تین دن کے لئے شہر خالی کر دیا تھا۔ کوئی شرفسادہ نہ ہوا اور مسلمان اطمینان سے عمرہ ادا کر کے واپس آ گئے۔ اس پر بنو خزاعہ کا اعتماد اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ بنو بکر کی طرف سے بالکل لا پرواہ اور غافل ہو گئے۔ بنو بکر موقع کی تلاش میں تھے، انہوں نے ۸ ہجری میں، موتہ کے بعد دو مہینے یعنی جمادی الثانی اور رجب کے گذرتے ہی، بنو خزاعہ پر اُس وقت حملہ کر کے قتل عام شروع کر دیا جب وہ مکہ کے زیریں علاقے میں واقع اپنے ایک چشمہ آب پر مقیم تھے۔^①

① ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اول ص ۲۹۶

اس حملے میں بنو خزاعہ کے چند لوگوں نے جان بچانے کے لئے بھاگ کر حرم کعبہ میں پناہ لی لیکن حملہ آور وہاں بھی پہنچ گئے اور باوجود دوسرے لوگوں کی نصیحت کے، حرم کعبہ کی حرمت کو برباد کرتے ہوئے خونریزی کی اور بنو خزاعہ کے ایک شخص منبہ کو قتل کر دیا۔^(۱) باقی لوگوں نے بھاگ کر جان بچائی، بچ جانے والوں میں سے کچھ لوگ عمرو بن سالم کی قیادت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کی کہ قریش نے آپ (ﷺ) سے وعدہ خلافی کرتے ہوئے خونریزی کی جبکہ ہم رکوع و سجود میں مصروف تھے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی فریاد سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ آپ ﷺ بے چین ہو گئے اور فرمایا، ”بس اے عمرو! کافی ہے۔“^(۲) اور بروایت یہ فرمایا، ”بس اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو گئی۔“^(۳) آپ ﷺ نے فوراً اپنا سفیر قریش کی طرف روانہ کیا اور انہیں لکھا کہ میری تین شرائط میں سے کسی ایک کو منظور کر لو: ^(۴) بنی خزاعہ کے مقتولین کا قصاص دو یا بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ یا اعلان کر دو کہ معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا گیا ہے۔

تنبیخ معاہدہ اور پھر چپچھتاوا

قریش نے طاقت و نخوت کے نشے میں تیسری شرط مان لی اور ان کے ترجمان قمرط بن عمر نے تنبیخ معاہدہ کا اعلان بھی کر دیا۔ لیکن بعد میں جب طاقت و غرور کا لشہر اُترا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت واپس آئی تو خطرناک نتائج کے احساس سے چپچھتاوے میں مبتلا ہو گئے اور ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کر کے بارگاہ رسالت میں روانہ کیا۔^(۵)

^(۱) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۲۲۲ بحوالہ الحافظ یوسف بن البر (متوفی ۴۳۳ ہجری)،

الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۲۲

^(۲) علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوری ص ۱۱۲

^(۳) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اول ص ۲۹۸

^(۴) خواجہ محمد لطیف، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ، ج ۱ ص ۱۶۵

^(۵) خواجہ محمد لطیف، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ، ج ۱ ص ۱۶۵۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ص ۶۰۹

سفیر قریش کی کوشش ناکام

گزشتہ صفحات پر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُم حبیبہؓ رسول گرامی ﷺ کے عقد میں تھیں۔ ابوسفیان کا خیال تھا کہ اس موقع پر بیٹی مدگار ثبات ہو سکتی ہے چنانچہ وہ سیدھا اُم المومنین حضرت اُم حبیبہؓ کے ہاں گیا لیکن وہاں معاملہ اُس کی سوچ کے برعکس نکلا۔

ابوسفیان نے اُن کے گھر پہنچ کر جو بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت اُم حبیبہؓ نے بڑھ کر بستر سمیٹ لیا اور کہا، ”یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے نجس ہیں اس لئے اس پر نہیں بیٹھ سکتے۔“^①

بیٹی کے اس رویے کے بعد اُس سے تعاون کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی تھی چنانچہ ابوسفیان وہاں سے مایوس ہو کر مہاجرین کے پاس گیا اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر ہاتھ پاؤں مارے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور بے نیل و مرام لوٹنا پڑا۔

رسول خدا ﷺ کی رازداری اور مسلمانوں کی غداری

رسول خدا ﷺ نے بنو خزاعہ کے وفد کی فریاد سننے کے بعد وفد کے سردار عمرو بن سالم سے فرمایا تھا کہ اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو گئی۔ چنانچہ قریش کی عہد شکنی اور بنو خزاعہ پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کا حساب لینے کے لئے آپ ﷺ نے مکہ معظمہ کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ ﷺ کا منصوبہ دشمن کے سر پر اچانک وارد ہونے کا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں نہایت رازداری سے کام لیا اور اصحاب کو بھی رازداری برتنے کی تلقین فرمائی۔

ایک شخص حاطب بن طبقہ کو معلوم ہوا تو اُس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے ابولہب کی لونڈی سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط روانہ کر دیا جس میں رسول اللہ ﷺ کا تمام جنگی منصوبہ تفصیل کے ساتھ

① علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۲۲۵، بحوالہ الدرر ص ۲۲۵۔ ابوالفداء (متوفی ۱۳۳۱ء)، تاریخ ابوالفداء

ج ۱ ص ۱۲۳۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اول، ص ۲۹۸

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۳۳۹

درج تھا۔ وہ لونڈی بہت ہوشیار تھی اس لئے عام راستے سے ہٹ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو خاتم بن طبقہ کی اس غدارى سے مطلع فرما دیا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اور بروایت حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زبیرؓ کو اور بقولے تینوں کو اُس خط کی برآمدگی کے لئے مامور فرمایا اور یہ لوگ اُس طرف روانہ ہو گئے جدھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی تھی۔^(۱)

رسول خدا ﷺ نے کچھ لوگوں کو مکہ کی راہ میں پہرے پر بھی مقرر فرمایا لیکن وہ چالاک عورت اُن کو جُل دے کر نکل گئی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ برق رفتاری سے نکلے اور اُس عورت کو راستے ہی میں جالیا۔ جب اُس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اُس نے صاف انکار کر دیا حتیٰ کہ تلاشی لینے پر بھی اُس سے کوئی خط برآمد نہ ہوا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ایمان تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس عورت کے تعاقب میں روانہ فرمایا ہے تو خط ضرور اسی کے پاس ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی اللہ ﷺ کا کوئی فرمان معاذ اللہ غلط ثابت ہو، چنانچہ آپ کے تیور سخت ہو گئے اور آپ نے غضبناک انداز میں اُس عورت کی طرف نگاہ کی تو اُس نے گھبرا کر اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکالا اور پیش کر دیا۔^(۲)

عیار عورت کے بیان پر خاتم بن طبقہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اُس سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ”واللہ اس نے نفاق اختیار کیا“ اور چاہا کہ اُس کی گردن مار دیں^(۳) لیکن رسول خدا ﷺ نے روک دیا اور فرمایا، ”اُسے مسجد سے نکال دو۔“

^(۱) محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۱۳۴۔ ابوالفداء (متوفی ۱۳۳۱ھ)، تاریخ ابوالفداء

، ج ۱ ص ۱۴۳۔ الحافظ یوسف بن البر (متوفی ۶۶۳ ہجری)، الدرر فی اختصار المغازی والسیوس ۲۲

^(۲) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۲۷ بحوالہ الدرر، ۲۲

^(۳) ابوالفداء (متوفی ۱۳۳۱ھ)، تاریخ ابوالفداء، ج ۱ ص ۱۴۳۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ھ)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۰

چنانچہ پر جوش مسلمان اُسے دھکے دے کر مسجد سے نکالنے لگے تو اُس نے ماتمی نگاہوں سے رسول کریم ﷺ کی طرف دیکھا۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، ”اسے واپس لے آؤ۔“ پھر اُس سے فرمایا، ”تمہیں اس مرتبہ چھوڑ رہا ہوں لیکن آئندہ ایسی حرکت مت کرنا۔“^(۱)

مدینہ منورہ سے روانگی

علامہ طبری علیہ رحمۃ لکھتے ہیں کہ ماہ رمضان کی دو تاریخیں گزری تھیں کہ پیغمبر خدا ﷺ بروز جمعہ نماز عصر پڑھنے کے بعد (مکہ روانگی کے لئے) مدینہ سے باہر تشریف لائے۔^(۲) یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے چار شنبہ (بروز بدھ) ۱۰ ماہ رمضان سنہ ۸ ہجری (بمطابق یکم جنوری ۶۳۰ء) کے دن مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف کوچ فرمایا۔^(۳) اور آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار (۱۰۰۰۰) مسلمانوں کا لشکر عظیم تھا۔^(۴)

لشکر کی تفصیل مدارج النبوت میں یوں بیان کی گئی ہے کہ سات سو (۷۰۰) مہاجرین تھے جن میں تین سو (۳۰۰) گھڑسوار تھے۔ چار ہزار (۴۰۰۰) انصار تھے جن میں پانچ سو (۵۰۰) گھڑسوار تھے باقی دیگر مسلمان قبائل کے لوگ تھے لشکر کی تعداد بعض مؤرخین نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) بھی بیان کی ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کئی لوگ دوران سفر شامل ہو گئے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کے دو ہزار (۲۰۰۰) افراد جن میں اکثر گھڑسوار تھے، بعد میں آکر شامل ہوئے تھے۔^(۵)

^(۱) علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوری، ص ۱۱۳

^(۲) علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوری طبع تہران ۱۳۳۸ ہجری، ص ۱۱۴

^(۳) محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۳۵۔

عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۷۴۷ء)، تاریخ ابن کثیر (البداية والنهاية)، ج ۳ ص ۲۸۵۔

^(۴) محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۳۵

^(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۱

سفر میں روزے کی عزیمت

سفر کی حالت میں روزے کی عزیمت یعنی رخصت کا حکم سنہ ۸ ہجری میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف اسی سفر کے دوران ہوا۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو روزے سے تھے مگر جب مقام ”کراع انعمیم“ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کر دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ روزہ کھول دیں۔ کچھ لوگوں نے (حکم عدولی کرتے ہوئے) روزہ نہ کھولا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ گنہگار ہیں۔^①

اہل سنت کے مشہور مؤرخین ابن کثیر اور مشقی لکھتے ہیں، ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”عسفان“ اور ”انج“ کے درمیان واقع مقام ”کدیبہ“ پہنچے تو روزہ کھول دیا۔ آگے چل کر یہ مؤرخین بحوالہ ”صحیح مسلم“ لکھتے ہیں اور جب معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے روزہ نہیں کھولا تو فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں۔^②

مکہ کے نواح میں پڑاؤ

قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش قدمی کی خبر ہو گئی تھی اور وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار (۱۰۰۰۰) کے لشکر عظیم کے ساتھ مکہ سے ایک منزل پہلے ”مرا الظہران“ کے مقام پر پہنچ گئے۔ آپ نے فوج کو وہیں خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا۔

ابوسفیان کی گرفتاری

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ قریش کو اسلامی لشکر کی اطلاع ملی تو وہ حیران رہ گئے۔ وہ اس مفاجاتی حملے کے لئے نہ ذہنی اور نہ ہی فوجی لحاظ سے تیار تھے۔ اس غیر متوقع صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اُن میں حوصلہ تھا اور نہ عزم و ہمت۔ بہر حال، انہوں نے اسلامی لشکر کی تعداد،

① علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری، طبع تہران ۱۳۳۸ ہجری، ص ۱۱۴

② عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)، تاریخ ابن کثیر (البدایة والنهاية)، ج ۲ ص ۲۸۶ تا ۲۸۷

منصوبے اور جنگی نوعیت کی معلومات حاصل کرنے کے لیے ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام کو بھیجا۔ ابوسفیان پکڑا گیا، لیکن آپ ﷺ نے تحریک اسلام کے بہترین مفاد کی خاطر اُسے معاف کر دیا۔ ابوسفیان نے اپنی رضایا جان کے خوف سے اسلام کی صداقت کا اقرار کر لیا۔^①

ڈاکٹر صاحب نے قریش کی صورت حال تو خوب بیان کی ہے لیکن ہماری سمجھ میں یہ بالکل نہیں آیا کہ وہ تحریک اسلام کے کون سے ”بہترین مفاد“ کی بات کر رہے ہیں جس کی خاطر حضور ﷺ نے ابوسفیان کو معاف کر دیا؟ جبکہ ہماری تحقیق اور ہمارے ایمان کے مطابق تو نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کو کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ اپنی صفت رحمۃ للعالمین کی وجہ سے معاف فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ^②

(اے رسول ﷺ!) ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

ابن اثیر لکھتے ہیں: ”رسول ﷺ کی خدمت میں آنے کے بعد بھی وہ (ابوسفیان) آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینے پر تیار نہ تھے مگر جناب عباس رضی اللہ عنہ کے متنبہ کرنے پر کہ اگر گواہی نہ دی تو پھر جان کی خیر نہیں، مجبوراً حضرت ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دی۔“^③

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت میں اور ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں ابوسفیان کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں لے گیا۔ حضور ﷺ نے اُس کو دیکھتے ہی فرمایا، ”ابوسفیان تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم اب بھی نہیں مانتے کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں؟“ ابوسفیان نے کہا بے شک اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ضرور میرے کچھ کام آتا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”افسوس ہے تم پر اے ابوسفیان! کیا اب بھی یہ بات تم پر آشکارا نہیں ہوئی کہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں؟“ ابوسفیان نے کہا، ”میرے ماں باپ آپ (ﷺ)

① ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم وآخرا (ﷺ)، ص ۶۰۹

② سورة الانبياء، آیت ۱۰۷

③ علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۳۰ بحوالہ ابن اثیر، کامل، ج ۲ طبع بیروت، ۱۹۶۵ء ص ۲۴۵

پر شمار ہوں، آپ (ﷺ) سے بڑھ کر صلہ رحمی والا، حلیم، سخی اور شریف کوئی دوسرا نہیں ہوگا (جو باوجود میری طرف سے) اتنی ایذا و تتم اٹھانے کے، آپ (ﷺ) اتنا لطف و کرم فرماتے ہیں، مگر اس باب میں (رسالت میں) مجھے ابھی تردد ہے۔“ حضرت عباس (ؓ) نے بیان کیا کہ اب میں نے اُس سے کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ بہتر ہے کہ کلمہ شہادتِ حق کا اعلان کر دو ورنہ تمہاری گردن مار دی جائے گی۔ پھر اُس نے کلمہ شہادت ادا کیا۔“^①

طبری میں ہے کہ جب ابوسفیان، آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو شعر پڑھا جس کا مطلب ہے، ”اور اللہ نے مجھے اُس شخص سے ملادیا جسے میں نے ہر جگہ سے نکالا تھا۔“ رسول اللہ (ﷺ) نے اُس سے فرمایا، ”تُو نے مجھے ہر جگہ ستایا اور میری مخالفت میں کوئی جتن نہ چھوڑا۔“^②

اسلامی حباہ و جلال کی ہیبت

ابوسفیان نے اُس رات وہیں لشکرِ اسلام میں قیام کیا۔ وہ قریش کا سردار تھا اور اب تک اسلام اور پیغمبرِ اسلام (ﷺ) کے خلاف کی جانے والی تقریباً ہر کاروائی میں نہ صرف خود شامل رہا تھا بلکہ ایسی تمام کاروائیاں اُسی کے ایما پر ہی کی گئی تھیں چنانچہ اُسے ایک شب مسلمانوں کے ”کیمپ“ میں گزرا نا پڑی تو فطری طور پر وہ اسلامی لشکر اور اُس کے انتظام و انصرام اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ اسلام کی قوت و عظمت دیکھ کر اُس پر خوف طاری ہو گیا۔ نمازِ فجر کے وقت اُس نے دیکھا کہ پیغمبرِ اعظم (ﷺ) نے وضو کیا تو مسلمان وضو کے بہتے ہوئے پانی پر ٹوٹ پڑے۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ اس متبرک پانی کا کوئی قطرہ اُس کے حصے میں آجائے، اور جسے یہ سعادت حاصل ہو جاتی تھی وہ تبرک کے طور پر اُسے اپنے چہرے پر مل لیتا تھا۔ بروایت یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان کے دل پر دہشت چھا گئی اور اُس نے کہا، ”میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار بھی دیکھے ہیں مگر ایسا (شاہانہ) جاہ و جلال میری نظروں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“^③

① تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۳۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۳

② ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اوّل ص ۳۰۱

③ عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۷ھ)، تاریخ ابن کثیر (البدایة والنهاية)، ج ۲ ص ۲۹۱

رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرما چکے تو اُس نے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اُسے اجازت مرحمت فرمادی۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوسفیان کے کلمہ شہادت پڑھ لینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اب تم جاؤ اور اس کو اپنے ساتھ وادی کے تنگ نائے کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تا کہ یہ اللہ کی فوجوں کو جب وہ اس کے سامنے سے گزریں تو دیکھ لے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! یہ شخص امتیاز کا شوقین ہے، آپ ﷺ ازراہ کرم کچھ ایسا فرما دیجئے کہ یہ اپنی قوم میں جا کر خود کو نمایاں کر سکے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”اچھا! اُسکے لئے امان ہے جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا۔“^(۱) ابوسفیان نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا، ”میرے گھر میں؟“ فرمایا، ”ہاں تمہارے گھر میں۔“ پھر فرمایا، ”اُس کے لئے بھی امان ہوگی جو حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے گا۔“^(۲) آنحضرت ﷺ نے مزید فرمایا، ”اور اُس کے لئے بھی امان ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔“ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہاں تک فرمادیا، ”اُس کے لئے بھی امان ہے جو خود اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے۔“^(۳)

بقول ابوسفیان کا گھر مکہ کے ایک سرے پر جب کہ حکیم بن حزام کا گھر دوسرے سرے پر واقع تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرح دونوں اطراف کے لوگوں کو سہولت بہم پہنچائی تھی۔

چنانچہ ابوسفیان روانہ ہونے لگا تو بحکم رسول خدا ﷺ، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اُسے لے کر پہاڑی کے دہانے پر کھڑے ہو گئے اور عظیم لشکر اسلام کا نظارہ کروایا جو دستوں کی صورت میں گزر رہا تھا۔ کئی عظیم الشان دستے گزرے جن کی قیادت علم بردار صحابہؓ کر رہے تھے۔

(۱) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اول ص ۳۰۳

(۲) کامل لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۴

(۳) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اول ص ۳۰۳

یہ کروفر اور جاہ و حشم دیکھ کر ابوسفیان کے دل پر ہیبت چھا گئی اور اُس نے حضرت عباسؓ سے کہا،
 ”تمہارے بھتیجے کی بادشاہت و سلطنت تو بہت قوی اور عظیم ہو گئی ہے۔“

حضرت عباسؓ نے اُسے ٹوکا اور کہا، ”افسوس ہے تجھ پر اے ابوسفیان! یہ رسالت و نبوت ہے
 بادشاہت و سلطنت نہیں۔^①

مورخین نے اسلامی دستوں کی ترتیب یوں بیان کی ہے کہ سب سے پہلے خالد بن ولید کی قیادت
 میں بنو سلیم کے افراد کا دستہ گزرا جس میں دو جھنڈے تھے۔ خالد بن ولید نے ابوسفیان کے برابر
 پہنچ کر تین مرتبہ باواز بلند تکبیر کہی۔ تکبیر کے الفاظ نے ابوسفیان کی روح میں زلزلہ پکڑ دیا اور اُس
 کا دل دہل گیا۔ خالد کے پیچھے زیر بن العوام پانچ سو (۵۰۰) پہلوانوں اور دلاوروں کے ساتھ تکبیر
 بلند کرتے ہوئے سیاہ علم کے ساتھ گذرے۔ پھر بنی غفار کے تین سو (۳۰۰) بہادروں کی جماعت
 نمودار ہوئی، اس کا علم حضرت ابوذر غفاریؓ کے ہاتھ میں تھا، وہ بھی تکبیر بلند کرتے ہوئے
 گذرے۔ حضرت عباسؓ نے بنی غفار کی تعریف کی، اتنے میں بنو کعب بن عمر کا پانچ سو
 (۵۰۰) مجاہدین کا دستہ پہنچ گیا، اُن کا پرچم بشر بن سفیان کے ہاتھ میں تھا۔ پھر قبیلہ مزنیہ کے ایک
 ہزار (۱۰۰۰) جوانوں کا گزرا جو جن کے درمیان تین جھنڈے تھے۔ اُن کے بعد قبیلہ جبنیہ کے
 آٹھ سو (۸۰۰) شجاع چار علم لئے ہوئے وارد ہوئے۔ اُن کے پیچھے قوم اشجع کے تین سو (۳۰۰)
 سپاہیوں کی ٹکڑی تھی یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ کی خاص فوج نمودار ہوئی۔ آنحضرت
 ﷺ اپنے ناقہ پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے گرد تقریباً پانچ ہزار (۵۰۰۰) مہاجرین اور

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۴۔

عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)، تاریخ ابن کثیر (البدایة والنهاية) ج ۳ ص ۲۹۰۔

احمد ابن ابویعقوب ابن جعفر ابن وہب ابن واضح البیہقی (متوفی ۲۸۴ھ)، تاریخ یعقوبی، ص ۵۹۔

محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)، طبقات ابن سعد ج ۲۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، ج ۲ حصہ اول ص ۳۰۳۔

انصار کا جھرمٹ تھا جو سب کے سب بطریق احسن مسلح تھے اور نعرہٴ تکبیر بلند کر رہے تھے۔ ابوسفیان ہر دستے کی آمد پر خوفزدہ اور حیران و پریشان ہو رہا تھا، جب تمام کے تمام لشکرِ خدائی کو اس عظمت و حشمت کے ساتھ ملاحظہ کیا تو اُس کی چشمِ عقل خیرہ ہو گئی اور اُس پر حیرت و ہیبت چھا گئی۔^①

حضرت سعد بن عبادہ کی سہو و خطا

منقول ہے کہ اُس دن ایک ہزار (۱۰۰۰) انصار کا دستہ حضرت سعد بن عبادہ کی کمان میں تھا۔ سعد بن عبادہؓ انصار کا علم لئے اپنے دستے کے آگے آگے چل رہے تھے، جب ابوسفیان کے برابر پہنچے تو فرطِ جوش میں بولے، ”آج کا دن خون بہانے اور قتل کرنے کا ہے، آج حرمتِ حرم کو حلال بنا دیا گیا ہے، اللہ نے آج قریش کو ذلیل و خوار کر دیا ہے۔“ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے بولے، ”اے اوس و خزرج کے لوگو! آج تم قریش سے اُحد کا انتقام لو گے۔“

حضرت سعد بن عبادہؓ نے ابوسفیان کو خوف و دہشت کے گرداب میں ڈال دیا تھا، وہ فریاد و فغاں کرتا ہوا حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ کیا آپ (ﷺ) نے اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ”نہیں! میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت سعد بن عبادہ کی بات بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سعد نے یہ بات اپنی طرف سے سہو و خطا سے کہہ دی ہے ورنہ آج تو لطف و مرحمت کا دن ہے۔ آج حق تعالیٰ اپنے گھر کی عظمت بڑھائے گا، تم سب خاطر جمع رکھو اور ایمان لے آؤ۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ سعد بن عبادہؓ سے علم آپ لے لیں اور مکہ میں نرمی و مہربانی سے داخل ہوں۔“^②

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۴

② شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۴۔

علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۴۰۔ ابن خلدون (متوفی ۱۴۰۶ء)، تاریخ ابن خلدون، ج ۲ ص ۸۰۶۔

حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)، تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)، ج ۳ ص ۳۹۲۔

ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری۔ تقیہ الحزب الثانی ص ۴۳

مکہ میں باحیل

حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ نے ابوسفیان کو مشورہ دیا کہ تمہیں فوراً مکہ روانہ ہو جانا چاہیے تاکہ قریش کو سمجھاؤ کہ وہ اسلام کے دامنِ عافیت میں آجائیں۔ ابوسفیان بھاگ کر مکہ پہنچا اور اعلان کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم ہے کہ جو ہتھیار چھینک دے، اپنے گھر میں رہتے ہوئے دروازہ بند کر لے یا میرے گھر میں پناہ لے یا مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ امان پائے گا۔

قریش کو اُس کی بات پر یقین نہ آیا کیونکہ اس سے پہلے حکیم بن حزام اور بدیل وہاں پہنچ چکے تھے مگر انہوں نے ایسی کوئی بات نہ کہی تھی۔ پس قریش نے کہا، ”خدا تجھے روسیہ کرے، یہ کیسی خبر لائے ہو؟“ اتنے میں انہیں گردوغبار اٹھتا نظر آیا تو ٹپٹا کر پوچھا، ”وہ کون ہیں؟“ ابوسفیان بولا، ”افسوس ہے تم پر! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے لشکرِ عظیم کے ساتھ وارد ہو گئے ہیں لیکن تم میں اُن کا مقابلہ کرنے کی تاب تو اُن نہیں۔“ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے غم و غصہ سے اُس کی داڑھی پکڑ لی اور اُسے ذلیل و خوار کرتے ہوئے قبیلے کے لوگوں سے کہا، ”اے غالب کی اولاد! اس احمق کو مار ڈالو تاکہ ایسی بات منہ سے نہ نکالے۔“ ابوسفیان نے کہا، ”جیسے چاہو مجھے ذلیل و خوار کرو اور جو چاہو سلوک کرو لیکن خدا کی قسم تمہاری گردنیں اُڑادی جائیں گی اور تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ گھروں میں گھس جاؤ اور دروازے بند کر لو۔“

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم جب ”مَرَّ الظَّهْرَانِ“ سے آگے بڑھنے لگے تو زبیر بن عوام کو حکم دیا کہ مہاجرین کی جماعت لے کر مکہ کی بلندی کے راستے ”کَدَا“ سے حجون میں داخل ہو جاؤ، وہاں قیام کرو اور میرا خیمہ نصب کر کے میرا انتظار کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو حکم دیا کہ اپنی مسلح جماعت کے ساتھ وادیِ بطن کی طرف سے نرمی و مہربانی کے ساتھ پیش قدمی کرو۔ اس کے بعد خالد بن ولید کو حکم دیا کہ فوج کو لے کر اسفلِ مکہ کے راستے آگے بڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ اہل مکہ اور حرم کے مجاوروں سے جنگ و قتال نہ کیا جائے اور اگر نادان اور ناسمجھ لوگ تم سے جنگ کریں تو پھر تم بھی اپنا دفاع کرنا۔^①

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۵

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے رسول اکرم ﷺ نے لشکرِ اسلام کے تمام سالاروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، ”میری شدید خواہش ہے کہ مکہ بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو اس لئے عوام کا خون بہانے سے اجتناب کرنا۔“^(۱)

مکہ کی طرف پیش قدمی

رسول گرامی ﷺ نے اسلامی لشکرِ جرار کے ساتھ اُس سرزمین کی طرف قدم بڑھایا جہاں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور جو آپ ﷺ کا وطن اور آبائی شہر تھا، جہاں آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھوں سے تعمیر کیا گیا خانہء خدا تھا، جہاں عبادت سے آپ کو روکا گیا تھا اور جہاں سے آپ ﷺ کو ظلم و جبر اور استحصال کے ذریعے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ آج آپ ﷺ نمایاں اور واضح شوکت و عظمت، جاہ و جلال اور ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ واپس تشریف لارہے تھے۔

مؤرخ مسٹر کے اے حمید لکھتا ہے، ”شہر میں داخلے کے وقت رسول خدا ﷺ کے آگے آگے حضرت علی علیہ السلام جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ جلوں سیدھا کعبہ میں داخل ہوا۔ صحن میں کھڑے ہو کر سرکار (ﷺ) نے یہ آیت پڑھی، ”شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ اللہ ہی آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی باتوں کا وعدہ کیا تھا جو پوری ہو کر رہیں گی۔ اللہ تمہارے دشمنوں پر غالب ہے اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔“^(۲)

علامہ طبرسی علیہ رحمۃ لکھتے ہیں، ”دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت (ﷺ) کعبہ کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہرے، دونوں ہاتھوں سے دروازے کو تھاما اور فرمایا، ”کوئی خدا نہیں سوا اللہ کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا تمام متفقہ طاقتوں کو شکست دی۔“^(۳)

^(۱) آیت اللہ جعفر سبحانی، دی مینج، بحوالہ سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۴۰۹

^(۲) مسٹر کے اے حمید، تاریخ مسلمانان عالم حصہ اول ص ۸۸۔ الکامل لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۵۲

^(۳) علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری ص ۶۸

بروایتے آپ ﷺ کے ناقہ کی مہار حضرت محمد بن مسلمہؓ نے تھام رکھی تھی۔ مسلمان اور کچھ مشرکین مکہ آپ ﷺ کے راستے کے اطراف میں کھڑے تھے۔ مشرکین حیران و پریشان اور خوفزدہ تھے جبکہ مسلمان خوشی و شادمانی کا اظہار کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنے سر اقدس کو بارگاہِ الہی میں عاجزی اور شکر کے لئے اس حد تک جھکا لیا تھا کہ آپ ﷺ کی لمحیہء مبارکہ (ریش مبارکہ/ داڑھی) آپ ﷺ کی سواری کے پالان کو چھونے لگی تھی۔ آپ ﷺ نے پالان کے اوپر ہی سجدہ شکر ادا فرمایا اور پھر حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ الفتح کی ابتدائی آیات بھی باواز بلند تلاوت فرمائیں۔ بروایت اُس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔^(۱)

کسی خاص مصلحت کی بنا پر آپ ﷺ سواری سے نیچے اُترنے کی بجائے ناقہ پر سواری ہی حرم میں تشریف لائے اور حجرِ اسود کے سامنے رُکے۔ آپ ﷺ نے حجرِ اسود کا بوسہ لینے کی بجائے اپنی خاص چھڑی سے اُس کی طرف اشارہ فرمایا (استلام کیا) اور تکبیر کہی۔ آپ ﷺ کے گرد جمع صحابہ کرامؓ نے بھی آپ ﷺ کی موافقت اور اتباع کے ارادے سے باواز بلند تکبیر کہی۔ مشرکین مکہ ادھر ادھر پہاڑوں پر چڑھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، تکبیر کی آوازیں اُن کے کانوں تک پہنچی تو وہ آتشِ عداوت و حسد میں جل بھن گئے۔^(۲)

آپ ﷺ نے طوافِ کعبہ شروع کیا اور پہلے چکر کے دوران کعبہ کے دروازے کے اوپر نصب تین بڑے اور مشہور بتوں کی طرف مڑے۔ اُن بتوں کے نام ہبل، اساف اور نائلہ تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی چھڑی سے انہیں ٹھوکا دیا تو وہ زمین پر گر کر پاش پاش ہو گئے۔ آپ نے اُس وقت یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: **وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا**^(۳) (حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو ٹھنہا ہی تھا)۔

^(۱) علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۴۰

^(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۴۷۔ آیت اللہ جعفر سبحانی، دی مینج

^(۳) سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء)، آیت ۸۱

جب مشرکین کا سب سے بڑا بُت ہبل زمین یوس ہو کر ریزہ ریزہ ہوا تو زبیر بن عوام نے طنز کرتے ہوئے ابوسفیان سے کہا ”یہ ہبل وہ بت ہے جس پر روزِ اُحد تم ناز کرتے تھے اور نعرہ لگاتے تھے کہ ”اعلِ ہبل“ (بلند ہو ہبل)، آج یہ توڑ دیا گیا ہے۔“ ابوسفیان بولا، ”مجھے چھوڑو اور میری سرزنش نہ کرو، اگر ہبل کچھ کرنے کے قابل ہوتا تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔“ شاید اُسے احساس ہو چکا تھا کہ ان بتوں کا مقدر پر کوئی اختیار نہیں۔^①

نبی اکرم ﷺ طوافِ کعبہ مکمل کر کے مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی چابیاں لاؤ۔ اُن دنوں خانہ کعبہ کی چابیاں عثمان بن طلحہ کے پاس ہوتی تھیں جو اُسے وراثت میں ملی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام اُسے پہنچایا تو اُس کی ماں سلامہ بنت سعد نے چابیاں دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کعبہ کی تولیت ہمارا موروثی اعزاز ہے جسے ہم کھونے نہیں دیں گے۔ عثمان نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے قریب کرتے ہوئے سرگوشی کی کہ اگر ہم خود چابیاں حوالے نہیں کریں تو وہ زبردستی ہم سے لے لیں۔ اور بروایت عثمان نے اپنی ماں سے کہا کہ چابیاں دے دو ورنہ اپنی کمر سے تلوار نکالتا ہوں۔ پھر ماں کے ہاتھ سے چابی لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔^②

الغرض، خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا گیا اور نبی اکرم ﷺ اندر داخل ہوئے۔ کعبہ کی اندرونی دیواریں مختلف قسم کی تصاویر اور نقوش سے بھری پڑی تھیں جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تصاویر بھی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے انہیں آب زم زم سے دھو دیا گیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے اور اُس کے دروازے پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا، ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، دشمنوں کو ہزیمت دی اور اپنے لشکر کو غالب فرمایا۔“^③

① آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسج، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۲۸

② آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسج، بحوالہ واقدی، مغازی واقدی، ج ۲ ص ۸۳۳۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۲۹

③ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۵۱

بے شک اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی جائے ولادت پر واپس لوٹائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأَاهُ أَلَدًا ۚ ①

(بیشک جس نے آپ (ﷺ) پر قرآن کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کی منزل تک ضرور واپس پہنچائے گا)

عام معافی کا اعلان

عموماً اس طرح کی عظیم الشان فتوحات بہت بڑی تباہی و بربادی کے بعد حاصل ہوتی ہیں اور ایسی فتوحات کے بعد بھی بہت بڑے پیمانے پر خونریزی اور لوٹ مار کی جاتی ہے لیکن یہاں فتح کی جانے والی سرزمین مکہ معظمہ کی تھی اور فاتح رسول معظم ﷺ، جو عالمین کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس عظیم الشان فتح کے بعد عام معافی کا عظیم الشان اعلان فرمایا۔ بعض مؤرخین نے یہ اعلان خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیے جانے کے بعد بیان کیا ہے لیکن اکثریت اس کا ذکر اس سے پہلے کرتی ہے۔

مؤرخ مسٹر کے اے حمید لکھتے ہیں، ”سرکار (ﷺ) نے نماز ادا کی، بعد میں چاہ زم زم پر پہنچے اور وہاں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ اس کے بعد ایک اعلان جاری کیا جو دنیا کی تاریخ میں نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ فرمایا، ”آج کے دن تم کو کوئی خطرہ نہیں اے جماعت قریش! آج خدا نے تمہارے جاہلانہ غرور کو خاک میں ملادیا اور تمہاری لشرانیوں (شیخیاں، ڈینگیں) خاک میں مل گئیں۔ سُن رکھو! خدا نے تم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور پھر خاک میں ملادے گا۔ خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور جس کے عمل شریفانہ ہوں۔ اے رؤسائے شہر! میں نے تم کو آزاد کیا اور میں تم سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کروں گا۔“ ②

① سورة القصص، آیت ۸۵

② مسٹر کے اے حمید، تاریخ مسلمانان عالم، ج ۱ ص ۸۸

عظیم مؤرخ علامہ طبری لکھتے ہیں، ”اور قریش کے بڑے آدمی کعبہ میں آئے اور ان کا زیادہ گمان یہ تھا کہ وہ تہ تیغ ہونے سے بچ نہیں سکتے۔ اب رسول خدا ﷺ کعبہ کی طرف تشریف لائے اور آپ ﷺ نے (کعبہ کے) دروازے کے دونوں پہلو ہاتھوں میں پکڑے پھر کہا کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے، اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور وہ تنہا تمام مخالف جماعتوں پر غالب آیا۔ پھر فرمایا، ”بتاؤ! تمہارا اب کیا گمان ہے؟ کیا کہتے ہو؟“ سہیل بن عمرو نے کہا، ”ہم اچھا ہی کہتے ہیں اور اچھا ہی گمان رکھتے ہیں، آپ (ﷺ) ایک شریف بھائی ہیں اور چچا کے بیٹے ہیں۔“ فرمایا، ”اچھا! میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ تم پر اب اس وقت مجھے کوئی الزام نہیں دینا ہے، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحیم ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر خون اور مال کا مطالبہ اور فخر جو جاہلیت کے دور کا ہے، وہ سب میرے پیروں کے نیچے (پامال) ہے۔ سوائے کعبہ کی تو لیت (سربراہی) اور حجابیوں کی سیرابی کے، یہ عہدے انہیں کو واپس کئے جاتے ہیں جن کے پاس پہلے سے تھے۔ آگاہ ہونا چاہئے کہ مکہ اللہ کی طرف سے محترم ہے، اس میں کوئی خونی اقدام مجھ سے پہلے کبھی حلال نہیں تھا اور میرے لئے تھوڑی دیر کے لئے آج حلال ہوا ہے اور اب قیامت تک کے لئے اس کی حرمت قائم و دائم ہے۔ اس کے درخت کو کاٹنا نہیں جاسکتا اور اس میں کسی شکار کو چھیڑنا نہیں جاسکتا اور اس میں گری پڑی کسی چیز کو اٹھانا جائز نہیں سوائے اُس کے جو مالک کو ڈھونڈ کر اُس تک پہنچانا چاہتا ہو۔“ پھر فرمایا، ”تم میرے پڑوسی تھے، تم نے مجھے جھٹلایا، مجھے میرے گھر سے نکالا، ہر طرح سے شکست دینے کی کوشش کی اور پھر اس پر بھی اکتفا نہیں کیا، یہاں تک کہ تم میرے شہر (مدینہ) میں جا کر مجھ پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے لئے چڑھائی کی۔ ان تمام باتوں کے باوجود، جاؤ میں تم سب کو چھوڑتا ہوں۔“ اس اذن کو سن کر سب لوگ نکلے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر باہر نکلے ہیں اور اب وہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔“^①

① علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری، ص ۱۱۸

رسول حلیم ورحیم ﷺ کا یہ تاریخی جملہ، ”جاؤ میں تم سب کو چھوڑتا ہوں“ (فاذہبوا فانتممطلقاً)، کئی مؤرخین نے مختلف سیاق و سباق کے ساتھ درج کیا ہے مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ مثلاً: ابن الوردی نے تاریخ ابن الوردی میں،^(۱) ابو الفداء نے تاریخ ابو الفداء میں،^(۲) ابن اثیر نے کامل میں،^(۳) مسعودی نے مروج الذهب میں،^(۴) ابن القیم جوزیہ نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں،^(۵) اور محمد بن عبد الوہاب نجدی نے مختصر سیرۃ الرسول (ﷺ) میں^(۶) وغیرہ وغیرہ۔

علامہ علی نقی نقوی صاحب لکھتے ہیں، ”جو فقرہ سب کے یہاں متفقہ طور پر موجود ہے، وہ ہے، ”فاذہبوا فانتممطلقاً“ (جاؤ تم سب کو چھوڑتا ہوں)۔ یہ ”طلاق“ ”طریق“ کی جمع ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو بحیثیت اسیر جنگ پکڑا جائے جو اس کے بعد غلام یا کنیز کی حیثیت سے فریق مخالف (فاتح) کی ملکیت ہوتا تھا اور پھر رحم کھا کر اُسے چھوڑ دیا جائے۔ اس لفظ کے اندر معانی کے اعلان کے ساتھ تحقیر اور سرنش دونوں موجود ہیں اس لئے یہ لفظ ہمیشہ کے لئے اُن کے دامن پر داغ بن کر رہ گیا۔^(۷)

مکہ بغیر کسی جنگ و جدال کے فتح ہوا تھا لیکن مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر تین (۳) بے گناہ مسلمان شہید اور اٹھائیس (۲۸) مشرکین قتل بھی ہوئے۔ علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ شہید ہونے والے تینوں مسلمان اتفاق سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ راستہ

(۱) ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ/۱۳۴۹ء)، تاریخ ابن الوردی طبع مصر ۱۲۸۴ء ج ۱ ص ۱۳۰

(۲) ابوالفداء، تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۲

(۳) ابن اثیر، کامل ج ۲ ص ۲۵۲

(۴) مروج الذهب و معادن الجواہر (تاریخ مسعودی)، ابوالحسن بن حسین بن مسعودی (متوفی ۴۱۶ھ) ج ۱ ص ۴۱۸

(۵) ابن القیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد طبع مصر ج ۲ ص ۱۶۵

(۶) محمد بن عبد الوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھ/۱۲۰۶ھ)، مختصر سیرۃ الرسول ﷺ طبع مصر

(۷) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۴۵

بھول کر کافروں کے حلقہ میں پہنچ گئے اور شہید کر ڈالے گئے۔^(۱)

مشرکین کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ خالد بن ولید نے جس راستے سے مکہ میں داخل ہونا چاہا تھا وہاں مشرکین نے مزاحمت کی۔ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی جس کے نتیجے میں اُن کے اٹھائیس (۲۸) آدمی مارے گئے جبکہ دو (۲) مسلمان شہید ہوئے۔^(۲)

بُت شکنی اور تطہیرِ کعبہ

فتح مکہ کے وقت خانہ کعبہ کے اندر یا اُس کے ارد گرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے۔ کچھ اہل سیر نے لکھا ہے خانہ کعبہ کے آس پاس وہ بت پائے گئے تھے اور کچھ نے لکھا ہے خانہ کعبہ کے اندر تھے چنانچہ یہ واضح نہیں کہ وہ بت کعبہ کے اندر تھے یا اُس کے آس پاس؟ ممکن ہے کچھ اندر ہوں اور کچھ باہر لیکن یہ تو طے ہے کہ وہ تھے حرم کے اندر ہی اور ان کی اتنی بڑی تعداد کا مطلب یہ تھا کہ تمام قبائل نے اپنے اپنے بت وہاں لا کر رکھے ہوئے تھے اور مختلف بت مختلف معاملاتِ زندگی سے منسوب تھے۔ (ان کی تفصیل کتاب ہذا کے باب ”عربوں میں بُت پرستی کی تاریخ اور بہل، لات و عزلی وغیرہ“ میں دی جا چکی ہے)

فتح مکہ کے بعد پاک پیغمبر ﷺ نے اُن مورتیوں اور بتوں وغیرہ کو توڑ کر اور تماشیل و اصنام اور دیواری تصاویر وغیرہ کو نیست و نابود کر کے خانہ کعبہ کو پاک و صاف کرایا۔ روایت ہے کہ بتوں کو سیسہ وغیرہ کے ساتھ مضبوطی سے پیوست کیا گیا تھا۔ نبی اعظم ﷺ اپنے عصائے مبارک کی نوک سے ایک ایک بُت کو ٹوکا دیتے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے جاتے، ”وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“^(۳) (حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا) ”عصائے مبارک کے چھوتے ہی وہ بُت زمین پر گر کر پاش پاش ہو جاتا۔

^(۱) علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری ص ۸۹

^(۲) ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ ہجری)، تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص ۱۳۰

^(۳) سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء)، آیت ۸۱

اہل سنت کے مشہور مؤرخ اور عالم دین شیخ عبدالحق دہلوی جو کہ محدث بھی تھے، اپنی مشہور و معروف کتاب مدارج النبوت میں بحوالہ دیگر کتب سیر تحریر فرماتے ہیں کہ چند بڑے بڑے اُونچی جگہوں پر نصب تھے جن تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اُنہی میں ہبل نامی بت بھی تھا۔ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، ”یا رسول اللہ (ﷺ)! اپنے قدم ناز کو میرے کندھوں پہ رکھیے اور ان بتوں کو گرا دیجئے۔ (جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ بت شکنی کے اس عمل میں آپ شروع ہی سے رسول اللہ ﷺ کی معاونت فرما رہے تھے یعنی اس تاریخی موقع پر رسول گرامی ﷺ تنہا نہیں تھے بلکہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے۔ مؤلف) حضور ﷺ نے فرمایا، ”اے علی (علیہ السلام)! تم میں باریت اُٹھانے کی طاقت نہیں ہے اس لئے تم میرے کندھوں پر آؤ اور ان بتوں کو گراؤ۔ تعمیل ارشاد کی خاطر جناب علی علیہ السلام، رسول اللہ ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہوئے تو حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا، ”یا علی (علیہ السلام)! کیا محسوس کر رہے ہو؟“ عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! یوں لگتا ہے کہ تمام حجابات اُٹھ گئے ہیں، میرا سر عرش سے جا ملا ہے اور میں جدھر ہاتھ بڑھاتا ہوں وہ چیز میرے پاس آ جاتی ہے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا، ”اے علی (علیہ السلام)! تمہارا یہ وقت کیا خوب ہے کہ تم کا رِحق ادا کر رہے ہو اور میرا یہ حال کتنا مبارک ہے کہ میں بارِحق اُٹھائے ہوئے ہوں۔ (گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے وزن کو بارِحق قرار دیا۔ مؤلف) علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بتوں کو زمین پر گرا دیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو پھر دوش رسول اکرم ﷺ سے زمین پر کود پڑے اور جب نیچے گرے تو مسکرانے لگے۔ حضور ﷺ نے اُن سے مسکرانے کا سبب پوچھا تو عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! میں اتنی بلندی سے گرا ہوں مگر مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔“ فرمایا، ”یا علی (علیہ السلام)! تمہیں اُٹھانے والے محمد (ﷺ) اور اُتارنے والے جبرائیل (علیہ السلام) تھے، تو پھر چوٹ کیسے

آتی؟“^① قدیم محدثین میں احمد بن حنبل اپنے مشہور آفاق مسند میں، مسند علی (علیہ السلام) کے ذیل میں دو جگہ درج کرتے ہیں اور حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی جو کہ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے ایک ہیں، اپنی ایک کتاب خصائص علویہ میں امیر المؤمنین حضرت علی (علیہ السلام) کی زبانی درج کرتے ہیں، ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود میرے لئے بیٹھے اور فرمایا تم میرے کاندھے پر چڑھو۔ آپ کا بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر کھڑے ہو گئے اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں آسمان سے جو چاہوں لے لوں یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ کے اوپر بلند ہو گیا اور اُس پر ایک زر و بیتل کی صورت تھی جسے میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت دینے لگا یہاں تک کہ میں نے اُسے بالکل ہلا دیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب اس کو گرا دو۔ میں نے اُس کو اوپر سے نیچے پھینکا تو وہ اس طرح ٹوٹی جیسے شیشے ٹوٹتے ہیں۔“^②

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ میں بلندی پر واقع بتوں کو توڑنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی (علیہ السلام) سے فرمایا کہ تم باریت نہیں اٹھا سکتے اس لئے مجھے اٹھانے کی بجائے تم میرے کاندھوں پر سوار ہو جاؤ اور یہ بت توڑو۔

میں جتنا اس مکالمے پر غور کرتا جاتا ہوں میرا دماغ اتنا ہی الجھتا جاتا ہے۔ میری یہ مجال نہیں کہ فرمانِ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی شک کروں یہ تو بس میری عقل ناقص کی نارسائی ہے جس نے الجھار کھا ہے کہ محدثین و مؤرخین آخر کہنا کیا چاہتے ہیں؟ جناب رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو علی (علیہ السلام) کا اپنے کاندھوں پر اٹھانا باریت اٹھانے کے مصداق تو نہیں ہو سکتا، ہاں باری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو سکتا ہے۔ اگر یہ صاحبانِ علم باری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی باریت مانتے ہیں تو پھر وہ بارشپ، ہجرت براق نے یا خنجر دُل دُل نے یا گھوڑے حیزوم نے یا اونٹنی قصویٰ نے کیسے اٹھایا جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۲۸، ۳۲۹

② علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۵۳، بحوالہ احمد بن حنبل، مسند احمد مطبوعہ مصر ۳۶۶ ہجری ص ۵۸۔

حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ ہجری)، خصائص نسائی مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۴

سواری کیا کرتے تھے؟ کیا وہ جانور، درخیز کو اکھاڑ کر سپر بنانے والے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے زیادہ طاقتور تھے؟ اگر علماء کرام اس معاملے میں جانوروں کو کسی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین، دادا حضرت عبدالمطلب، چچا حضرت ابوطالب، دیگر اعرہ و اقربا اور خدمتگاران وغیرہ جو اپنی اپنی آغوش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت میں اٹھاتے رہے، انہوں نے وہ بار رسالت کیسے اٹھالیا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت نبی اللہ نہیں تھے؟ میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ بات بار نبوت اٹھانے کی نہیں بلکہ کچھ اور ہی رہی ہوگی جو تاریخ کے اوراق میں کہیں گم ہو گئی ہے یا کر دی گئی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان

بروایت نماز ظہر کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر گئے اور آواز بلند اذان کہی۔ اللہ وحدہ لا شریک کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان مشرکین مکہ کے کانوں تک پہنچا تو وہ بدخصلت اور بد بخت طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کسی نے کہا فلاں اور فلاں خوش قسمت تھے جو دنیا سے چلے گئے اور آج یہ اذان سننے کے لئے باقی نہ رہے۔ ابوسفیان بولا، ”میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جاسوسوں سے ڈرتا ہوں کہ مبادا ہماری گفتگو سن کر ان تک پہنچا دیں۔“^(۱)

مکہ میں مختصر قیام

فتح مکہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف روایات کے مطابق، پندرہ (۱۵) دن، سترہ (۱۷) دن یا اٹھارہ (۱۸) دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ زیادہ تر راوی اس پر متفق ہیں کہ اس تمام عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز قصر ادا فرمائی۔^(۲)

^(۱) آیت اللہ جعفر سبحانی، دی میسج

^(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۶۳۳، بحوالہ المواہب اللدنیہ

اور بحوالہ ترمذی۔ علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۵۷۰ بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۹

غزوہٴ حسنین

(شوال ۸ ہجری / جنوری فروری ۶۳۰ء)

مکہ مکرمہ سے طائف کے راستے میں ”حنین“ نام کا ایک چشمہ ہے، شوال سنہ ۸ ہجری میں یہ غزوہ اُس چشمے کے قریب واقع ہوا اس لئے اسے غزوہٴ حنین کہا جاتا ہے۔ اس لڑائی میں مخالف قبیلہ ”ہوازن“ تھا اس نسبت سے اسے غزوہٴ ہوازن بھی کہتے ہیں۔

فتح مکہ تک عرب کے تقریباً تمام قبائل مطیع ہو چکے تھے سوائے قبیلہٴ ہوازن اور ثقیف کے جو اسلام کے خلاف شدید کینہ اور بغض و عناد رکھتے تھے۔ یہ دونوں قبیلے بہت مالدار اور جنگجو تھے۔ ان کے پاس جدید اسلحے کی بہتات اور تربیت یافتہ سپاہیوں کی بھاری نفری موجود تھی۔ اپنی عسکری قوت کی بدولت انہیں یہ زعم تھا کہ ہم بڑی آسانی سے اسلامی حکومت کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

فتح مکہ کے بعد ان دونوں قبیلوں کے سردار آپس میں ملے اور متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کا منصوبہ بنایا۔ اُن کا خیال تھا کہ مسلمان مکہ والوں پر غلبہ حاصل کرنے میں اس لئے کامیاب ہوئے تھے کہ قریشِ فہرِ حرب کے ماہر نہیں تھے اور ہم چونکہ اس میں حاکم ہیں اور بہترین عسکری قوت و مہارت رکھتے ہیں اس لئے وہ ہمیں مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ ہم انہیں شکست فاش دے کر نیست و نابود کر دیں گے۔ انہوں نے سوچا، ”اس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ فتح کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوں، ہم اُن پر حملہ کر دیں۔“

چنانچہ قبیلہٴ ہوازن کا سردار مالک بن عوف نفری اور قبیلہٴ ثقیف کا سردار کنانہ بن عبد یلیل ثقفی چار ہزار (۴۰۰۰) کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں ہوازن اور ثقیف کے علاوہ قرب و جوار کے قبائل بھی شامل تھے۔ مالک بن عوف اپنی فوج کے ساتھ اسلامی لشکر سے پہلے ہی وادی حنین میں داخل ہو گیا۔ اُس نے اپنے سپاہیوں کو گھات میں بٹھادیا تاکہ جو نبی لشکرِ اسلام

وہاں پہنچے تو اچانک تیر اندازی شروع کر کے اُسے وہیں چھلنی کر دیا جائے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو اُن کے ناپاک عزائم کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ فوراً اُن کی سرکوبی کو روانہ ہو گئے۔ بروایت وہ ہفتہ، ۶ شوال ۸ ہجری کا دن تھا اور آپ ﷺ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مدنی مجاہدین اور دو ہزار (۲۰۰۰) ”طلقاء و حلقاء“ (مکہ کے وہ لوگ جنہیں فتح مکہ کے موقع پر عام معافی دی گئی تھی) کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ ۱۰ شوال بروز منگل رات کے وقت وادی حنین میں داخل ہوئے۔ اسلامی لشکر کی کثرت اور شان و شوکت کو دیکھ کر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے غرور سے کہا، ”آج ہم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ حضور ﷺ کو اُس شخص کی یہ بات پسند نہ آئی اور آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو ہزیمت اور شستگی کی جو صورت پیش آئی اُس کا سبب یہی (کلمہ غرور) تھا تا کہ مسلمان جان لیں کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور تیاری پر منحصر نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔^①

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا، ”لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحَّبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ“^②

(بیشک اللہ نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی ہے اور (اے مسلمانو!) حنین کے موقع پر بھی جب تمہاری کثرت تعداد نے تمہیں مغرور کر دیا تھا مگر اس (کثرت) نے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔)

حنین کی وادی تنگ اور دشوار گزار گھاٹیوں پر مشتمل تھی۔ جگہ جگہ گڑھے اور کھائیاں تھیں۔ لشکر کا ایک

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۶۷

② سورة التوبة، آیت ۲۵

ساتھ گزرنا ممکن نہیں تھا اس لئے لوگ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں اُن گھاٹیوں میں داخل ہو گئے۔ یہ کافروں کے منصوبے کے عین مطابق تھا اس لئے اُنہوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی کمین گاہوں سے نکل کر ایک دم ہلہ بول دیا۔ مسلمان تیروں کی منہ زور بارش سے بوکھلا اُٹھے اور متفرق و متنازل ہو کر پیچھے بھاگنے لگے۔ کفار کے منظم اور منجھے ہوئے سپاہیوں نے بھاگتے ہوئے مسلمانوں کا پیچھا کیا تو جذبہ ایمانی سے سرشار ہونے کا دعویٰ کرنے والے کثیر مسلمان اپنے ایمان کا بار حنین کی گھاٹیوں میں پھینک کر اور رسول معظم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر، اُحد کی تاریخ دُہراتے ہوئے فرار ہو گئے اور لشکرِ اسلام میں ایسا تفرقہ پڑا کہ معدودے چند مومن ہی اپنی جگہ ڈٹے رہ گئے۔

اُن ثابت قدم دلاوروں میں سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام، حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ، پسران حضرت عباسؓ، ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ، زبیر بن عبدالمطلبؓ، عقیل بن ابی طالبؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور چند اور صحابہ کرامؓ تھے۔^①

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے اس کو یوں روایت کیا ہے، ”ہم لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ جب حنین کی وادی میں پہنچے تو وہاں بہت طولانی نشیبی رامتھا اور وہ لوگ پہلے سے ہی اس وادی میں ادھر ادھر چھپ گئے تھے۔ بس اک دم مردانِ جنگی کے بڑے بڑے رسالے ہاتھوں میں تلواریں، لوہے کے گرز اور نیزے لئے ہوئے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ وہ سب ایک ساتھ حملہ آور ہوئے تھے اس پر تمام آدمی (مسلمان سپاہی) پسپا ہوئے اس طرح کہ ایک دوسرے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ رسولِ خدا ﷺ دائیں جانب آگے بڑھے، اس عالم میں کہ آپ کے مرکب (گھوڑے) کو صرف نو (۹) جان باز جو کہ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے گھیرے ہوئے تھے۔“^②

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۶۹

② علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۰

مؤرخین نے اس کی منظر کشی یوں کی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے تلوار کھینچے ہوئے کھڑے تھے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکب کی نیام پکڑے ہوئے تھے، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف اور مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے۔^(۱)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ”تمام مسلمانوں نے آج کے دن پیٹھ دکھائی، صرف چند آدمی تھے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برقرار تھے۔“^(۲)

جب تمام لوگ تتر بتر ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند جانبازوں کے ساتھ تنہا رہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرکب پر دونوں رکابوں پر زور دے کر کھڑے ہوئے، خداوند عالم سے فتح و نصرت کی دعا فرمائی اور پھر بھاگتے ہوئے اصحاب کو حدیبیہ والی بیعت یاد دلا کر اور لٹکا کر اُن کی کمزوری پر سختی کے ساتھ متنبہ کیا۔^(۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان بھاگنے والوں کو پکارو اور انہیں اس طرح آواز دو، ”اے گروہ انصار! اور اے اصحاب سرہ!“ (سرہ اُس درخت کا نام ہے جس کے نیچے حدیبیہ کے موقع پر ”بیعت رضوان“ واقع ہوئی تھی)^(۴) گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن بھاگنے والوں کو بیعت رضوان (اس کی تفصیل حدیبیہ کے باب میں دی جا چکی ہے) کا حوالہ دے کر بلوایا کہ تم نے تو نہ بھاگنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

اُس موقع پر ایک مسلمان خاتون اُم سلیم بنت ملحان بھی وہاں موجود تھی۔ وہ ہاتھ میں خنجر لیے اپنے شوہر ابو طلحہ کے اوٹ کو سنبھالے کھڑی تھی اور مسلمانوں کے فرار کا منظر بھی دیکھ رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا، ”اے اُم سلیم! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“ اُم سلیم نے اپنی وہاں

^(۱) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۱ بحوالہ الشیخ جواد مفتی، الامام علی علیہ السلام، ص ۱۳۳

^(۲) حافظ ذہبی، العبر فی اخبار من غیر، ص ۱۱۹

^(۳) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۳

^(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۷۱

موجودگی کا سبب بیان کیا اور عرض کیا، ”حضور (ﷺ)! آپ (ﷺ) ان مشرکوں سے جنگ کیجئے اور مجھے اجازت دیں کہ میں اُن مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کروں جو آپ (ﷺ) کو تنہا چھوڑ کر بھاگے چلے جا رہے ہیں کیونکہ وہ یقیناً واجب القتل ہیں۔“ رسول اللہ (ﷺ) نے اُم سلیمؓ کی واجب القتل والی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا، ”اویکفی اللہ یا اُمہ سلیمہ“، یعنی جانے دو اے اُم سلیم! انہیں خدا ہی سمجھے۔^①

حضرت عباسؓ بہت بلند آواز تھے۔ انہوں نے بھاگتے ہوؤں کو پکارا تو اُن کی آواز پر تقریباً سو کے قریب لوگ پلٹ آئے اور دوبارہ جنگ کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضور اکرم (ﷺ) اُن کی حوصلہ افزائی کے لئے میدان میں تشریف لائے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے حضرت عباسؓ سے مٹھی بھر سنگریزے یا ایک مشت خاک طلب فرمائی اور اُس پر ”شاهت الوجوه“ (ان کے منہ پھر جائیں) پڑھ کر اُسے دشمنوں کی جانب پھینک دیا۔ وہ خاک یا سنگریزے کافروں کے تمام لشکریوں کے چہروں پر پڑے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ اُن کی آواز سے یوں لگتا تھا جیسے آسمان سے کسی طشت میں پھینکے گئے ہوں۔ ہوازن کے لشکریوں کا کہنا تھا کہ وہ سنگریزے ہم سب کی آنکھوں میں پڑے اور ہم مضطرب و خوفزدہ ہو گئے۔ اُن سے ایسی خوفناک آوازیں آرہی تھیں جیسے طشت پر ہتھوڑا مارا جا رہا ہو۔ اس دوران آسمان پر سیاہ بادل سا نمودار ہوا جو ہمارے اوپر چھا گیا، پھر سیاہ چیونٹیوں سے تمام میدان لبریز ہو گیا اور زمین و آسمان کے درمیان ہر طرف سفید لباس گھڑسوار نظر آنے لگے۔ ہم میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اُن کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ سکیں۔ بقولے وہ ملائکہ تھے جو یوم بدر کی طرح اہل ایمان کی اعانت کے لئے آئے تھے مگر محققین کہتے ہیں کہ انہوں نے بدر کی طرح حنین میں جنگ نہیں کی تھی بلکہ محض مسلمانوں کی تقویت کے لئے نازل ہوئے تھے۔ پس، فتح آخر کار مسلمانوں کا مقدر بنی۔

① علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۶۵، بحوالہ طبری ص ۶۶۳

علامہ علی نقی نقوی صاحب، تاریخ اسلام میں رقمطراز ہیں کہ اس جنگ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے یا ہتھیار ڈالنے والے افراد بکثرت شامل تھے۔ وقت کی سختی نے اُن میں سے بہت سوں کے دلوں کے اندر چھپے ہوئے جذبوں کو نمایاں کر دیا تھا جن سے پتا چل گیا کہ بے بسی کے عالم میں اُس اظہارِ اسلام یا ظاہری اتحادِ عمل کی کوئی اصلیت نہیں تھی۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں شکست کے ذمہ دار بھی وہی لوگ تھے کیونکہ ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن کی قیادت کر رہا تھا اور دشمن کے جان توڑ حملوں کے شروع ہوتے ہی اُس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ راہ فرار اختیار کر لی تھی جس کے بعد پوری جماعت کے قدم اُکھڑ گئے۔ اُس شکست سے خوش ہو کر ابوسفیان نے چیخ کر کہا تھا، ”اب سمندر کے ادھر ان کی پسپائی رُک نہیں سکتی۔“ ^(۱) کچھ مؤرخین نے اس جملہ کے ساتھ ساتھ صراحت کی ہے کہ اب تک اُس کے ترکش میں ”ازلاہ“، یعنی وہ پانسے موجود تھے جو اُس کے زمانہ شرک کی یادگار تھے۔ ^(۲)

اس معرکہ میں جو بروایت ۱۰ اشوال کو واقع ہوا، مشرکین کے ستر (۷۰) سے زیادہ لوگ قتل ہوئے جبکہ مسلمانوں کے صرف چار (۴) آدمی شہید ہوئے۔ ^(۳) اور اس میں بکثرت اموال غنیمت اور لونڈیاں اور غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ بروایت، قیدیوں کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) تھی، بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) اُونٹ اور بے شمار نقد و جنس تھا۔ بعض مؤرخین نے اس سے بھی زیادہ مال غنیمت بیان کیا ہے۔ اُن کے مطابق اُونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور تقریباً ایک من چاندی تھا۔ ^(۴)

^(۱) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۲ بحوالہ الامام علی طبع بیروت ص ۱۲۲

^(۲) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۲ بحوالہ تاریخ طبری ص ۱۶۲، کامل ابن اثیر، ج ۲ ص ۲۶۳

^(۳) دفتینہ الاسلام، ص ۱۷۴

^(۴) علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری، ج ۱ ص ۱۳۳

جنگِ اوطاس و طائف

حنین کی شکست کے بعد کچھ مشرکین ”وطاس“ کی طرف بھاگ گئے جبکہ قبیلہ ثقیف اور اُن کے ساتھی ”طائف“ جا کر مورچہ بند ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اوطاس والوں کے تعاقب میں حضرت ابو عامر اشعریؓ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا لیکن وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کے چچا زاد بھائی ابو موسیٰ اشعری نے جماعت کی کمان سنبھال لی اور بالآخر فتح سے ہمکنار ہوئے۔^(۱)

طائف ایک ایسا شہر تھا جس کے چاروں طرف مضبوط فصیل تھی اور اندر ایک مضبوط و مستحکم قلعہ تھا۔ یہاں کے لوگ خوشحال، فنِ حرب کے ماہر اور جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے۔ اُنہوں نے قلعے میں محصور ہو کر چاروں طرف منجنیقیں نصب کر لیں، اہم مقامات پر تیر انداز متعین کر دیے اور متوقع اسلامی لشکر کو روکنے کے لئے پوری طرح تیار اور مستعد ہو گئے۔

شوال کے مہینے میں رسول اعظم ﷺ خود اُدھر متوجہ ہوئے اور دس دن تک اُن کا محاصرہ کئے رکھا۔^(۲)

بروایت آپ ﷺ نے اپنی قیادت میں فوج کو طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا اور خالد بن ولید کو مقدمۃ الجیش کا سالار مقرر کر کے پہلے روانہ کر دیا۔ اسلامی لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر کے پہلی مرتبہ قلعہ شکن آلات، دبانہ اور منجنیق استعمال کیے لیکن اہل قلعہ محاصرین سے زیادہ اس فن میں ماہر تھے اور پھر وہ قلعے کے اوپر بلند اور محفوظ مقامات میں تھے لہذا وہ بروقت جوابی کارروائی کر کے اور حملہ آوروں کو نقصان پہنچا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ محاصرہ بیس دن تک رہا۔^(۳)

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ طائف کے محاصرہ کے دوران نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ علیہ السلام

^(۱) علامہ علی نقوی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۶۷

^(۲) ابو الفداء (متوفی ۱۳۳۱ء)، تاریخ ابوالفداء، ج ۱ ص ۱۵۳

^(۳) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم ﷺ، ص ۶۱۸

کو حکم دیا کہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گرد و نواح میں پھیل جائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرب و جوار کے دشمنوں سے جنگ و قتال کی، ہوازن و ثقیف کے بتوں کو توڑ دیا اور مشرکوں کے آثار و دیار کو بردباد کر کے بارگاہ رسالت میں لوٹ آئے۔ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ پاک علی علیہ السلام کے روئے منور پر پڑی تو آپ ﷺ نے تکبیر بلند کی اور خلوت و تنہائی میں خفیہ طور پر بہت سی باتیں علی علیہ السلام کو ہدایت فرمائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اُس خلوت و تنہائی کا دورانیہ طویل ہو گیا تو صحابہ کہنے لگے، ”عجب ہے کہ آپ ﷺ راز و نیاز کی باتیں اپنے چچا کے فرزند سے فرماتے ہیں اور دوسروں سے نہیں کہتے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”مَا أُنْجِيْتُهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ أُنْجَا“ (میں اُن سے راز کی باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے) مطلب یہ کہ میں از خود اُن سے وہ باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ مجھے حکم دیتا ہے تو میں اُن سے وہ باتیں کرتا ہوں۔^①

تاریخ ابن الوردي میں ہے کہ جنگ ہوئی جس میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اُن کے سردار کو قتل کیا اور وہ (دشمن) شکست کھا گئے۔^②

ایک وہ وقت تھا جب رسول کریم ﷺ پہلی مرتبہ مکہ سے طائف تشریف لے گئے تھے اور طائف والوں کے ظلم و ستم سے اہل وہان ہو گئے تھے، اُس وقت آپ ﷺ نے اہل طائف کے لئے بددعا نہیں کی بلکہ فرمایا کہ میں ان لوگوں کی تباہی و بربادی کے لیے کیوں بددعا کروں؟ اگر یہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو (نہ سہی) اُمید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور خدائے احد پر ایمان لانے والی ہوں گی۔ (تفصیل کتاب ہذا کے باب ”طائف“ میں بیان کی جا چکی ہے) اور ایک یہ وقت تھا آپ ﷺ کے ساتھ اسلام کا لشکرِ عظیم تھا۔ اس موقع پر بھی بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے کہا کہ بنو ثقیف کے لئے بددعا فرمائیں۔ مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اب کی بار بھی بددعا سے اجتناب فرمایا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اپنے معبودِ برحق کی خدمت میں عرض کیا، ”اٰلہی! بنو ثقیف کو ہدایت دے کہ وہ میرے پاس چلے آئیں۔“

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۷۷

② ابن الوردي (متوفی ۱۳۴۹ء)، تاریخ ابن الوردي، ج ۱ ص ۱۳۳

انصار کا احساس محرومی

اور نبی اعظم ﷺ کا خطبہ ایجاز و بلاغت

حنین اور اُس کے بعد اوطاس و طائف کی مہمات سے فراغت حاصل ہوئی تو نبی مکرم ﷺ نے طائف سے واپسی پر جعرانہ میں قیام فرمایا اور حنین و اوطاس و طائف کا مالی غنیمت جواب تک کی مہمات میں حاصل ہونے والا سب سے زیادہ مال تھا، تقسیم فرمایا۔ لشکر اسلام میں اُس وقت قریش کے نو مسلم لوگوں کی جماعت بھی شامل تھی۔ آپ ﷺ نے اُن کی تالیف قلوب کے لئے مال غنیمت کا کثیر حصہ اُن کے درمیان تقسیم فرمایا یہاں تک کہ کافی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن کے حصے میں سو سو اونٹ آئے۔

آنحضرت ﷺ ایک بلند پایہ مدبر، عظیم ترین راہنما اور سراپا رحمت نبی ﷺ تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہِ نبوت جو دیکھ سکتی تھی عام انسانوں کے لئے اُس کا تصور بھی محال تھا چنانچہ انصار کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی حکمت عملی کو نہ سمجھ سکے اور قریش پر آپ ﷺ کی اس عنایت کثیر پر رنجیدہ ہو کر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے انصار کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے اُن کے درمیان تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھے۔ اُس موقع پر آپ ﷺ نے ایک ایسا خطبہ دیا جو مختصر ہونے کے باوجود فصاحت و بلاغت کا ایک بہترین نمونہ تھا۔ آپ ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

”کیا یہ سچ نہیں کہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت عطا فرمائی؟ تم منتشر و پراگندہ تھے، اُس نے میرے ذریعے تم میں وحدت و جمعیت پیدا کی؟ تم مفلس و تنگ دست تھے، اُس نے میرے ذریعے تمہیں تو نگر و خوشحالی دی؟“

آپ ﷺ کے ہر جملے پر انصار کہتے جاتے کہ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دفعتاً اپنا اندازِ تکلم تبدیل کیا اور فرمایا:

”نہیں۔ تم یہ کہو کہ اے محمد (ﷺ)! جب لوگوں نے آپ (ﷺ) کی تکذیب کی تو ہم نے

آپ (ﷺ) کی تصدیق کی۔ لوگوں نے آپ (ﷺ) کو چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ آپ (ﷺ) مفلوک الحال آئے تھے تو ہم نے آپ (ﷺ) کی ہر طرح سے مدد کی۔“ پھر ذرا رُک کر فرمایا:

”تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا کہ تم نے سچ کہا۔ لیکن اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اور لوگ تو اُونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو اپنے گھر لے جاؤ؟“ انصار کے دلوں پر آپ (ﷺ) کے کلام کا ایک ایک لفظ رقت طاری کر رہا تھا، تڑپ کر بولے، ”ہمیں صرف محمد (ﷺ) چاہیے، اور کچھ نہیں۔“^① آپ (ﷺ) نے اُن کے لئے مزید سرمایہ فخر فراہم کرتے ہوئے فرمایا:

”انصار میرے خاص بھروسے والے ہیں، اگر دنیا ایک طرف ہو اور دوسری طرف انصار تو میں انصار ہی کی طرف جاؤں گا۔ خدایا! انصار کی بخشش فرما، ان کی اولاد اور اولاد در اولاد کو بخشش سے مالا مال فرما۔“^②

جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ کا یہ خطاب اُن کر انصار میں گریہ کا شور بلند ہوا، اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور وہ چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ ہم پیغمبر خدا (ﷺ) کو اپنے حصے میں لینے پر بالکل راضی و خوشنود ہیں۔“^③

حضرت ابراہیم کی ولادت

(شوال ۸ ہجری / فروری ۶۳۰ء)

شوال ۸ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی۔^④

① محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ہجری)، طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۵۸

② علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوری، ص ۱۳۵، ۱۳۶

③ کامل ابن اثیر، ج ۲ ص ۲۷۲

④ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۸۵

سنہ ۹ ہجری

غزوہ تبوک، غزوہ بھیش العسرت، غزوہ فاضحہ

(رجب ۹ ہجری / نومبر ۶۳۰ء)

مدینہ منورہ اور شام کے درمیان، مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ایک خطہ ارضی ہے جسے ”تبوک“ کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے جو اُس جگہ پر واقع تھا۔ اس مہم میں لشکرِ اسلام کا سفر اُسی چشمہ پر تمام ہوا تھا اس وجہ سے اس کو غزوہ تبوک کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس واقعہ کے باب میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ آخری حد وہ ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو۔ ”بوک“ کے لغوی معنی ہیں کہ لکڑی وغیرہ سے اتنی گہری زمین کھودنا کہ پانی نمودار ہو جائے۔ صحاح میں مذکور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے صحابہ اس چشمہ پر پہنچ کر اپنے پیالوں کو اس میں ڈال کر پانی کو ہلاتے تھے تاکہ پانی نکل آئے۔ فرمایا، ”تم وہاں اُترو گے اور پانی کو ہلا کر چشمہ سے نکالو گے۔“ پس اس بنا پر اس غزوہ کا نام تبوک رکھا گیا۔ اس غزوہ کو غزوہ فاضحہ بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں منافقین کی فضیحت و رسوائی بہت زیادہ ہوئی تھی۔ غزوہ بھیش العسرت بھی اسی غزوہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں لشکریوں کو مشقت و بھوک پیاس اور عسرت و تنگی سے بہت تکلیف دہ واسطہ پڑا تھا۔^①

تاریخ کی صراحت ہے کہ تبوک، پیغمبر خدا ﷺ کی زندگی کا آخری کا غزوہ تھا۔^②

۸ ہجری میں رومیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک قاصد کو شہید کر دیا تھا جس کے نتیجے میں اُسی سال جمادی الاول میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان موتہ کے مقام پر ایک بڑا ٹکراؤ ہوا

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۰۵

② محمد حسین بیگل، حیات محمد ﷺ، ص ۱۲۶

تھا۔ اُس مہم میں رومیوں نے اسلامی لشکر کے تین اہم سرداروں کو شہید کر دیا تھا اور مسلمانوں کی باقی ماندہ جماعت پسپا ہو کر مدینہ چلی گئی تھی۔ (اس کی تفصیل سر یہ موتہ میں بیان کی جا چکی ہے۔) اپنی اُس ادھوری کامیابی کی تکمیل کے لئے رومی بہت بے چین تھے اور مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی نومولود سلطنت کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ قیصر روم نے اپنی فوجوں کو اس مذموم مقصد کے لئے مرتب کرنا شروع کر دیا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ اُس کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملانے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ عسکری نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو عظیم سلطنت روم کی ناقابل تخییر فوجوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ آپ ﷺ بے شک نبی اللہ تھے اور اللہ کی نصرت پر یقین کامل رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ عظیم ماہر حربیات اور ایک بہترین سپہ سالار بھی تھے چنانچہ رومی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے بھی غیر معمولی لشکر کی فراہمی کے انتظامات فرمائے۔ ہمارا نقطہ نظر اس سلسلے میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جہاد میں کبھی بھی فوجی اکثریت پر انحصار نہیں کیا تھا بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی نصرت پر یقین کامل رکھتے تھے تو یہ اہتمام و انصرام رومیوں کی شکست کو یقینی بنانے کے لئے نہ تھا بلکہ اُن کمزور عقیدہ مسلمانوں کے اطمینان کے لئے تھا جو اُحد، موتہ اور حنین میں دشمن کی طاقت دیکھ کر حوصلہ ہار بیٹھے تھے اور راہِ فرار اختیار کر رہے تھے۔ ہمارے خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ تبوک کی اُس مہم میں کوئی جنگ ہوئی ہی نہیں اور آنحضرت ﷺ کو نبی اللہ ہونے کی وجہ سے اس کا علم بھی پہلے ہی سے تھا چنانچہ جب جنگ نہیں ہونا تھی تو پھر اتنے بڑے پیمانے پر فوج جمع کرنے کی وجہ کوئی اور ہی ہو سکتی تھی۔ پس تمام قبائل عرب کو، جن میں مسلمان اور مسلمانوں کے حلیف سبھی شامل تھے، جہاد میں شمولیت کے لئے خطوط روانہ کیے گئے اور فراہمی وسائل کے لئے مالی معاونت کرنے کو بھی کہا گیا۔ اس مالی امداد میں مومنین کے ساتھ ساتھ منافقین اور مؤلفۃ القلوب نے بھی حصہ لیا۔ (مؤلفۃ القلوب وہ مسلمان ہیں کہ جن کو

اگر کچھ مال دیا جائے تو اُن کی نظر میں اسلام کی قدر و قیمت بڑھے گی یا وہ کفار کہ جن کو اگر کچھ مال دیا جائے تو اسلام کی طرف راغب ہوں گے یا مسلمانوں کی جنگ میں مدد کریں گے اور ان کی طرف سے دفاع کریں گے۔^(۱)

اُن دنوں گرمی اپنے شباب پر تھی، سفر انتہائی کٹھن تھا اور عرب میں قحط سالی کا دور دورہ تھا جس کی وجہ سے فراہمی رسد کا مسئلہ درپیش تھا اور سواری کا انتظام بھی معقول نہیں تھا۔ مجاہدین کے لشکر کی تعداد تیس ہزار (۳۰۰۰۰) تھی جبکہ صرف دس ہزار (۱۰۰۰۰) گھوڑے میسر آسکے تھے۔ عالم یہ تھا کہ تین مجاہدین کے حصے میں ایک گھوڑا آیا تھا جس پر وہ باری باری سوار ہو سکتے تھے لیکن مجاہدین کی ایک بڑی تعداد اس سے بھی محروم رہ گئی تھی۔ پس اس عالم تنگدستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے لیکن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ساتھ نہیں لیا اور مدینہ ہی میں چھوڑ دیا۔

علی علیہ السلام کو مدینہ میں چھوڑنے کی وجہ

علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمراہ نہ لے جانا اور مدینہ منورہ میں ہی چھوڑ جانا غور طلب ہے۔ علامہ علی نقی نقوی صاحب، اس پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ”خالق کو تو معلوم ہی تھا کہ اس مہم میں جنگ ہونا ہی نہیں ہے اس لئے میدانوں کا سر کرنا جس کا کام تھا اُسے اس مہم میں ساتھ نہیں لے جایا گیا اور مدینہ میں چھوڑ دیا۔“^(۲)

شجاعت کے پیکر، مجسم علم و حکمت اور وفاؤں کے علمبردار ہمیشہ حساس اور رقیق القلب ہوتے ہیں، چنانچہ جب منافقین اور بدخواہ، علی علیہ السلام کے پاس آکر فقرے چست کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ساتھ کیوں نہیں لے گئے؟ ناراض ہیں کیا؟ تو آپ اُداس و پریشان ہو

^(۱) آیت اللہ سید تانی، آسان مسائل، حصہ دوم

^(۲) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۷۲

جاتے۔ پھر منافقین یہ افواہ اڑانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی (علیہ السلام) سے سخت ناراض ہیں اس لئے ہمراہ نہیں لے گئے۔ یہ جڑ چا اتنا بڑھا کہ علی علیہ السلام کا دل زخمی ہو گیا اور انہیں حقیقت حال کا انکشاف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے کرانے کے لئے مدینہ سے نکل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا پڑا۔ آپ نے زخم دل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عیاں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي“، یعنی کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پھر فرمایا، ”مدینہ کے لئے ضروری ہے کہ (یہاں) میں رہوں یا تم رہو۔“^①

صحیح بخاری میں یہ روایت یوں بیان کی گئی ہے، ”ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا، ہم سے یحییٰ بن سمیر قفان نے بیان کیا، اُن سے شعبہ نے، اُن سے حکم بن عتبہ نے، اُن سے مصعب بن سعد نے اور اُن سے اُن کے والد نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو علی علیہ السلام کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا۔ علی علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“^②

ایک وجہ تو علامہ علی نقی نقوی صاحب نے خود بیان کر دی کہ جنگ نہیں ہونا تھی اس لئے علی علیہ السلام کی وہاں ضرورت ہی نہیں تھی، دوسری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے بیان ہو گئی کہ مدینہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہاں میں رہوں یا پھر تم رہو، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں فرمایا؟ جب کہ پہلے کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ غزوات کے لئے عازم سفر ہوتے

① ابو الحسن المسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، التنبیہ والاشراف، ص ۲۳۶۔

② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک، حدیث نمبر ۴۴۱۶۔

وقت آپ ﷺ کسی نہ کسی صحابی کو مدینہ میں مقرر فرما جاتے تھے، اب ایسی کیا خاص وجہ تھی جو علی علیہ السلام سے یہ فرمان ہے تھے کہ ضروری ہے کہ یہاں میں رہوں یا پھر تم؟

ہمارے نزدیک اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے ایک مکمل اور طاقتور اسلامی ریاست کا قیام نہیں ہوا تھا اور مدینہ میں اسلام مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت پر مشتمل تھا جسے اندرونی سے زیادہ بیرونی محاذوں پر خطرات درپیش تھے کیونکہ ایک طرف تو مشرکین مکہ یعنی قریش تھے اور دوسری جانب یہودیوں اور منافقوں کے طاقتور قبیلے۔ اور اب، جبکہ تقریباً تمام بیرونی قوتیں، قریش اور یہودی قبیلہ وغیرہ مسخر و مطیع ہو چکے تھے اور ایک طاقتور اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی جس کا دار الحکومت مدینہ تھا تو دار الحکومت میں نبی اللہ ﷺ یا ان کے جانشین کا ہونا ضروری تھا چنانچہ آپ ﷺ نے علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

دوسری وجہ وہ جس کا حوالہ خود نبی اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو دیا تھا، یعنی موسیٰ علیہ السلام کا طُور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین اور قائم مقام بنانا اور قوم کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں دینا۔ پس، رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنایا اور موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا حوالہ دے کر اُمت پر واضح فرمایا کہ علی علیہ السلام اُسی طرح میرے جانشین ہیں جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تبوک کے مقام پر شعبان کے آخر میں پہنچے اور ماہ رمضان کے کچھ دنوں تک وہیں قیام فرمایا۔ ہر قل قیصر اُس وقت بقولے، حمص میں اور بروایتے، دمشق میں موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اُسے اپنی نقل و حرکت سے بے خبر نہیں رکھا بلکہ اُس کے ساتھ خط و کتابت فرماتے رہے۔ سلطنت روم سے بے خوفی کا یہ عملی مظاہرہ مسلمانوں میں اخلاقی مضبوطی اور اطراف و جوانب کے لوگوں پر اسلامی طاقت کے استحکام کا اثر قائم کرنے کا ذریعہ بنا جس سے اسلام اور مسلمانوں سے مرعوبیت کا اثر چاروں طرف پھیل گیا۔ چنانچہ ادھر ادھر کے ارباب اقتدار،

پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے زیرِ نگیں ہونے اور جزیہ دینے پر تیار ہوئے، گویا بجائے سلطنتِ روم کے باج گزار ہونے کے وہ اسلام کے باج گزار ہو گئے۔ ان لوگوں میں ایلہ، جرباء اور اذرح کے نام تاریخ میں موجود ہیں۔^①

رومیوں کو اپنے ذرائع سے مسلمانوں کی پیش قدمی، عسکری سرگرمیوں اور گردنواح کے قبیلوں کی اطاعت کا حال معلوم ہو چکا تھا چنانچہ وہ اس قدر حیران و مرعوب ہوئے کہ انہیں مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں بیس (۲۰) دن تک قیام فرما کر ان کا انتظار کیا اور آخر کار بغیر کسی لڑائی کے فتح یاب ہو کر واپسی کے لئے عازم سفر ہوئے۔

اصحابِ عقبہ

تبوک سے مدینہ کی طرف جانے والے دورِ راستے تھے۔ ایک میدانی راستہ تھا جو ہموار اور آسان تو تھا لیکن بہت طویل تھا جبکہ دوسرا پہاڑی راستہ تھا جو تنگ اور دشوار گزار گھاٹیوں پر مشتمل تھا لیکن نسبتاً مختصر تھا۔ اسلامی لشکر کو اسی راستے سے واپس مدینہ جانا تھا۔ واپسی پر رسول خدا ﷺ سے حسد و کینہ رکھنے والے چند بد بختوں نے منصوبہ بنایا کہ جب آپ ﷺ پہاڑ کی گھاٹی سے گذر رہے ہوں تو آپ ﷺ کو کسی گہرے کھڈ میں گرا کر شہید کر دیا جائے۔ یہ لوگ لشکر اسلام میں ہی موجود تھے اور انہیں اسی لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی سفر کرنا تھا۔ خداوند متعال نے اپنے محبوب ﷺ کو ان کی ناپاک سازش سے آگاہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ واپسی پر تمام لوگ میدانی راستہ اختیار کریں۔ پس لوگ میدانی راستے کی طرف مڑ گئے مگر آنحضرت ﷺ خود، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہ یمانیؓ کو لے کر گھاٹی والے راستے پر چل دیے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمارؓ اور حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ دونوں پایادہ ساتھ

① علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۷۲، ۴۷۳

چلیں۔ حضرت عمار ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کی مہارتھام لی اور جناب حذیفہ ؓ اُسے پیچھے سے ہنکانے لگے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور پیچھے دو جاں نثار بطور محافظ مقرر ہو گئے۔ کچھ دُور چلنے کے بعد عقب سے اُن لوگوں کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہوئے میدانی راستے کی بجائے گھاٹی والے راستے پر آرہے تھے۔ یہ وہی بد بخت تھے جو اپنی ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم عدولی پر غضبناک ہو گئے اور حضرت حذیفہ ؓ سے فرمایا کہ جا کر اُنہیں واپس کرو۔ حضرت حذیفہ ؓ تعمیل ارشاد میں فوراً ایک لاٹھی لے کر پیچھے مڑے اور آنے والوں کے گھوڑوں کے منہ پر مار مار کر اُنہیں پیچھے کی طرف موڑنے لگے۔ آنے والوں کے دل میں چور تھا اور وہ ایک گھناؤنے منصوبے پر عمل کرنے آئے تھے اس لئے اُنہوں نے ڈھاٹے باندھ کر منہ چھپا رکھے تھے۔ حضرت حذیفہ ؓ یمانی ؓ کی لٹھ بازی سے اُنہیں اندازہ ہو گیا کہ ہماری سازش بے نقاب ہو گئی ہے پس وہ گھبرا کر واپس بھاگے اور دوسرے راستے سے جاتی ہوئی فوج میں شامل ہو گئے۔

حذیفہ ؓ یمانی ؓ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیزی سے آگے بڑھنے کی ہدایت فرمائی، پھر اُن سے پوچھا، ”کیا تم نے اُنہیں پہچانا؟“ حذیفہ ؓ نے عرض کیا، ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اُنہوں نے ڈھاٹے باندھ رکھے تھے اس لئے پہچانے نہیں گئے، ہاں البتہ میں فلاں فلاں شخص کے گھوڑے کو پہچانتا ہوں۔“ فرمایا، ”جانتے ہو اُن کا منصوبہ کیا تھا؟“

حذیفہ ؓ نے کہا، ”نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!“

فرمایا، ”اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آئیں اور جہاں راستہ تنگ ہو اور موقع ملے تو وہ مجھے کھڈ میں گرا (کر شہید کر) دیں۔“

حضرت حذیفہ ؓ اور حضرت عمار ؓ یا سر ؓ نے کہا، ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو وہ لوگ واجب

اقتل ہیں، جب آپ ﷺ کے پاس آئیں تو اُن کی گردنیں مارنے کا حکم صادر فرمائیے۔“ فرمایا، ”نہیں! مجھے یہ پسند نہیں کہ لوگوں میں ایسا چرچا ہو کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہیں۔“ پھر فرمایا، ”تم دونوں اُن کے ناموں کو راز میں رکھنا اور اعلان نہ کرنا۔“ مشہور عالم دین اور مؤرخ علامہ علی نقی نقوی المعروف نقن صاحب لکھتے ہیں، تاریخ کے علاوہ کتب رجال اور حالات صحابہ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت حذیفہ ؓ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کی یعنی ”حامل راز پیغمبر خدا ﷺ“ کہے جاتے تھے اور اُنہوں نے عمر بھر رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر عمل کیا اور اُن لوگوں کی شخصیت کو ظاہر نہیں کیا۔ آپ آگے لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ عبد اللہ بن ابی راس المنافقین کی پارٹی کے افراد نہیں تھے جن کا نفاق عموماً طشت از بام ہو چکا تھا بلکہ اُن میں کچھ معزز شخصیتیں شامل تھیں جن پر پردہ پڑا ہوا تھا اور تاریخ میں تابعین میں سے ایک بڑے وسیع النظر محدث اور مؤرخ اعمش کا صراحتاً یہ قول ہے کہ وہ بارہ (۱۲) آدمی تھے جن میں سات (۷) قریش میں سے تھے۔^① وہ جماعت، تاریخ میں ”اصحاب عقبہ“ یعنی گھاٹی والے اصحاب کے نام سے مشہور ہے۔^②

ہذا طیبہ

تبوک کے طویل، کٹھن اور صبر آزماسفر کے بعد رسول خدا ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو چہرہ اقدس سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مدینہ سے اتنی لمبی جدائی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی چنانچہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا، ”هَذَا طَيْبَةٌ“ (یہ رہی پاک سرزمین) اور کوہ احد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، ”اس پہاڑ کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں اس سے ہے۔“^③

① علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۷۲، ۷۳۔ علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری، ص ۱۱۶

② علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۷۳۔ ابوالحسن مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، التنبیہ والاشراف، ص ۲۳۶

③ علامہ طبری (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری، ص ۱۳۱

راس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کی موت

رسول معظم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو راس المنافقین عبداللہ بن اُبی واصلِ جہنم ہو گیا اور خداوند متعال نے مسلمانوں کو ایک زہریلے مارِ آستین سے نجات عطا فرمائی۔ اُس شیطان کے دل میں یثرب کا بادشاہ بننے کی آرزو تھی جو بدلتے ہوئے حالات کے باوجود ختم نہ ہوئی بلکہ حسرت بن کر اس کے دلِ ناپاک میں اس طرح جاگزیں ہو گئی کہ وہ ہمہ وقت اس طلب و جستجو میں رہنے لگا کہ کسی طرح خانہ جنگی شروع ہو جائے یعنی انصار اور مہاجرین میں ٹھن جائے اور انصار انہیں مدینہ سے نکال باہر کریں تاکہ اُس کے بادشاہ بننے کے امکانات پھر روشن ہو جائیں۔ چنانچہ کبھی وہ انصار کو بھڑکاتا تھا اور کبھی مہاجرین کو ہوا دیتا تھا، اور جب کامیابی نہیں ہوتی تھی تو یہودیوں کو ورغلاتا تھا اور مشرکین مکہ کو اُکساتا تھا۔ اُس نے قدم قدم پر سازشوں کے جال بچھائے لیکن جب خالقِ عالم اپنے نبی ﷺ کو عزت و بلند مرتبہ اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنا چاہے تو عبداللہ بن اُبی جیسے شیاطین کی کیا حیثیت تھی کہ کسی مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکتے۔

مسجد ضرار کی تخریب کاری

(۹ ہجری / نومبر ۶۳۰ء)

رسولِ خدا ﷺ جب تبوک کی مہم پر روانہ ہو رہے تھے تو چند منافق اور چرب زبان لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے بیماروں اور کمزوروں کو موسم کی سختیوں سے پناہ دینے کے لئے ایک مسجد بنائی ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ ﷺ وہاں قدم رنجہ فرما کر اپنی نماز سے اس مسجد کو مشرف بنائیں اور ہم پر احسان فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ اس وقت تو میں مصروفِ جہاد ہوں، اگر واپس آیا اور خدا نے چاہا تو وہاں پر نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ تبوک کی مہم سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہوئے موضع ذی آوان پہنچے تو وہ منافق پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اپنا وعدہ یاد دلاتے ہوئے پھر وہی درخواست پیش کی۔ اُس وقت جبرائیل علیہ السلام

یہ آیات لے کر حاضر ہوئے: ^(۱)

”وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلِيَحْلِفُنَ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٥٠﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لِمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رَجَاءٌ لِّمُحِبِّيهِ ۖ وَيُحْبَبُونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿٥١﴾“
(اور) منافقین میں سے) وہ لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنائی کہ نقصان پہنچائیں، کفر کریں اور مؤمنین میں تفرقہ ڈالیں۔ اور ان لوگوں کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا و رسول (ﷺ) سے جنگ کر چکے ہیں وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (اے رسول ﷺ!) آپ ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔ بے شک وہ مسجد جس کی اول دن سے تقویٰ و پرہیزگاری پر بنیاد رکھی گئی ہے اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں (مسجد قبا و مسجد نبوی) جس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک و صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک و صاف رہنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔)

پس، رسول اللہ ﷺ نے مالک بن خثم، مالک بن عدی اور کچھ اور لوگوں کو بلایا اور حکم دیا کہ اس مکان کو جسے ان ظالموں نے بنایا ہے اکھاڑ کر پھینک دو۔ فوراً تعمیل ارشاد نبی گرامی ﷺ ہو گئی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اُس جگہ کو اکھاڑ پھینکنے کے بعد مدتوں وہاں سے دھواں نکلتا رہا۔ وہ جگہ رفتہ رفتہ کوڑا گھر بن گئی اور ہر قسم کی پلیدی و نجاست اُس جگہ پر ڈالی جانے لگی۔ ^(۲)

وہ جگہ مسجد قبا کے روبرو تھی۔ اُس کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے وہاں قبیلہ بنی خزرج کے اکابرین میں سے ایک شخص ابو عامر راہب رہتا تھا۔ اُس نے دین نصرانیت اختیار کر رکھا تھا، توریت و انجیل کے علم کا ماہر تھا اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ وہ اہل مدینہ کے سامنے نبی آخر الزمان ﷺ کے اوصاف و شمائل بیان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا

^(۱) سورة التوبة، آیت ۱۰۷، ۱۰۸

^(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۱۷

کہ میں نے آپ ﷺ کے یہ اوصاف جن ملک سے سُن رکھے ہیں۔ لیکن جب نبی اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور شہر کے لوگ آپ ﷺ کے اوصاف و جمال کے شیفہ و شیدا ہو گئے تو وہ شفی الباطن شخص اس وجہ سے حسد و کینہ میں مبتلا ہو گیا۔ اُس کے دل میں دنیاوی جاہ و حشمت اور سرداری کی اُمنگ پیدا ہو گئی اور وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے حیلے کرنے لگا اور حضور ﷺ کی متابعت سے روکنے لگا۔ جب لوگوں نے اُس سے کہا کہ تُو ہی تو ہمیں نبی اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ سنایا کرتا تھا اور ہمارے سامنے آپ ﷺ کی نعت خوانی کیا کرتا تھا تو اب کیا ہوا جو ہمیں اُن کی پیروی سے روکتا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی صفات میں بیان کیا کرتا تھا، یہ تو کوئی اور ہیں جو اُن کے مشابہ ہیں اور اُن کا ظہور تو ابھی ہونا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اُسے بلایا اور اسلام کی دعوت دی مگر اُس نے قبول نہ کی اور راہِ عناد و سرکشی اختیار کر لی۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد وہ مکہ مکرمہ چلا گیا اور قریش کو آنحضرت ﷺ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ غزوہ اُحد میں کفار کی طرف سے سب پہلا تیر چلانے والا بھی یہی بد بخت تھا اور اس وجہ سے مسلمان اسے فاسق کہا کرتے تھے۔ غزوہ اُحد کے بعد وہ روم بھاگ گیا۔ بروایتِ وہ جنگ حنین میں بھی تھا اور وہاں سے ہرقل کی طرف فرار ہو کر اُس کا ملازم و مقرب بن گیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ ہرقل سے ایک لشکر لے کر نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کرنے نکلے لیکن ایسی کوئی صورت نہ بن آئی، پھر اُس نے وہاں سے مدینہ کے منافقوں کو خط لکھا کہ تم مسجدِ قبا کے مقابل اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد بناؤ تاکہ میں واپس آ کر وہاں بیٹھوں اور افادہٴ علوم میں مشغول ہو جاؤں۔ وہ مسجد میرے اور تمہارے درمیان کمین گاہ کی طرح ہوگی تاکہ وہاں جمع ہو کر سوچ بچار اور صلاح مشورہ کیا کریں۔ پس منافقوں نے اُس مسجد کی تعمیر شروع کر دی جو رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپسی تک مکمل ہو چکی تھی۔^①

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۱۶، ۴۱۷

خانہ کعبہ میں مشرکوں کے داخلے پر پابندی، ایک تاریخی اعلان

(ذیقعد ۹ ہجری / فروری مارچ ۶۳۱ء)

سنہ ۹ ہجری میں سورۃ التوبہ جسے سورۃ برائت بھی کہتے ہیں، نازل ہوا جس میں اللہ رب العزت نے مسجد الحرام میں مشرکوں کے داخلے پر پابندی لگا دی۔ چنانچہ ارشاد الہی ہوا: ^①

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ۖ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِن شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“ ^②

(اے ایمان والو! مشرکین سراسر ناپاک ہیں سو وہ اس سال (سنہ ۹ ہجری) کے بعد مسجد الحرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ اور اگر تمہیں ان کی آمد و رفت کے بند ہونے سے تنگدستی کا اندیشہ ہے تو عنقریب خدا اپنے فضل و کرم سے تمہیں تو نگر بنادے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے)

تاریخ وحدیث کی متفق علیہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورۃ کی آیات کو پہلے حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کیا اور پھر پیغام ربانی کی بناء پر آپ ﷺ نے اُن سے واپس لے کر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حوالے کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس میں نام کی صراحت تھی کہ ان آیات کو یا آپ پہنچائیے یا علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ ^③

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ پیغام یہ تھا، ”لا يبلغ هذا الا انت اور جل من اهلك“ (اے یا تو آپ ﷺ) خود پہنچائیے یا ایسا شخص پہنچائے جو آپ ﷺ کے اہل میں سے ہو) ^④ مندرجہ بالا پیغام میں ”من اهلك“ کے الفاظ کو مفسرین نے دو معانی میں استعمال کیا ہے، ایک

① سورۃ التوبہ، آیت ۲۸

② علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۷۸-۷۹۔ علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری، ص ۱۳۱

③ احمد ابن ابویعقوب ابن جعفر ابن وہب ابن واضح البیہقی (متوفی ۲۸۴ھجری)، تاریخ یعقوبی، ص ۷۶

یہ کہ اس جملے میں ”اہل“ سے مراد اہلبیت رسول ﷺ لی جائے۔ اس معنوی اعتبار سے یہ فضیلت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی کو حاصل ہوتی تھی۔ دوسرے اگر ”اہل“ کو ”حامل اہلیت“ کے مفہوم میں استعمال کیا جائے تو بھی حضرت علی علیہ السلام ہی اس کے مصداق ہو سکتے تھے کیونکہ علی علیہ السلام نہایت جری ودلیر ہونے کے ساتھ ساتھ فصیح اللسان خطیب بھی تھے۔ اُن کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر قائم تھی اور وہی دنیاۓ شرک کے حلقے میں کھڑے ہو کر نہ صرف سورۃ برائت کی تلاوت کر سکتے تھے بلکہ نہایت فصاحت و بلاغت سے اس کی تفسیر اپنے لفظوں میں بھی بیان کر سکتے تھے۔ پس، وہ آیات مبارکہ لے کر حضرت علی علیہ السلام روانہ ہوئے۔

ایک مصری مؤرخ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں، ”حضرت علی علیہ السلام مجمع میں کھڑے ہوئے جب کہ وہ لوگ مناسک حج ادا کر رہے تھے تو آپ نے سورۃ توبہ کی ان تمام آیتوں کو پڑھ کر سنایا۔ جب تلاوت ختم کر چکے تو ذرا دیر رُکے پھر بلند آواز سے مجمع کو مخاطب کیا (اور لوگوں کے متوجہ ہونے پر فرمایا)، ”اے لوگو! یقین مانو کہ بہشت میں کوئی کافر نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد سے کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور اب خانہ کعبہ کا کوئی برہنہ (شخص) طواف نہیں کرے گا (اس سے پہلے مشرکین خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر بھی کیا کرتے تھے۔ مؤلف) اور جس کا پیغمبر خدا ﷺ سے کوئی معاہدہ ہو وہ بس اتنی مدت تک کے لئے تھا۔“

حضرت علی علیہ السلام نے چیخ چیخ کر یہ حکم سنائے پھر اُن تمام لوگوں کو آج کے بعد سے چار مہینے کی مہلت دی کہ ہر گروہ اپنے مقام اور اپنے ملک تک، جہاں سے وہ آئے تھے وہاں واپس پہنچ جائے اور بس آج کے دن (تک)، پھر (اس کے بعد) کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور کسی نے برہنہ حالت میں کعبہ کا طواف نہیں کیا اور آج کے دن سے وہ بنیاد قائم ہوئی جس پر اسلامی حکومت کی عمارت قائم ہوئی۔“ پھر لکھتے ہیں، ”حضرت علی علیہ السلام نے سورۃ برائت کی ان آیات کو صرف (اس مجمع میں) پڑھ دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گھروں پر جا کر لوگوں کے سامنے بھی ان آیتوں کو پڑھ پڑھ کر سناتے رہے اور اس پر تمام روایات متفق ہیں۔“^①

① محمد حسین ہیکل، حیات محمد ﷺ، ص ۲۵۷ تا ۲۵۸

فتوحاتِ اسلامی کے بیرونی قبائل پر اثرات

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان پے درپے فتوحاتِ اسلامی کی وجہ سے سے اطراف کے قبیلوں پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی جس کی وجہ سے کئی ممتاز اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ قبیلہ بنی ثقیف کا ایک معزز شخص عروہ بن مسعود ثقیفی مسلمان ہو گیا اور اُس کی دیکھا دیکھی دس اور عمائدین بھی مسلمان ہو گئے جس کا اثر اُن کے پورے قبیلہ پر پڑا۔ نجد کے سرکش اور ممتاز لوگوں میں سے بنی تمیم کے ممتاز روءساء عطاء بن حاسب، زرقان بن بدر، قیس بن عاصم، عیینہ بن حصن فزاری اور عمرو بن ایتم بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بنی طے کا ایک وفد آیا جس میں زید النخیل اور عدی بن حاتم تھے۔^(۱)

حاتم طائی کے بچوں پر رسول اللہ ﷺ کا خاص اکرام بروایت ابن اسحاق، حاتم طائی کی بیٹی بھی اسیر ہو کر نبی پاک ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ نے اُس کے باپ حاتم کی ضرب المثل فیاضی کی بنا پر اُسے بہت عزت و احترام سے نوازا اور غیر معمولی مراعات عطا فرمیں جس سے متاثر ہو کر اُس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے اُسے عزت بخشی اور بیٹھنے کے لئے ایک گدا اپنے دست مبارک سے اُس کی طرف بڑھایا۔ بعض مؤرخین نے صراحتاً لکھا ہے کہ آپ ﷺ خود زمین پر بیٹھے اور اُسے مسند پر بٹھایا۔^(۲) بروایت وہ آپ ﷺ کے لطف و کرم سے ایسا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔^(۳)

^(۱) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۸۰

^(۲) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام، ص ۸۰ بحوالہ تاریخ طبری، ص ۱۰۷-۱۰۸ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ)، زاد

المعاد، ج ۲ ص ۲۰۵

^(۳) ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ طبری، حصہ اول ج ۲ ص ۳۴۵

مباہلہ

فتوحاتِ اسلامی کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفود کی آمد کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اُس کی ایک کڑی اہلِ نجران کا وفد بھی تھا جس کی وجہ سے واقعہ مباہلہ پیش آیا۔

یہ واقعہ متواترات سے ہے یعنی اسے خاصہ و عامہ نے تفاسیر، تواریخ اور احادیث کی کتب میں اسکی خصوصیات میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ درج کیا ہے۔

شیخ طبری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نصارائے نجران کے شرفاء کی ایک جماعت حضرت سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں آئی۔ اس جماعت کے سربراہ آردہ تین اشخاص تھے۔ ایک عاقب، جو اُن کا سردار اور صاحبِ علم ورائے تھا۔ دوسرا عبدالمسیح، جس سے نجران کے ہاں تمام مشکل امور میں مدد لی جاتی تھی اور تیسرا ابو حارثہ، جو اُن کا پیشوا اور عالم تھا۔ جب وہ جماعت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جا رہی تھی تو ابو حارثہ ایک خچر پر سوار تھا جسے اُس کا بھائی کرز بن علقمہ ہنکارہا تھا۔ کرز نے چلتے چلتے آنحضرت ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ ابو حارثہ نے اُسے ڈپٹ کر کہا، ”جو تُو نے کہا وہ تیرے ہی لئے ہو۔“ کرز حیرت سے بولا، ”اے بھائی! کیوں؟“ ابو حارثہ گویا ہوا، ”یہ وہی پیغمبر (ﷺ) ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا۔“ کرز نے کہا، ”پھر تم اُن کی متابعت (تابع داری، اطاعت، پیروی، فرمانبرداری) کیوں نہیں کرتے؟“ اُس نے کہا، ”شاید تمہیں معلوم نہیں کہ گروہِ نصاریٰ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کئے ہیں۔ اُنہوں نے ہمیں اپنا بزرگ قرار دیا ہے، ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں مالدار بنایا ہے۔ وہ اس رسول (ﷺ) کی پیروی پر راضی نہیں اس لئے اگر ہم اُن کی اطاعت کریں گے تو وہ ہم سے سب کچھ واپس لے لیں گے۔“ کرز کے دل میں یہ بات گھر کر گئی چنانچہ جب وہ حضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو مسلمان ہو گیا۔^①

وہ لوگ نماز عصر کے وقت مدینہ پہنچے تھے۔ وہ نفیس ریشمی ملبوسات زیب تن کیے ہوئے تھے پس

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیات القلوب، جلد دوم ص ۵۳ تا ۵۵، بحوالہ طبری

جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے اُن پر کوئی توجہ نہ دی۔ سلام کا جواب دیا اور نہ ہی کوئی گفتگو فرمائی۔ یہ بے اعتنائی دیکھ کر وہ صحابہ کرامؓ کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے پیغمبر (ﷺ) نے ہمیں خط لکھ کر بلوایا، ہم نے اُن کی خواہش منظور کی اور چلے آئے مگر انہوں نے ہمارے سلام کا جواب دینا گوارا کیا نہ ہم سے ہمکلام ہونا۔ اصحاب اُن کو لیے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے اور اُن کی شکایت گوش گذاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ تمہاری یہ نمود و نمائش ہے، تم یہ ریشمی ملبوسات اور سونے کی انگوٹھیاں وغیرہ اُتار کر عام لباس میں حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔^① چنانچہ اُن لوگوں نے ایسا ہی کیا اور معمولی لباس میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، ”خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، جب یہ لوگ پہلی بار میرے پاس آئے تھے تو ان کے ساتھ شیطان بھی تھا اس وجہ سے میں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔“

غرض انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بات چیت شروع کی اور تمام دن آپ ﷺ سے سوالات اور مناظرات کرتے رہے۔ آخر میں اُن کے ایک عالم نے کہا،

”اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) مسیح (علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟“

فرمایا، ”وہ خدا کے بندے اور اُس کے رسول تھے۔“

انہوں نے کہا، ”کیا کبھی کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے؟“

اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی:^②

”إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ

① ابن قیم زاد المعاد، ج ۴ ص ۳۶

② سورة آل عمران، آیت ۵۹

فَيَكُونُ ۝۵۹“ (بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) کی سی ہے کہ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا پھر حکم دیا کہ ہو جاسو وہ ہو گیا۔)

انہوں نے اس دلیل کو ماننے سے انکار کر دیا اور بے جا بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ برابر انکار کرتے چلے گئے۔ پھر جب اُن کا انکار حد سے تجاوز کر گیا تو خالقِ دو عالم نے یہ حکم نازل فرمایا: ①

”فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ۖ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝۶۰“ (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس معاملہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس صحیح علم آ جانے کے بعد جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حجت بازی کریں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن سے کہیں کہ آؤ ہم اپنے اپنے بیٹوں، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر مبالغہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔)

اس آیت کو آیتِ مبالغہ کہا جاتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو، پھر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

پس اگلا دن مبالغہ کے لئے مقرر ہوا اور نصاریٰ کا وفد اپنی جائے قیام کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھنا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اولاد اور اہلبیت (علیہم السلام) کو لے کر آئیں تو عذابِ الہی سے ڈرنا اور اُن سے مبالغہ مت کرنا اور اگر وہ اپنے اصحاب اور پیروکاروں کے ساتھ آئیں تو پھر پروامت کرنا اور مبالغہ کرنا۔

دوسرے روز جناب رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کے دولت کدہ پر

تشریف لائے اور امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا، امام حسین علیہ السلام کو گود میں لیا، امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے آگے آگے اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو پیچھے پیچھے لیے ہوئے مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ مہبلہ پر نصاریٰ کے سامنے پہنچے تو ابو حارثہ نے کسی سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں؟ کہا گیا کہ جو شخص آگے آگے آ رہا ہے ان کا چچا زاد بھائی، ان کی بیٹی کا شوہر اور دنیا میں ان کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور دونوں لڑکے اُسی کے فرزند ہیں اور وہ بی بی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیز ترین بیٹی فاطمہ (علیہا السلام) ہیں۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مہبلہ کے لئے دوزانو ہو کر بیٹھے۔ ادھر عاقب اور عبدالمسیح وغیرہ نے اپنے لڑکوں کو ساتھ لیا اور مہبلہ کے لیے آنا چاہا تو ابو حارثہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس طرح بیٹھے ہیں جیسے انبیاء مہبلہ کے لئے بیٹھے ہیں، اگر وہ ہمارے ساتھ مہبلہ کریں گے تو روئے زمین پر ایک نصرانی بھی باقی نہ رہے گا۔ پس وہ لوگ مہبلہ کی جرات نہ کر سکے اور واپس ہو گئے۔^①

مشکوٰۃ میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے:..... آیت مہبلہ کے نازل ہونے پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے عزیز ترین اور قریب ترین اہل بیت (علیہم السلام) کو لے کر مہبلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہم السلام) کو جو اُس وقت بہت چھوٹے چھوٹے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گود میں اٹھا رکھا تھا، حضرت فاطمہ (علیہا السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے تھیں اور حضرت علی (علیہ السلام) حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کے پیچھے تھے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن سے فرمایا کہ میں جب مہبلہ میں دُعا کروں تو تم سب مل کر آمین کہنا۔ مسیحوں کے پیشوا کی نظر ان نورانی چہروں پر پڑی تو اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بے اختیار بول اُٹھا: تم پر افسوس ہے میں تو

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیات القلوب، جلد دوم ص ۵۳ تا ۵۵۔

ان نورانی چہروں کو ایسا دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ اللہ سے یوں درخواست کریں کہ پہاڑ کو اُس کی جگہ سے اکھیڑ دے تو بالیقین اللہ (ان کی درخواست قبول کر کے) پہاڑ کو اُس کی جگہ سے اکھیڑ دے گا۔ پھر اُس نے پُر زور انداز میں اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ ان لوگوں کے ساتھ مباہلہ ہرگز نہ کرنا ورنہ جڑ سے اکھاڑ دیئے جاؤ گے۔ آخر کار اُن مسیحیوں نے آنحضرت (ﷺ) کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا اور جزیہ قبول کر کے آنحضرت (ﷺ) کی سیاسی اطاعت پر مجبور ہوئے۔۔۔ الخ^①

پس، ابوحارثہ، آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم (ﷺ)! مباہلہ مت کیجئے اور ہمارے ساتھ صلح کر لیجئے اُن اشیاء پر جن کے ادا کرنے کی طاقت ہم میں ہو۔ چنانچہ انہوں نے جزیہ قبول کر کے آنحضرت (ﷺ) کے ساتھ صلح کر لی۔ رسول خدا (ﷺ) نے فرمایا: ”اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہلاکت اُن کے قریب پہنچ چکی تھی، اگر وہ مباہلہ کرتے تو بے شک سب کے سب بندر اور سور ہو جاتے، تمام وادی آگ سے بھر جاتی اور وہ سب اس میں جل کر خاکستر ہو جاتے۔ حق تعالیٰ تمام اہل نجران کو نیست و نابود کر دیتا یہاں تک کہ ان کے درختوں پر کوئی پرندہ بھی باقی نہ رہتا اور سال ختم ہونے سے پہلے تمام نصاریٰ ختم ہو جاتے۔“ بروایت عاقب وغیرہ تھوڑے عرصے بعد پھر آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔^②

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ



① مشکوٰۃ، جلد پنجم، حدیث نمبر ۶۸

② علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیات القلوب، جلد دوم ص ۵۵

آیت تطہیر اور حدیث کساء

رسول گرامی ﷺ مبالغہ کے لئے جن چار ہستیوں کو اپنے ساتھ لے کر گئے اُنہی کو اہل بیت رسول ﷺ کہا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملا کر انہی پانچ ہستیوں کو اہل اسلام میں ”پنجتن پاک“ کہا جاتا ہے۔ ان کی شان میں متعدد آیات قرآنی کا نزول ہوا اور بہت سی احادیث مبارکہ بیان کی گئیں۔ ایک ایسی ہی حدیث مبارکہ جس میں بڑی وضاحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے ان ہستیوں کو اپنی اہلبیت (ﷺ) قرار دیا، حدیث کساء کے عنوان سے مشہور ہے۔ یہ حدیث حضرت رسول اکرم ﷺ کی ایک مشہور حدیث ہے جس کی مستند روایات متعدد کتب میں موجود ہیں۔ اس حدیث کو حضرت فاطمہ زہرا (علیہا السلام) اور دیگر کئی لوگوں نے روایت کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور اُمہات المؤمنین حضرت اُمّ سلمیٰؓ اور حضرت عائشہؓ نمایاں ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم، صحیح ترمذی، مسند احمد بن حنبل، تفسیر طبری، طبرانی، خصائص نسائی اور دیگر کئی کتابوں میں موجود ہے، اس کے علاوہ اسے ابن حبان، حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ حدیث قرآن حکیم کی ایک آیت کی وجہ نزول بھی بیان کرتی ہے جسے آیت تطہیر کہتے ہیں۔

یہ روایت کافی لمبی ہے جس کو یہاں مختصراً لکھا جا رہا ہے۔ تمام حوالوں میں یہ حدیث اسی طریقہ سے مذکور ہے۔ یہاں تک کہ اکثر میں حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کے نام گرامی کے ساتھ ”سلام اللہ علیہا“ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ روایت یوں ہے:

”حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت محمد ﷺ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر تشریف لائے اور ایک بڑی یمنی چادر

اوڑھ کر آرام فرمانے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح منور تھا۔ تھوڑی دیر میں نواسہ رسول (ﷺ) حضرت حسن بن علی (علیہ السلام) تشریف لائے تو انہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا کہ مجھے اپنے نانا رسول خدا ﷺ کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ پھر انہوں نے رسول خدا ﷺ کو سلام کیا۔ رسول خدا ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور انہیں اپنے ساتھ چادر اوڑھادی۔ کچھ دیر بعد رسول خدا ﷺ کے دوسرے نواسے حضرت حسین بن علی (علیہ السلام) تشریف لائے۔ انہوں نے بھی نانا جان کی موجودگی محسوس کی، سلام عرض کیا اور چادر اوڑھ لی۔ پھر حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ (علیہ السلام) تشریف لائے اور رسول خدا ﷺ کو سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں بھی اپنے ساتھ چادر اوڑھادی۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام فرماتی ہیں کہ میں بھی اجازت لے کر چادر میں داخل ہو گئی۔ رسول خدا ﷺ نے چادر کو پکڑا، دائیں ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، ”الہی! یہ میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں، یہ میرے خاص لوگ ہیں، ان کا گوشت میرا گوشت اور ان کا خون میرا خون ہے۔ جو انہیں ستائے وہ مجھے ستاتا ہے اور جو انہیں رنجیدہ کرے وہ مجھے رنجیدہ کرتا ہے۔ جو ان سے لڑے میں اُس سے لڑوں گا اور جو ان سے صلح کرے میں اُس سے صلح کروں گا۔ میں ان کے دشمن کا دشمن اور ان کے دوست کا دوست ہوں کیونکہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پس اے خدا تو اپنی عنایتیں اور اپنی برکتیں اور اپنی رحمتیں اور اپنی بخششیں اور اپنی خوشنودی میرے لیے اور ان کے لیے قرار دے۔ ان سے ہر جس کو دُور رکھ اور ان کو پاک رکھ، بہت ہی پاک۔“ یہ روایت آگے مزید چلتی ہے۔

اس دعا کے بعد قرآن کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جسے آیت تطہیر کہا جاتا ہے: ^①

”اِنَّمَا يَرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا ۝“

(اے اہل بیت! اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس (آلودگی) کو دُور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے)

اس روایت کو کئی علماء نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کے ذیل میں بھی نقل کیا ہے۔^①
یہ روایت صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے سوائے اس فرق کے کہ انہوں
نے یمنی چادر کی جگہ اُونٹ کے بالوں سے تیار کردہ سیاہ چادر کا ذکر کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ



- ① ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھ)، مسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۳۳۱
ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، الخصائص (نسائی)، ص ۴۔
محمد ابن جریر طبری (متوفی ۸۳۸ھ)، تفسیر طبری، ج ۲۲ ص ۵، مطبوعہ مصر۔
ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۱۳۹۔
صحیح مسلم، حدیث ۵۵۹۵۔
ولی الدین محمد ابن عبد اللہ الخطیب الامری تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح۔
فخر الدین الرازی (متوفی ۱۲۰۹ھ)، تفسیر معروف
جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، درمنثور
محمد ابن عبد اللہ نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، مستدرک حاکم، ج ۲ ص ۷۲، ۱۵۹، ۱۴۶، ۱۴۱۔
حافظ دیلمی (متوفی ۵۵۸ھ)، کتاب الفردوس
حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، تاریخ بغداد، ج ۱۰
محمود ابن عمر الزمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، کشاف (زمخشری)، ج ۱ ص ۱۹۳۔
علی ابن حسین ابن عبد اللہ ابن عساکر دمشقی (متوفی ۵۷۱ھ)، تاریخ دمشق (عساکر)
یوسف الواعظ ابن عبد اللہ المشتر بہ ابن جوزی، تاریخ خواص عامہ از ابن جوزی۔
شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تلخیص المستدرک (ذہبی)
الشیخ احمد ابن حجر الہی (متوفی ۹۷۴ھ)، الصواعق المحرقة
علامہ شیخ محمد ابن علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، فتح القدیر
شہاب الدین محمود آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ)، روح المعانی

اہل بیت رسول ﷺ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو حج کے موقع پر اپنی اُٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدانِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر انہیں پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک قرآن کریم اور دوسرے میرے اہل بیت (علیہ السلام)۔“ یہ حدیث حضرات ابو ذرؓ، ابو سعیدؓ، زید بن ارقمؓ اور حذیفہؓ بن اسید نے بھی روایت کی ہے۔^(۱)

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت بڑی ہے اور جو بڑی ہے وہ اللہ کی کتاب ہے گویا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی لٹک رہی ہے اور دوسری میرے اہلبیت (علیہ السلام) ہیں۔ یہ دونوں حوضِ کوثر پر پہنچنے تک کبھی جدا نہیں ہوں گے لہذا دیکھیں کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟“^(۲)

رسول اللہ ﷺ کے پروردہ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“ (اے اہلبیت رسول ﷺ)! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہر نجاست کو تم سے دُور رکھے اور تمہیں پوری طرح پاک رکھے)^(۳) حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ (علیہ السلام) کو بلایا اور اُن پر ایک چادر ڈال دی۔ علیؓ علیہ السلام آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اُن سب پر چادر ڈالنے کے بعد کہا، ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے

^(۱) جامع ترمذی، ج ۲، حدیث نمبر ۳۵۵۵

^(۲) جامع ترمذی، ج ۲، حدیث نمبر ۳۵۵۶

^(۳) سورة الاحزاب، آیت ۳۳

ناپاکی کو دور رکھ اور انہیں اچھی طرح پاک رکھ۔ اس پر حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں بھی تو انہی میں سے ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ہو اور بھلائی پر ہو۔^① اس ضمن میں حضرت اُم سلمہؓ، معقل بن یسار، ابوہریرہ اور انس سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں میں سے کھلاتا ہے اور مجھ سے اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور اسی طرح میرے اہل بیت (علیہم السلام) سے میری وجہ سے محبت کرو۔“^②

مفہوم اہل بیت (علیہم السلام)

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کی روشنی میں

سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت کریمہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے آخری ایامِ حیات میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر پر تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ نے علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام)، حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کو جمع کر کے ایک چادر اوڑھادی اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی کہ خدا یا یہی میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے گزارش کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میری جگہ کہاں ہے؟ فرمایا، ”تم منزلِ خیر پر ہو۔“

یابقولے یہ فرمایا، ”تمہارا انجام بخیر ہے۔“ دوسری روایت کے مطابق حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا، ”کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں؟“ تو فرمایا، ”تم خیر پر ہو۔“

ایک اور روایت کی بنا پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے گوشہ چادر اٹھا کر داخل ہونا چاہا تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا، ”تم خیر پر ہو۔“

حدیث کساء کا یہ واقعہ سند کے اعتبار سے یقینی اور دلالت کے اعتبار سے بالکل واضح ہے جس

① جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۵۵۶

② جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۵۵۹

میں بالخصوص اہلبیت (علیہم السلام) کے موارد کا تعین بھی کر دیا گیا ہے اور اس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔ عنوان اہلبیت (علیہم السلام) میں صرف یہی ہستیاں شامل ہیں، کوئی اور نہیں حتیٰ کہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شامل نہیں ہیں اگرچہ ان کا مقام بھی بہت بلند ہے جیسا کہ ارشاد پروردگار عالم ہوتا ہے: ①

الَّتِي أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ ② (بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مومنین سے ان کے نفس کے بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں) اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ③

يُنْسَاءُ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ..... ④ الخ ⑤

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویو! تم (عام) عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو) واضح رہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل مختلف مواقع اور مناسبات پر لفظ اہلبیت (علیہم السلام) کو انہی قرابتداروں کے لئے استعمال کرتے رہے جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی واضح اور مبلغ انداز سے اپنے ان قرابتداروں کو اُمت کا سیاسی، علمی اور اخلاقی قائد بنا دیا ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ حقیقی اسلام سے وابستہ رہنے اور ہر طرح کے انحراف و ضلال سے بچنے کے لئے اہلبیت (علیہم السلام) سے وابستہ رہیں کیونکہ دین حق کی عظیم منزل و منزلت تک پہنچنا قرآن و اہلبیت (علیہم السلام) سے تمسک کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مسلمان مؤرخین اور محدثین نے اس عظیم الشان تاریخی واقعہ کو اپنی کتب میں محفوظ کیا ہے اور بقول علامہ طباطبائی طاب ثراہ، اس سلسلہ کی احادیث ستر (۷۰) سے زیادہ ہیں، جن میں سے اہلسنت کی احادیث اہل تشیع کی احادیث کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔ ان حضرات نے حضرت اُم سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرات ابوسعید خدریؓ، واثلہ بن الاسقعؓ، ابوالحرءؓ، ابن عباسؓ،

① سورة الاحزاب، آیت ۶

② سورة الاحزاب، آیت ۳۲

ثوبان (رسول اکرم ﷺ کے خدمتگار)، عبد اللہ بن جعفر اور امام حسن (علیہ السلام) بن امام علی (علیہ السلام) سے تقریباً چالیس (۴۰) طریقوں سے نقل کی ہیں جبکہ شیعہ حضرات نے امام علی (علیہ السلام)، امام زین العابدین (علیہ السلام)، امام محمد باقر (علیہ السلام)، امام جعفر صادق (علیہ السلام)، امام رضا (علیہ السلام)، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابوذرؓ، ابوالاسود دہلی، عمر بن میمون اور دی اور سعد بن ابی وقاص سے تیس (۳۰) سے کچھ زیادہ طریقوں سے نقل کیا ہے۔^①

اس سلسلہ کی چند مشہور و معروف احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عطاء بن یسار نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آیت ”اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“^② میرے گھر میں نازل ہوئی ہے، جب رسول اکرم ﷺ نے علی (علیہ السلام) فاطمہ (علیہا السلام)، حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کو طلب کر کے فرمایا کہ ”خدا یا یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں۔“^③

۲۔ عطاء بن یسار سے یوں بھی روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ آیت ”اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“^④ میرے گھر میں نازل ہوئی ہے جب رسول اکرم ﷺ نے علی (علیہ السلام) فاطمہ (علیہا السلام) اور حسن (علیہ السلام) و حسین (علیہ السلام) کو طلب کر کے فرمایا کہ خدا یا یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں جس کے بعد حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ”اہلی خَیْر“ ہو اور یہ ”اہل بیت“ ہیں۔ خدا یا! میرے اہل زیادہ حقدار ہیں۔

(یہ لفظ مستدرک میں اسی طرح وارد ہوا ہے، علماء کے نزدیک یہ غلط ہے کیونکہ اصل لفظ ہے ”علی خَیْر“ جس طرح کہ دیگر روایات میں وارد ہوا ہے۔)

① المیزان فی تفسیر القرآن ۳۱۱/۱۶

② الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۵۸۔

ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۲۱۴

۳۔ ابوسعید خدری نے حضرت اُم سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی ہے جس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے اور تم ازواج رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ہو۔^(۱)

۴۔ ابوسعید خدری، حضرت اُم سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام) اور حسن (علیہ السلام) و حسین (علیہ السلام) کو طلب کر کے اُن کے سر پر ایک خیمبري چادر اوڑھادی اور فرمایا خدا یا یہ ہیں میرے اہلبیت (علیہم السلام) لہذا ان سے جس کو دُور رکھنا اور اس طرح پاک رکھنا جو تطہیر کا حق ہے۔ جس کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا میں ان میں سے نہیں ہوں؟ تو فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق:

۵۔ ابوسعید خدری نے حضرت اُم سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی ہے اور میں دروازہ پر بیٹھی تھی، جب میں نے پوچھا کہ کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں سے نہیں ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے اور تم ازواج رسول میں سے ہو، اُس وقت گھر میں رسول اکرم ﷺ علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام)، حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) تھے۔^(۲)

۶۔ ابو ہریرہ نے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ (علیہا السلام) رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک پتیلی لے کر آئیں جس میں عسیدہ (حلوہ) تھا اور وہ اُس کو ایک سینی میں رکھے ہوئے تھیں، اُنہوں نے اُسے رسول اکرم ﷺ کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ابن عم (حضرت علی علیہ السلام) اور دونوں فرزند (حسنین کریمین علیہم السلام) کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ گھر میں ہیں، فرمایا سب کو بلاؤ تو فاطمہ (علیہا السلام) نے گھر آ کر علی (علیہ السلام) سے کہا کہ آپ کو اور آپ کے دونوں فرزندوں کو پیغمبر اکرم ﷺ نے طلب فرمایا ہے۔ اس کے بعد اُم سلمہؓ فرماتی

^(۱) علی ابن حسین ابن عبد اللہ ابن عسا کر دمشقی (متوفی ۵۷۱ھ)، تاریخ دمشق (عسا کر) حالات امام حسن (علیہ السلام)

ص ۷۰، ص ۱۲، حالات امام حسین (علیہ السلام) ص ۷۳، ص ۱۰۶۔ احمد بن علی خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ص ۹

ص ۱۲۶۔ حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ ہجری)، المعجم الکبیر ج ۳ ص ۵۲۳

^(۲) ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تفسیر طبری ص ۲۲

ہیں کہ حضور ﷺ نے جیسے ہی سب کو آتے دیکھا تو بستر سے چادر اٹھا کر پھیلا دی، پھر اُس پر سب کو بٹھایا اور (چادر کو) اطراف سے پکڑ کر اوڑھادیا اور داہنے ہاتھ سے بطرف پروردگار (آسمان کی طرف) اشارہ کیا اور فرمایا، مالک! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں لہذا ان سے جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا۔^①

۷۔ حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اُم سلمہؓ کے سامنے علی (علیہ السلام) کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آیت تطہیر اُن ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دینا، اتنے میں فاطمہ (علیہا السلام) آگئیں تو میں اُنھیں روک نہ سکی، پھر حسن (علیہ السلام) آگئے تو اُنھیں بھی نانا اور ماں کے پاس جانے سے روک نہ سکی، پھر حسین (علیہ السلام) آگئے تو اُنھیں بھی منع نہ کر سکی اور جب یہ (تمام لوگ) ایک فرش پر بیٹھ گئے تو حضور ﷺ نے اپنی چادر سب کے سر پر ڈال دی اور فرمایا، ”خدا یا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں، ان سے جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاکیزہ رکھنا، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اور میں؟ تو حضور ﷺ نے ہاں نہیں کی اور فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے۔“^②

۸۔ شہر بن حوشب، جناب اُم سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے علی (علیہ السلام)، حسن (علیہ السلام)، حسین (علیہ السلام) اور فاطمہ (علیہا السلام) پر چادر اوڑھادی اور فرمایا کہ خدا یا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) اور خواص ہیں لہذا ان سے جس کو دُور رکھنا اور انھیں پاک و پاکیزہ رکھنا۔ جس پر میں نے عرض کی کہ کیا میں بھی انھیں میں سے ہوں؟ تو فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے۔^③

① ابن جریر طبری (التوفی ۳۱۰ھ)، تفسیر طبری ۲۲ ص ۷

② ابن جریر طبری (التوفی ۳۱۰ھ)، تفسیر طبری ۲۲ ص ۸

③ مسند احمد بن حنبل ۱۰ ص ۱۹۷۔ سنن ترمذی ۵ ص ۲۹۹۔ مسند ابویعلیٰ ۶ ص ۲۹۰۔

ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ھ)، تاریخ دمشق حالات امام حسین (علیہ السلام) ۶۲ ص ۸۸۔

تاریخ دمشق حالات امام حسن (علیہ السلام) ص ۶۵

۹۔ شہر بن حوشب حضرت اُم سلمہؓ سے یوں بھی روایت کرتے ہیں کہ بنت رسول ﷺ حضرت فاطمہ (علیہا السلام) پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس حسنین (علیہم السلام) کو لے کر آئیں تو آپ ﷺ کے ہاتھ میں حسن (علیہ السلام) کے واسطے ایک برمہ (پتھر کا برتن) تھا جسے سامنے لا کر رکھ دیا تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ابوالحسن (علیہ السلام) کہاں ہیں؟ فاطمہ (علیہا السلام) نے عرض کی کہ گھر میں ہیں، تو آپ ﷺ نے انھیں بھی طلب کر لیا اور پانچوں حضرات بیٹھ کر کھانے لگے۔ جناب اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے آج مجھے شریک نہیں کیا جبکہ ہمیشہ شریک طعام فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے سب کو ایک چادر میں جمع کر لیا اور دُعا کی کہ

خدا یا! ان کے دشمن سے دشمنی کرنا اور ان کے دوست سے دوستی فرمانا۔^①

۱۰۔ شہر بن حوشب نے بی بی اُم سلمہؓ سے یوں بھی نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ (علیہا السلام) سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور فرزندوں کو بلاؤ اور جب سب آگئے تو ان پر فذک کے علاقہ کی ایک چادر اوڑھادی اور سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا یا! یہ سب آل محمد (علیہم السلام) ہیں لہذا اپنی رحمت و برکات کو محمد و آل محمد (علیہم السلام) کے حق میں قرار دینا کہ تُو قابلِ حمد اور مستحقِ مجد (عظمت) ہے۔ اس کے بعد میں نے چادر کو اٹھا کر داخل ہونا چاہا تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی اور فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے۔^②

۱۱۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ کے غلام عبداللہ بن مغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے فرمایا: ”آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں علی (علیہ السلام) و فاطمہ (علیہا السلام) اور حسن (علیہ السلام) و حسین (علیہ السلام) کو طلب کروں، چنانچہ میں نے سب کو طلب کر لیا، آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ علی (علیہ السلام) کے گلے میں ڈال دیا اور بایاں ہاتھ حسن (علیہ السلام) کے گلے میں، حسین (علیہ السلام) کو گود میں بٹھایا اور فاطمہ (علیہا السلام) کو سامنے، پھر دُعا کی،

① مسند ابویعلیٰ ص ۲۶۴ / ۶۹۱۵۔ مجمع الزوائد ص ۲۶۲ / ۱۳۸۷

② مسند احمد بن حنبل ص ۱۰ / ۲۲۸ / ۲۶۸۰۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر ص ۵۳ / ۲۶۶۴۔

ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسین (علیہ السلام)۔ مسند ابویعلیٰ ص ۲۴۸

”خدا یا! یہ میرے اہل اور میری عنترت ہیں لہذا ان سے جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا۔“ اور یہ بات تین مرتبہ فرمائی تو میں نے عرض کی کہ پھر میں؟ تو فرمایا کہ انشاء اللہ تم خیر پر ہو۔ (اس روایت میں راوی کا نام عبداللہ بن معین بھی آیا ہے جیسا کہ امالی کے بعض نسخوں میں پایا جاتا ہے)۔^①

۱۲۔ عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھ سے اُس شخص نے بیان کیا جس نے حضرت اُم سلمہؓ کو یہ بیان کرتے سنا تھا کہ رسول اکرم ﷺ اُن کے گھر میں تھے اور فاطمہ (علیہا السلام) ایک برہمہ (ہانڈی) لے کر آئیں جس میں ایک مخصوص غذا تھی، وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بلاؤ اور جب سب آگئے اور کھانا کھالیا تو ایک بستر پر لیٹ گئے جس پر خیمہ چادر بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرہ میں مشغول نماز تھی تو آیت تطہیر نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اُس چادر کو سب کے اوپر ڈال دیا اور ایک ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا، ”خدا یا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) اور خواص ہیں، ان سے ہر جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاکیزہ رکھنا، (پھر فرمایا) خدا یا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں ان سے ہر جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور سے پاک و پاکیزہ رکھنا۔ حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اُس چادر میں سر ڈال کر گزارش کی کہ کیا میں بھی آپ (ﷺ) کے ساتھ ہوں یا رسول اللہ (ﷺ)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا انجام خیر ہے، تمہارا انجام بخیر ہے۔“^②

۱۳۔ عمرہ بنت افعلی کہتی ہیں کہ میں نے جناب اُم سلمہؓ کو یہ کہتے سنا کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی ہے جبکہ گھر میں سات افراد تھے۔ رسول اللہ (ﷺ)، علی (علیہ السلام)، فاطمہ (علیہا السلام)،

① امالی طوسی۔ ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ھ)، تاریخ دمشق حالات امام حسین علیہ السلام

② مسند احمد بن حنبل ۱۰ ص ۱۷۷/۲۶۵۔ فضائل الصحابة ابن حنبل ۲ ص ۵۸۷/۹۹۴۔

علی ابن حسین ابن عبد اللہ ابن عساکر دمشق (متوفی ۵۷۱ھ)، تاریخ دمشق (عساکر) حالات امام حسن علیہ السلام

ص ۱۲۳۔ مناقب ابن مغازی ۳۳۴/۳۴۸۔ مناقب امیر المومنین علیہ السلام کو فی ج ۲ ص ۱۶۱

حسن (علیہ السلام)، حسین (علیہ السلام) جبرائیل (علیہ السلام) اور میکائیل (علیہ السلام)، میں گھر کے دروازہ پر تھی میں نے عرض کی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں نہیں ہوں؟ تو فرمایا کہ تم خیر پر ہو، تم ازواج پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہو، اہلبیت (علیہم السلام) میں نہیں ہو۔^①

۱۴۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد کے حوالہ سے امام زین العابدین علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جناب اُم سلمہؓ نے فرمایا کہ آیت تطہیر میرے گھر میں اُس دن نازل ہوئی ہے جس دن میری باری تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و فاطمہ و حسن و حسین (علیہم السلام) کو بلایا اور جبرائیل (علیہ السلام) بھی آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خیمری چادر سب پر (علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام پر) اوڑھا کر فرمایا کہ خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں ان سے ہر جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور سے پاک و پاکیزہ رکھنا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تم ہم سے ہو اے جبرائیل..... اور پھر اُم سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت (علیہم السلام) میں ہوں اور یہ کہہ کر چادر میں داخل ہونا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو، تمہارا انجام بخیر ہے، لیکن تم ازواج پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہو جس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس آیت کو پڑھیے، ”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“ کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) کے بارے میں ہے۔^②

① ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ھ)، تاریخ دمشق حالات امام حسین علیہ السلام ۶۹ ص ۱۰۲-۱۰۸ ص ۱۰۱۔
ابن مدویہ، حدیث منشور ۶ ص ۱۶۰۴۔ خصال ۴۰۳/۱۱۳۔ امالی شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی

۳۸۱ھ)، ۴/۳۸۱۔ روضة الواعظین ص ۱۷۵۔ ابوسعید، تفسیر فرات کو فی ۳۳/۳۵۴

② الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، مستدرک علی الصحیحین ص ۱۵۸۔

ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، سنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۲۱۴

۱۵۔ صفیہ بنت شیبہ، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک صبح سیاہ بالوں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور اتنے میں حسن (علیہ السلام) آگئے تو آپ ﷺ نے انھیں بھی (چادر میں) داخل کر لیا، پھر حسین (علیہ السلام) آگئے اور انھیں بھی (چادر میں) لے لیا، پھر فاطمہ (علیہا السلام) آگئیں تو انھیں بھی (چادر میں) شامل کر لیا اور پھر علی (علیہ السلام) آگئے تو انھیں بھی (چادر میں) داخل کر لیا، اور اس کے بعد آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی۔^①

۱۶۔ عوام بن حوشب نے تمیمی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے یہ روایت بیان کی کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے علی، حسن، حسین اور فاطمہ (علیہم السلام) کو بلایا اور فرمایا کہ خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں، ان سے ہر جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا۔^②

۱۷۔ جمیع بن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، میری والدہ نے اُن سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ کی محبت علی (علیہ السلام) کے ساتھ کیسی تھی؟ انھوں نے کہا وہ تمام مردوں میں (آپ ﷺ کو) سب سے زیادہ محبوب تھے اور میں نے خود دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں اور فاطمہ و حسن و حسین (علیہم السلام) کو اپنی ردا میں داخل کر کے فرمایا، خدایا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں، ان سے ہر جس کو دُور رکھنا اور انھیں مکمل طور پر پاک و پاکیزہ رکھنا، اس کے بعد میں نے چاہا کہ میں بھی چادر میں سر ڈال دوں مگر آپ (ﷺ) نے منع کر دیا تو میں نے عرض کی کہ کیا میں اہلبیت (علیہم السلام) میں نہیں ہوں؟ تو فرمایا کہ تم خیر پر ہو، بیشک تم خیر پر ہو۔^③

① صحیح مسلم ۴/۱۸۸۳، المستدرک ۳/۱۵۹، ۴/۷۰۷۔ تفسیر طبری ۲۲ ص ۶۰۔

السنن الکبریٰ ۲ ص ۲۱۲/۲۸۵۸۔ المصنف ابن ابی شیبہ ۷ ص ۵۰۲/۳۹۔ مسند اسحاق بن راہویہ ۳ ص ۲۸/۱۲۷۱۔ ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام حسن علیہ السلام ۶۳/۱۱۳۔

② امالی شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، ۵ ص ۳۸۲۔

③ ابن عساکر (متوفی ۱۱۷۵ء)، تاریخ دمشق حالات امام علی علیہ السلام ۲ ص ۱۶۳، ۱۶۴۔

شواہد التنزیل ۲ ص ۶۱/۶۸۲۔ العبدۃ ۴۰/۲۳۔ مجمع البیان ۸/۵۵۹۔

اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھنا

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہم السلام) سے فرمایا جس سے تم لڑو گے میری بھی اُس سے لڑائی ہوگی اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اُس سے صلح ہوگی۔^(۱)

حضرت زید بن ارقمؓ کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اُس سے صلح کروں گا۔^(۲)

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے، ”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خیمہ میں قیام فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عربی کمان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور خیمہ میں علی، فاطمہ، حسن اور حسین (علیہم السلام) بھی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! جو (ان) اہل خیمہ سے صلح کرے گا میری بھی اُس سے صلح ہوگی اور جو ان سے لڑے گا میری بھی اُس سے لڑائی ہوگی۔ جو ان کو دوست رکھے گا میری بھی اُس سے دوستی ہوگی۔ ان سے صرف خوش نصیب اور برکت والا ہی دوستی رکھتا ہے اور ان سے صرف بد نصیب اور بد بخت ہی بغض رکھتا ہے۔“^(۳)

^(۱) ترمذی ۵: ۶۹۹۔ ابن ماجہ، السنن ۱: ۵۲۔ حاکم، المستدرک ۳: ۱۶۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر

۳: ۴۰۔ ہیثمی، موارد الظمان ۱: ۵۵۵۔ محب طبری، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ۶۳۔

ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲: ۱۲۵

^(۲) حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ ہجری)، المعجم الاوسط ۳: ۱۷۹۔

علی بن محمد ابن اثیر الجزیری (متوفی ۸۳۸ھ)، اسد الغابہ فی معرفة الصحابة ۷: ۲۲۰۔ ابن حبان،

الصحيح ۱۵: ۴۳۴۔

^(۳) محب طبری، الرياض النضرة فی مناقب العشر ۵/ ۱۵۴

سنہ ۱۰ ہجری

سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے جناب ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی عمر سولہ (۱۶) ماہ اور بروایت اٹھارہ (۱۸) ماہ تھی۔ بعض کتابوں میں چودہ (۱۴) ماہ چھ (۶) دن بھی لکھا ہے لیکن اس پر سبھی کا اتفاق ہے کہ اُن کی وفات ۱۰ ہجری میں ہی ہوئی تھی۔^(۱)

حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے دن سورج گرہن تھا۔ عربوں کا عقیدہ تھا کہ عظیم انسان کی موت پر سورج گرہن ہوا کرتا ہے اس لئے انہوں نے اسے وفاتِ ابراہیم سے منسوب کر دیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور اس عقیدے کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا، 'سورج اور چاند قدرت کی تخلیقات ہیں، کسی کے مرنے یا جینے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔' اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز کسوف باجماعت ادا فرمائی۔^(۲)

اہل سنت کے ہاں سورج گرہن کے وقت نماز کسوف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔^(۳) اہل تشیع کے ہاں سورج گرہن، چاند گرہن یا زلزلہ وغیرہ کے وقت نماز آیات پڑھنا واجب ہے۔^(۴) (اس ضمن میں شرعی احکام کی تفصیل کے لیے فقہی مستند کتب سے استفادہ کریں۔ مؤلف)

فتح یمین

(رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علیہ السلام کو یمین کی طرف تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا۔

^(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ص ۳۸۵

^(۲) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبر اعظم وآخراً علیہ السلام ص ۶۲۰

^(۳) آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا، باب نماز کسوف بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم

^(۴) سید علی حسینی سیستانی، توضیح المسائل، ص ۱۲۲

رسول اکرم ﷺ نے علی علیہ السلام کو یمن روانہ کرتے وقت اُن کے لئے ایک علم تیار فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر دستار باندھی۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ اس دستار کے تین پیچ تھے اور رسول اکرم ﷺ نے آگے کی جانب تقریباً ایک گز شرعی کا شملہ چھوڑا اور ایک کنارہ کندھوں کی جانب ایک بالشت کا چھوڑا اور فرمایا، ”اے علی (علیہ السلام)! میں تمہیں بھیج تو رہا ہوں لیکن تمہاری جدائی پر غمزدہ ہوں۔“ پھر فرمایا، ”جب تم اُن کے میدان میں پہنچو تو قتال میں پہل نہ کرنا جب تک کہ وہ خود جنگ کی ابتدا نہ کریں۔ اُن کو ”لا الہ الا اللہ“ کی طرف بلانا، اگر وہ ایمان لے آئیں تو انہیں اقامتِ صلوٰۃ کا حکم دینا۔ اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو زکوٰۃ کا حکم دینا کہ وہ اپنے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں۔ اگر وہ مان لیں تو کسی معاملہ میں اُن سے تعرض نہ کرنا۔“

منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے یمن جاتے وقت عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ (ﷺ) مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جو اہل کتاب ہیں۔ میں نو جوان اور نو عمر ہوں اور علم قضا و احکامِ شریعت میں اتنی اطلاع و مہارت نہیں رکھتا (جتنی آپ ﷺ رکھتے ہیں)۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سینہ پر رکھا اور فرمایا، ”اللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهُ وَاهْدِ قَلْبَهُ“ چنانچہ علی علیہ السلام علم قضا میں اُس مرتبہ تک پہنچے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زبانِ اطہر سے آپ کی منقبت میں ارشاد ہوا، ”اقْضَا كُمْ عَلِيٌّ“ تم میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سب سے زیادہ اچھا یعنی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔^①

بے شک آپ علیہ السلام کی ہدایت و حقانیت کے باب یہ بہت عظیم منقبت ہے۔ نیز مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے کسی کو ہدایت دے تو یہ عمل ہر اُس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع و غروب کرے۔ یعنی یہ عمل تمام دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اُن شہروں میں دعوتِ

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۵۱

اسلام کا پھریرا لہرایا، جہاد و محاربہ میں ثابت قدم رہ کر جماعت کثیرہ کی ہدایت فرمائی اور اُن کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا، خصوصاً اہل یمن کے قبیلہ ہمدان کو۔ قبیلہ ہمدان کے سبھی لوگ یکبارگی مسلمان ہو گئے۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر اُن کے مسلمان ہونے کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، سجدۂ شکر بجالائے اور پھر فرمایا: ”اَلْسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ“ ہمدان والوں پر سلامتی ہو۔^(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب نے مندرجہ بالا بیان میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تین سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن علامہ علی نقوی صاحب لکھتے ہیں:

”وہی اسلامی سورما جو بدرواُحد و خندق و خیبر کی خونریز فتوحات میں عسکری فتح کا نشان بن گیا تھا، اب مبالغہ کے بعد بغیر تلوار کے جنگ میں بھی فتح و ظفر کا نشان ثابت ہوا چنانچہ یمن میں علی علیہ السلام فتح کے لئے کھینچی ہوئی تلوار لے کر نہیں گئے اور نہ ہی کوئی فوج و لشکر ساتھ لئے ہوئے تشریف لے گئے جس کے نتیجے میں پورا ملک یمن چند روز میں فتح ہو گیا۔ تاریخ کی صراحت ہے کہ آپ نے بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا جو ظاہر ہے کہ کسی تمہیدی تقریر کے ساتھ ہوگا اور ایک دن میں پورے قبیلہ ہمدان نے اسلام قبول کر لیا۔“^(۲)

مؤرخین کا کہنا ہے کہ یمن کا قبیلہ ہمدان جس نے اس موقع پر دعوتِ امیر المؤمنین علیہ السلام پر لبیک کہی تھی، اس کے بعد بھی ہمیشہ آپ علیہ السلام کا وفادار اور جاں نثار رہا اور جو جنگیں آپ علیہ السلام نے بعد میں اپنے مخالفین کے ساتھ لڑیں، اُن میں آپ علیہ السلام کا مضبوط بازو ثابت ہوا۔



^(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۵۲

^(۲) علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۸۵۔

ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۱۳۳۱ء) تاریخ ابوالفداء، ج ۱ ص ۱۸۵

حَبَّةُ الْوَدَاعِ

(ذیقعد ۱۰ ہجری)

ہجرت کے بعد، سنہ دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے پہلا اور آخری حج ادا فرمایا۔ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کا قیام ہی مکہ میں تھا اس لئے بلاشبہ آپ ﷺ نے حج بھی کیا تھا لیکن ہجرت کے بعد دس ہجری تک آپ ﷺ کے مکہ کی طرف دو تین ہی سفر ہوئے تھے جو زمانہ حج میں نہیں تھے اس لئے انہیں اصطلاحی طور پر عمرہ کہنا درست ہے نہ کہ حج۔ پس ہجرت کے بعد آپ ﷺ کا یہ پہلا اور آخری حج تھا جس کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ بہت کم عرصہ میں ہی وصال بالرفیق الاعلیٰ فرما گئے۔^(۱)

گویا یہ آپ ﷺ کی بیت اللہ سے رخصت تھی اور آپ ﷺ نے خانہ کعبہ اور مسلمانوں کو الوداع کہا اور یہ اطلاع دی کہ اب میں دُنیا سے جانے والا ہوں، پس اس بنا پر اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔^(۲)

بروایتِ ماہ ذیقعد میں آنحضرت ﷺ نے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تو تمام مسلمانوں میں اس کا اعلان ہوا اور آپ ﷺ کے ساتھ فریضہ حج ادا کرنے کے لئے اطراف و جوانب کے کثیر لوگ بھی چلے آئے اور ۲۴ یا ۲۵ ذیقعد کو آپ ﷺ اس جم غفیر کے ساتھ ادائیگی حج کے لئے روانہ ہوئے۔^(۳)

علامہ ابن عربی اپنی کتاب ”محاضرۃ الابرار“ میں لکھتے ہیں، ”رسول خدا ﷺ مکہ کے قصد سے، شجرہ کی راہ سے پنجشنبہ (جمعرات) ۲ ذیقعد سنہ دس ہجری کو روانہ ہوئے۔ یہ شجرہ کا راستہ وہی

^(۱) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ص ۸۷

^(۲) سید محسن امین عاملی (متوفی ۱۹۵۳ء)، اعیان الشیعہ، ج ۲ ص ۳۹۔

^(۳) شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، ص ۷۹۔ علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)، اعلام الوری، ص ۱۳۸

ہے جس میں اب مدینہ سے نکل کر بر علی مقام پر حجاج احرام باندھتے ہیں اور یہی اہل مدینہ کا میقات ہے جس کے آگے بغیر احرام کے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس منزل پر آ کر حضرت ﷺ نے نماز عصر پڑھی اور رات کو جو شب جمعہ تھی یہیں قیام فرمایا اور چونکہ یہیں احرام باندھ چکے تھے لہذا اب جو حضرت ﷺ اس منزل سے آگے بڑھنے لگے تو ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ“ کی صدا بلند کی جس پر اُن ہزاروں آدمیوں نے جو آپ ﷺ کی معیت میں تھے، آپ ﷺ کی پیروی کی اور دُور دُور تک وادیاں بارگاہ الہی میں حاضری کے اس اعلان سے گونج اُٹھیں اور یونہی حضرت ﷺ ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ“ کی صداؤں کے ساتھ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ راستے ہی میں حضرت ﷺ کو روانگی کے آٹھویں دن شب پنجشنبہ، ماہ ذی الحجہ کا چاند نمودار ہوا۔ اس کے بعد راستہ طے ہوتا رہا یہاں تک کہ شب یکشنبہ، ۴ ذی الحجہ کو حضرت ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری اور نماز صبح پڑھ کر روانہ ہوئے اور اُسی اتوار کو صبح دن چڑھے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، حجر اسود کا استلام (دُور سے اشارتاً بوسہ لینا) فرمایا (کیونکہ بظاہر آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے بوسہ کا موقع نہ تھا) اور سات مرتبہ کعبہ کا طواف فرمایا اور ہر طواف میں آپ ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام فرماتے تھے۔ پھر پنجشنبہ کی صبح، روزِ ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو آپ ﷺ تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے اس طرح کہ پنجشنبہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی پھر شب جمعہ وہیں قیام فرما کر نماز صبح وہیں ادا فرمائی اور روزِ عرفہ ۹ ذی الحجہ کو جب سورج بلند ہو چکا تو اُس وقت عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں حضرت ﷺ کے لئے حضرت ﷺ کے حکم سے مقامِ نمرہ پر خیمہ نصب ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُس میں قیام فرمایا۔ جب زوالِ آفتاب ہو گیا تو حضرت ﷺ نے اپنے ناقہ ”قصویٰ“ کے تیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ تیار ہوا اور حضرت ﷺ اُس میدان کے وسط میں تشریف لائے جس کے گرد و پیش تمام مسلمان مقیم

تھے اور پھر پشتِ ناقہ پر سے حضرت ﷺ نے اُس پورے مجمع کو مخاطب فرمایا۔^①

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے نہایت بلیغ خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کے لئے احکام و قواعد بیان فرمائے۔ اگرچہ وہ احکام پہلے سے معلوم تھے مگر انہیں موکد و برقرار کرنا اور شرک و جاہلیت کی بنیادوں کو کلی طور پر منسوخ کرنا مقصود تھا۔^②

علامہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی چچی اُم الفضل زوجہ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے اُس وقت ایک پیالہ دودھ کا بھیجا جسے حضرت ﷺ نے اُسی ناقہ کی پشت پر سواری کی حالت میں نوش فرمایا، جس سے تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آج روزہ سے نہیں ہیں۔ جب خطبہ پڑھ چکے تو حضرت ﷺ ناقہ سے اُترے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ چنانچہ اذان ہوئی، مسلمان نماز کے لئے صف بستہ ہو گئے اور بلال رضی اللہ عنہ ہی نے اقامت کہی جس کے بعد ظہر کی نماز ہوئی پھر فوراً ہی حضرت ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو دوسری دفعہ کی اقامت کا حکم دیا اور اُسی وقت عصر کی نماز ہوئی۔ ظہر اور عصر کے درمیان کسی دوسری نماز کا فصل حضرت ﷺ نے نہیں کیا۔ یہ دونوں نمازیں حضرت ﷺ نے باجماعت ایک ساتھ ظہر کے وقت میں ایک اذان کے ساتھ جو دونوں کے لئے تھیں اور دو اقامتوں کے ساتھ کہ ہر نماز کے لئے اقامت الگ تھی، ادا فرمائیں۔^③

یہی وہ ترکیب نماز ہے شیعہ جس کے عمومی طور پر پابند ہو گئے ہیں۔ پھر حضرت ﷺ اپنے مرکب پر سوار ہوئے اور وہیں تشریف لائے جہاں (مسلمانوں کے درمیان) گھرے ہوئے تھے یہاں تک کہ جمعہ کا آفتاب غروب ہوا اور (آپ ﷺ نے آفتاب کی) زردی دُور ہو جانے کا انتظار کیا۔“

① علامہ ابن عربی (متوفی ۱۲۴۰ء)، محاضرات الابراہیم مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۱۹

② شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت ص ۴۵۸، ۴۵۹

③ علامہ ابن عربی، محاضرات الابراہیم مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۱۹

فقہ جعفریہ میں بھی وقت مغرب کے تعین کے لئے لمحض غروب آفتاب پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ سورج کی زردی دُور ہوجانے کا انتظار کیا جاتا ہے۔

پس، غروب آفتاب کے بعد حضرت ﷺ، اسامہ بن زید کو اپنے ساتھ بٹھا کر روانہ ہوئے اور ۱۰ اذی الحجہ کی رات کو کافی وقت گزرنے پر ”مزدلفہ“ پہنچے جسے ”مشعر الحرام“ بھی کہتے ہیں۔ مغرب کی نماز کا جو عام طور پر وقت سمجھا جاتا ہے گزر چکا تھا چنانچہ عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں اُسی طرح ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں۔

اس طرح اس حجتہ الوداع کے تاریخی موقع پر حضرت ﷺ نے جمع بین الصلواتین کی دونوں صورتوں پر عمل کر کے دکھایا یعنی نماز ظہر کے وقت میں اُسی کے ساتھ عصر کی نماز اور پھر عشاء کے وقت میں اُسی کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ پس اس سے یہ اصول ثابت ہو گیا کہ شروع اور آخر کے بس ذرا سے وقت کو چھوڑ کر جو عقلی طور پر پہلی اور آخری نماز کا وقت مختص ہے، باقی تمام وقت دونوں کا مشترک وقت ہے، یہ اور بات ہے کہ فضیلت کے لحاظ سے اس میں ایک حصہ ظہر سے نسبت رکھتا ہے اور ایک حصہ عصر سے، اسی طرح غروب کے بعد ایک حصہ مغرب سے اور اس کے بعد کا حصہ عشاء سے مگر اس درمیان کے وقت کے ہر جز میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کا ہونا درست ہے جو آئمہ اہل بیت رسول ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہے۔^①

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ



حج تمتع کا حکم

رسول اللہ ﷺ مکہ پہنچ کر طواف اور سعی سے جب فارغ ہوئے تھے تو حکم الہی نازل ہوا: ^(۱)
 ”وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ“ (اور خدا کی خوشنودی کے لئے حج اور عمرہ بجالاؤ)

اس آیت مبارکہ سے حج تمتع کا قانون نافذ ہوا اور رسول خدا ﷺ نے اعلان فرمایا کہ آج سے عمرہ حج کا جزو لاینفک ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ حکم اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ ﷺ نے زور دے کر کئی مرتبہ فرمایا کہ یہ ہمیشہ کے لئے ہے اور قیامت تک رہے گا۔ ^(۲)
 قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ ہے کہ یہ حج تمتع کا حکم اُن کے لئے ہے جو دُر دراز سے مکہ آئیں۔ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے اس کے احکام بجالائیں اور اس احرام کو ختم کر دیں جس کے ساتھ ہی وہ تمام پابندیاں بھی ختم ہو جائیں گی جو احرام کی حالت میں ہوتی ہیں، پھر مقررہ تاریخوں پر حج کا احرام باندھیں۔ یہی حج تمتع کا طریقہ ہے جو فقہ جعفریہ میں دُر دراز کے لوگوں کے لئے لازم ہے اور اہل سنت بھی اسے درست سمجھتے ہیں اور زیادہ تر اسی پر عمل کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ بعض لوگوں نے اس پر معترضانہ جملے ادا کئے جس پر پیغمبر اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ تم اس حکم پر کبھی ایمان نہیں لاؤ گے۔ ^(۳)

بروایت امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام ابھی یمن میں ہی تھے جب اُن کو رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی اطلاع ملی۔ وہ وہیں سے قربانی کے جانور ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ آپ قربانی کے اُونٹ لئے وہاں پہنچ گئے۔ ^(۴)

^(۱) سورۃ البقرۃ، آیت ۱۹۶

^(۲) علامہ علی نقی نقوی، تاریخ اسلام ۴۸۸ بحوالہ الدرر، صفحہ ۲۷۸

^(۳) شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، صفحہ ۸۱

^(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۴۵۷

عندیر خم

(۱۸ ذی الحجہ ۱۰ ہجری)

حجۃ الوداع کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی اور مقام عندیر خم پر پہنچ کر حکم الہی قیام فرمایا۔ مشہور مؤرخ شبلی نعمانی نے اُس مقام کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے، ”مقام خم جو جحفہ سے تین میل پر ہے، یہاں ایک تالاب ہے، عربی میں تالاب کو عندیر کہتے ہیں، اور (اسی وجہ سے) اس مقام کا نام عام روایتوں میں عندیر خم آیا ہے۔“^①

علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل تشیع کی نظر میں

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہاں (عندیر خم پر) عموماً قافلے منزل نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ یہاں آب و گیاہ موجود نہیں تھا۔^② (شبلی صاحب کے مطابق وہاں تالاب تھا جبکہ دیگر مؤرخین کے مطابق وہ جگہ بے آب و گیاہ تھی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اُس جگہ کا نام عندیر خم پڑا پڑا تب وہاں تالاب رہا ہوگا جو بعد میں ختم ہو گیا ہوگا۔ مؤلف) پس اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں محض سستانے کے لئے قیام نہیں کیا تھا بلکہ اللہ جل شانہ کی طرف سے رُکنے کا حکم آیا تھا تو آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈال دیا۔ محققین کے مطابق وہ حکم ربانی یہ تھا:^③

”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۗ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ“^④

① مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۳ء)، سیرت النبی ﷺ طبع ہشتم ۱۳۸۸ ہجری ۱۹۶۹ء حصہ دوم ص ۱۶۷

② شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)، ارشاد، ص ۷۹

③ سورة المائدة، آیت ۶۷

(اے رسول ﷺ)! جو کچھ آپ (ﷺ) کے پروردگار کی طرف سے آپ (ﷺ) پر اُتارا گیا ہے۔ اُسے (لوگوں تک) پہنچا دیجیے اور اگر آپ (ﷺ) نے ایسا نہ کیا تو (پھر یہ سمجھا جائے گا کہ) آپ (ﷺ) نے اُس کا کوئی پیغام پہنچایا ہی نہیں۔ اور اللہ لوگوں (کے شر) سے آپ (ﷺ) کی حفاظت کرے گا، بے شک خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔)

شیخ مفید علیہ رحمۃ فرماتے ہیں، ”اس آیت کے الفاظ سے بھی خود ظاہر ہے اور روایت بھی بتاتی ہے کہ یہ حکم پہلے آپ کا تھا مگر اس کی تبلیغ کے لئے اس سے پہلے وقت مقرر نہ ہوا تھا۔ حضرت ﷺ نے اس کے اعلان میں تاخیر فرمائی اس انتظار میں کہ موقع ایسا سازگار ہو کہ اُس میں اختلاف زیادہ پیدا نہ ہو اور اب یہ جگہ آگئی، جہاں اللہ کو علم تھا اور دُنیا پر بعد میں یہ حقیقت ثابت ہوئی کہ اگر حضرت ﷺ اس جگہ سے آگے بڑھ جائیں اور قافلہ روانہ ہو جائے تو پھر راستے بدل جائیں گے اور اتنا بڑا مجمع پھر کبھی پیغمبر خدا کو فراہم نہیں ہو سکتا، تو اب خالق کی جانب سے یہ حکم تاکید آیا تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس حکم ربانی کو سن لیں اور حجت تمام خلق پر زیادہ سے زیادہ تمام ہو جائے۔ اس حکم محکم کے ورود سے مجبور ہو کر بلا توقف حضرت ﷺ مرکب سے اتر پڑے اور لازماً مسلمانوں کو بھی اُترنا پڑا۔ اُس وقت گرمی نہایت سخت تھی۔ پیغمبر خدا ﷺ نے حکم دیا کہ چھوٹے چھوٹے درخت جو وہاں ہیں وہ اکھاڑ دیئے جائیں تاکہ زمین صاف ہو جائے۔ پھر پالانہائے شتر کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک طرح کا منبر وہاں بنوایا اور اب اعلان ہوا، ”الصلوة جامعة“ یعنی نماز جماعت میں سب آکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں۔ مجبوراً سب مسلمان سمٹ کر اکٹھا ہو گئے جبکہ ریگ صحرا کی تپش کا یہ عالم تھا کہ عبا میں یا چادریں پیروں سے لپیٹ لی گئیں تھیں۔“^①

اعلان سے قبل، رسول خدا ﷺ، حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر اُس مصنوعی منبر کی چوٹی

① شیخ مفید علیہ رحمۃ، ارشاد، ص ۸۱۔ علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۴

پر تشریف لے گئے اور انہیں اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور ایک بسیط خطبہ ارشاد فرمایا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ اس خطبہ میں سے چند خاص فقرے یوں نقل کرتے ہیں:

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا اور فرامائی اور موعظہ و نصیحت کے ساتھ اُمت کو اپنی وفات کی خبر سنائی اور فرمایا مجھے دعوتِ حق آگئی ہے اور قریب ہے وہ وقت کہ میں اس پر لبیک کہوں، اب تمہاری نظروں سے اوجھل ہونے کا میرا وقت آگیا ہے اور میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں وہ کہ جس سے تم اگر تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، (اور وہ ہیں) اللہ کی کتاب اور میری عترت، جو میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہو گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں“، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوازِ بلند فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں پر تم سے زیادہ باختیار ہونے کا حق نہیں رکھتا؟ سب نے کہا کیوں نہیں۔ بس اس سے ربط دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اونچا کیا اتنا کہ دونوں کی سفیدی زیرِ بغلِ نخط ہوئی اور فرمایا، اچھا تو جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی (علیہ السلام) مولا ہے۔ خداوند! دوست رکھ اُسے جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسے جو اسے دشمن رکھے اور مدد کر اُس کی جو اس کی مدد کرے اور بے مددگار چھوڑ اُسے جو اسے بے مددگار چھوڑے۔ پھر منبر سے اترے اور یہ عینِ دوپہر کا وقت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اور اب زوالِ آفتاب ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزن نے نمازِ ظہر کی اذان دی جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں بیٹھے اور حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایک خیمہ میں جو سامنے لگا گیا تھا، بیٹھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ ایک ایک کر کے آپ کے پاس جائیں اور امامت کی مبارکباد دیں اور امیر المومنین کہہ کر سلام کریں، چنانچہ اُس دن سب نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج اور تمام مسلمان خواتین کو حکم دیا کہ وہ سب بھی علی علیہ السلام کے پاس آئیں اور انہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کریں چنانچہ اُن سب نے بھی اس

پر عمل کیا اور جنہوں نے اس میں کافی طول کلام سے کام لیا حضرت علیؑ کو اس منصب پر مبارکباد دینے میں وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے اور انہوں نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور منجملہ اس کے جو کہا تھا یہ تھا کہ مبارک ہو مبارک اے علیؑ! کہ آپ میرے اور ہر صاحب ایمان مرد اور صاحب ایمان عورت کے ”مولیٰ“ ہو گئے اور حسانؓ بن ثابتؓ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں کہ میں اس موقع پر کچھ ایسا کہوں جسے اللہ پسند کرتا ہو؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے حسان! بسم اللہ اٹھو۔ چنانچہ وہ ایک اونچے حصّہ پر زمین کے کھڑے ہوئے اور تمام مسلمانوں نے گردنیں بلند کیں اُن کے کلام کے سننے کے لئے تو انہوں نے اشعار پڑھنا شروع کئے جن کا ترجمہ یہ ہے:

”انہیں غدیر کے دن اُن کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پکار رہے تھے مقام خم پر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کانوں تک آواز پہنچانے والا کوئی ہو سکتا ہے اور فرمایا بتاؤ تمہارا مولیٰ اور ولی کون ہے؟ تو سب بول اُٹھے اور کسی نے اُس وقت دشمنی ظاہر نہیں کی کہ خدا ہمارا مولیٰ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ولی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کو آج نافرمانی کرنے والا نہیں پائیں گے تو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہا کہ کھڑے ہو اے علیؑ! کہ میں اپنے بعد تمہارے امام اور راہنما ہونے کو پسند کرتا ہوں، تو جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا یہ علیؑ ولی ہے تو تم سب رہو ان کے لئے مددگار اور موافقت رکھنے والے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کہ کہ خداوند! اس کے دوست کو تُو دوست رکھ اور جو علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن رکھے اُس کا تُو دشمن ہو۔“

اس پر حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا، اے حسان! ہمیشہ رُوح القدس کے ذریعہ سے تمہاری تائید ہوتی رہے گی جب تک تم اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے اور حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُس جگہ سے بے نہیں یہاں تک کہ یہ آیت اُتری: ①

”اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا“

(آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کر لیا ہے۔)

حضرت ﷺ نے فرمایا، ”اللہ کا شکر ہے دین کے مکمل ہونے اور نعمت کے پورے ہونے اور پروردگار کے میری رسالت اور علی (علیہ السلام) کی میرے بعد ولایت سے راضی ہونے پر۔“^①

علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان اہل سنت کی نظر میں

اہلسنت کے مشہور محدث ومؤرخ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ، حجۃ الوداع سے) واپسی کے وقت اثنائے راہ میں جب منزل غدیر خم پہنچے جو کہ حنفہ کے نواح میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے تو روئے انور صحابہ کی طرف کر کے فرمایا، ”کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں میں اُن کی جانوں سے زیادہ قریب و محبوب ہوں؟“ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ نبی مسلمانوں میں اُن کی جانوں سے زیادہ قریب و محبوب ہیں۔ بروایت آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دُہرائے۔ تمام صحابہ نے عرض کیا، ”درست ہے، کیوں نہیں؟ بلاشبہ آپ (ﷺ) تمام مسلمانوں کی جانوں سے قریب اور محبوب تر ہیں۔“ پھر فرمایا، ”آگاہ ہو جاؤ! میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جو ایک دوسرے سے بزرگ تر ہیں۔ ایک قرآن کریم اور دوسری میری اہلبیت (علیہم السلام)، دیکھو! میرے بعد ان دونوں میں احتیاط کرنا کہ کس طرح تم ان سے سلوک کرتے ہو اور کیسے ان کے حقوق ادا کرتے ہو۔ یہ دونوں میرے بعد ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ تم حوض کوثر کے

① علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۴۔ شیخ مفید علیہ رحمۃ، ارشاد، ص ۸۱۔

علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰

کنارے مجھ سے ملو۔ اس کے بعد فرمایا حق تبارک و تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مسلمانوں کا مولیٰ ہوں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، ”اللَّهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ“ (اے خدا! جس کا میں مولیٰ ہوں یہ علی (علیہ السلام) اُس کے مولیٰ ہیں)۔ ”اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ“ (اے خدا! تُو بھی اُسے دوست رکھ جو ان کو دوست رکھے)۔ ”وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ“ (اور دشمن رکھ اُسے جو ان سے دشمنی کرے)۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے، ”وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاحْضِلْ مَنْ خَذَلَهُ“ (مدد کر اُس کی جو علی (علیہ السلام) کی مدد کی اور ذلیل کر اُسے جو اسے کو چھوڑ دے) ”وَادْرِ الْحَقَّ حَيْثُ دَارَ“ (اور حق کو اُدھر اُدھر لے جا جہر جہریہ (علی علیہ السلام) جاتا ہے)، یعنی حق کو اُسی طرف کر جس طرف علی (علیہ السلام) ہوں۔ مروی ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات کی اور کہا، ”اے ابن ابی طالب! مبارک ہو اور خوشی ہو کہ صبح و شام اس حال میں تم کرتے ہو کہ ہر مرد و زن مومن کے تم مولیٰ ہو۔“ اس حدیث کو ابلسنت کے امام احمد نے حضرت براءؓ ابن عازب اور زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔^(۱) اور ابن اثیر جزیری نے ”اسد الغابۃ“ میں روایت کیا ہے۔^(۲)

علامہ واحدی ابوالحسن علی بن احمد نیشاپوری نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”اسباب النزول“ میں جو کہ صحیح معنی میں تاریخ تنزیل آیات قرآنی ہے، ابوسعید خدریؓ کی روایت یوں درج کی ہے کہ یہ آیت، ”اے رسول ﷺ تبلیغ کر دیجئے اُس کی جو آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے پروردگار کی طرف سے اُترا ہے“، غدیر خم والے دن حضرت علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کے بارے میں نازل ہوئی۔^(۳)

^(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۶۶، بحوالہ کذا فی مشکوٰۃ

^(۲) علی بن محمد ابن اثیر الجزیری (متوفی ۸۳۸ھ)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ۲ ص ۲۸

^(۳) علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۴۹۹، بحوالہ اسباب التنزیل مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ھ، ج ۱ ص ۱۵۰

حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر ”دُر منثور فی التفسیر بالمأثور“ میں اور اہل حدیث کے بہت بڑے عالم اور مفسر محمد بن علی بن محمد شوکانی نے اپنی تفسیر ”فتح القدیر“ میں اور ہندوستان کے مشہور عالم اہل حدیث نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اپنی تفسیر ”فتح البیان فی مقاصد القرآن“ میں جو متفقہ الفاظ درج کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

”ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید خدری کی زبانی بیان کیا ہے کہ یہ آیت ^① ”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۗ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ“

پیغمبر خدا ﷺ پر نازل ہوئی غدیر خم کے دن علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کے بارے میں اور ابن مردویہ نے ابن مسعود کی زبانی نقل کیا ہے کہ ہم لوگ جب پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں اس آیت کو پڑھتے تھے (تو) اس فقرہ کے ساتھ (پڑھتے تھے) کہ ”جو اللہ کی طرف سے اُتارا گیا ہے“ (وہ) علی علیہ السلام (ہے جو) مؤمنین کا مولا ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کچھ پہنچائی ہی نہیں اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔ ^② (نوٹ: اس روایت میں بریکٹ میں دیے گئے الفاظ روایت کا حصہ نہیں ہیں بلکہ انہیں ہم نے خود شامل کیا ہے تاکہ بات سمجھ میں آسکے۔ مؤلف)

امام ولی الدین محمد بن محمد بن عبد اللہ الخطیب العربی نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”مشکوٰۃ المصابیح“ جو عموماً مشکوٰۃ شریف کہلاتی ہے، میں جو روایت درج کی ہے وہ اس طرح ہے، ”زید بن ارقم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر خدا ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان خطبہ دینے کے لئے سواری سے

① سورة المائدة، آیت ۶۷

② جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری)، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج ۲ ص ۲۹۸۔

محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ ہجری)، فتح القدیر، جلد ۲ ص ۶۰۔

نواب صدیق حسن خان قنوجی، فتح البیان فی مقاصد القرآن، ص ۱۹

اُترے اور حمد و ثنائے اللہ بجالائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، ”اے لوگو! میں بس ایک انسان ہوں، بہت نزدیک ہے وہ دن کہ میرے پروردگار کا پیغام آجائے اور میں لبیک کہوں بلاشبہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں، پہلی ان میں سے اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے تو اللہ کی کتاب کو لو اور اس سے تمسک کرو، اور آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دی اور اس پر بہت زور دیا۔ پھر فرمایا، ”میں تمہیں اپنے اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، (پھر کہا) اپنے اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔“^①

مولانا شبلی نعمانی صاحب نے صحیح بخاری و ترمذی کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے، ”اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے (موت کو) قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے، خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت (علیہم السلام) ہیں۔ میں اپنے اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں (آخری جملہ کو آپ ﷺ نے تین دفعہ دہرایا۔ (یہ صحیح مسلم، مناقب حضرت علی علیہ السلام کی روایت ہے) اور نسائی، مسند امام احمد، ترمذی، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علی (علیہ السلام) کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔“^②

شاہ معین الدین احمد ندوی صاحب جو کہ مولانا شبلی نعمانی صاحب کے شاگرد رشید ہیں، صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل باب علی (علیہ السلام) کو ماخذ قرار دے کر لکھتے ہیں، ”مدینہ کی طرف کوچ فرمایا اور راستہ میں مقام خم غدیر میں ایک مختصر خطبہ دیا، ”حمد و ثناء کے بعد (فرمایا)، اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے خدا کا فرشتہ آئے اور مجھے اُس کی دعوت قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان

① امام ولی الدین محمد بن محمد بن عبد اللہ الخطیب العربی (متوفی ۷۴۳ ہجری)، مشکوٰۃ المصابیح

② مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۳ء)، سیرت النبی ﷺ حصہ دوم صفحہ ۱۶۸

دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت (علیہ السلام) ہیں۔ اپنے اہل بیت (علیہ السلام) کے بارے میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔“^①

اہلسنت کے مشہور و معروف عالم دین اور محقق ڈاکٹر علامہ طاہر القادری صاحب اپنی مشہور کتاب ”السيف الجلی علی منکر ولایت علی (علیہ السلام) (اعلان غدیر)“ جس کا موضوع ہی مقام غدیر پر کیا جانے والا اعلان ولایت علی (علیہ السلام) ہے، کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ”آج ۱۸ ذی الحج ہے، جس دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپسی کے دوران غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور صحابہ کرامؓ کے ہجوم میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اٹھا کر اعلان فرمایا: ”مَنْ جُنْتُ مَوْلَاكَ فَعَلَيْ مَوْلَاكَ“ (جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی (علیہ السلام) مولا ہے)۔ یہ اعلان ولایت علی (علیہ السلام) جس کا اطلاق قیامت تک جملہ اہل ایمان پر ہوتا ہے اور جس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو ولایت علی (علیہ السلام) کا منکر ہے وہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے۔ اس عاجز نے محسوس کیا کہ اس مسئلہ پر بعض لوگ بوجہ جہالت متردد رہتے ہیں اور بعض لوگ بوجہ عناد و تعصب، سو یہ تردد اور انکار اُمت میں تفرقہ و انتشار میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ اندریں حالات میں نے ضروری سمجھا کہ مسئلہ ولایت و امامت پر دو رسالے تالیف کروں، ایک بعنوان ”السيف الجلی علی منکر ولایۃ علی (علیہ السلام) اور دوسرا بعنوان ”القول المعتبر فی الامام المنتظر (علیہ السلام)“۔ پہلے رسالے کے ذریعے فاتح ولایت حضرت امام علی (علیہ السلام) کے مقام کو واضح کروں اور دوسرے رسالہ کے ذریعے خاتم ولایت حضرت امام مہدی (علیہ السلام) کا بیان کروں تاکہ جملہ شبہات کا ازالہ ہو اور یہ حقیقت خواص و عوام سب تک پہنچ سکے کہ ولایت علی (علیہ السلام) اور ولایت مہدی (علیہ السلام) اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب احادیث میں روایات متواترہ

① شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام حصہ اول، ص ۱۱۱

سے ثابت ہے۔ میں نے پہلے رسالہ میں حدیثِ نبوی ﷺ کی اکیاون (۵۱) روایات پوری تحقیق و تخریج کے ساتھ درج کی ہیں۔ اس عدد کی وجہ یہ ہے کہ میں نے امسال اپنی عمر کے ۵۱ برس مکمل کئے ہیں، اس لئے حصولِ برکت اور اکتسابِ خیر کے لئے عاجزانہ طور پر عددی نسبت کا وسیلہ اختیار کیا ہے تاکہ بارگاہِ علی المرتضیٰ (علیہ السلام) میں اس حقیر کا نذرانہ شرف قبولیت پاسکے۔^(۱)

ملا علی متقی کی کنز العمال میں ایک ہی مضمون کے تین جملے مختلف راویوں کی زبانی ہیں اور مشہور الفاظ یہ ہیں، ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَاكَ فَعَلَيَّْ مَوْلَاكَ“ اور یہی حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں۔^(۲)

”مسند“ میں امام احمد بن حنبل نے اور ابن اثیر جزیری نے ”اسد الغابۃ“ میں متعدد مواقع پر درج کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کوفہ کے مقام رجبہ میں، جہاں ظاہر ہے کہ تمام اصحاب پیغمبر خدا ﷺ موجود بھی نہ تھے بلکہ صرف وہی تھے جو اتفاق سے عراق پہنچے گئے تھے اور اُس وقت اُس مقام پر موجود تھے، اس واقعہ کی چشم دید گواہیاں طلب کیں کہ جس نے اپنے کان سے رسول اللہ ﷺ کو غدیرخم میں یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ گواہی دیں، توبارہ افراد ایسے صحابہ میں سے جو جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے، کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ ہم نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ الفاظ فرماتے ہوئے سنا ہے۔^(۳)

مشکوٰۃ میں ہے، ”فرمایا تین مرتبہ کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں پر خود اُن سے زیادہ اختیارات رکھتا ہوں؟ سب نے کہا کہ ہم جانتے ہیں، تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی (علیہ السلام) مولا ہے۔“^(۴)

^(۱) ذاکٹر محمد طاہر القادری، السیف الجلی علی منکر ولایت علی علیہ السلام (اعلان غدیخ) ص ۵

^(۲) علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام ص ۵۰۵ بحوالہ کنز العمال، ج ۱۲ ص ۲۰۲

^(۳) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۹۵، ۹۶۱، علی بن محمد ابن اثیر الجزیری (متوفی ۸۳۸ھ)، اسد الغابۃ ج ۴ ص ۲۸

^(۴) مشکوٰۃ مطبوعہ دمشق ج ۳ ص ۳۰

غدير خم کے بعد بھی اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں تاکید

اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف غدير خم کے خطبہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس کے بعد بھی تاریخ مختلف مواقع پر مسلمانوں کو تاکید و نصیحت اور وصیت فرماتے رہے۔ شیخ مفید اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ زمانہ رحلت قریب ہے تو ہمیشہ خطبہ ہائے تبلیغ فرماتے، لوگوں کو اپنے احکام سے روگردانی اور اپنے بعد فتنہ و فساد برپا کرنے سے منع فرماتے، ڈراتے اور وصیت فرماتے، ”اے لوگو! میرے طریقہ اور میری سنت سے دستبردار نہ ہو جانا، دینِ خدا میں بدعت نہ کرنا، میری عمرت و اہل بیت (علیہم السلام) کی اطاعت و نصرت کرنا، ان سے موافق رہنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا اور مرتد نہ ہو جانا“ اور مکرر ارشاد فرماتے، ”اے لوگو! میں تم سے پہلے جا رہا ہوں، تم حوضِ کوثر پر میرے پاس آؤ گے اور میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے اُن دو بزرگ چیزوں یعنی کتابِ خدا اور میری عمرت و اہل بیت (علیہم السلام) کے ساتھ کیا سلوک کیا جن کو میں (تمہارے درمیان) چھوڑ آیا تھا۔ پس تم سوچو اور غور و فکر کرو کہ کس طرح ان دونوں سے برتاؤ کرو گے؟ تحقیق خداوند لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ آجائیں۔ ان دونوں کو میں تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں، میرے اہل بیت (علیہم السلام) پر سبقت نہ کرنا اور ان سے پراگندہ نہ ہونا، ان کے حق میں تقصیر نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور کوئی چیز ان کو تعلیم نہ کرنا کہ یہ تم سے زیادہ دانا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد میرے دین سے منحرف ہو جاؤ، کافر بن جاؤ اور ایک دوسرے پر تلوار کھینچو۔ اے لوگو! جان لو کہ علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) میرا چچا زاد بھائی اور میرا وصی ہے۔ وہ تاویل قرآن پر قتال کرے گا جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کیا۔“^①

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۰۹، ۱۱۰

سنہ ۱۱ ہجری

مدینہ کی طرف واپسی اور سریہ اسامہ بن زید حارثہ

(۲۶ صفر ۱۱ ہجری)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب نے ”مدارج النبوت“ میں اس سریہ کے بارے میں تفصیلاً ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ آخری سریہ جیش حضرت اسامہ بن زیدؓ کا تھا۔ اس لشکر کو پیر کے دن ۲۶ صفر ۱۱ ہجری میں روم کی طرف کوچ کا حکم ہوا جہاں اُن کے والد کی شہادت گاہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسامہؓ کو، جن کی عمر صرف اٹھارہ، انیس یا بیس سال تھی، لشکر کا امیر بنایا اور جلد روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اس دوران حضور اکرم ﷺ علیل ہو گئے۔ اگلے دن علالت کے باوجود اپنے دست مبارک سے علم تیار کیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور خدا کے کافروں سے قتال کرو۔ حضرت اسامہؓ نے علم لیا اور روانہ ہو گئے، مدینہ کے قریب مقام جرف میں پڑاؤ کیا تاکہ لشکر اسلام مجتمع ہو جائے۔ دربار رسالت سے یہ حکم عالی صادر ہوا کہ اعیان مہاجرین و انصار مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ وغیرہ سوائے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حضرت اسامہؓ کے ہمراہ جائیں، (یعنی) آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اُس لشکر کے ساتھ نہیں بھیجا۔ حضرت اسامہ، حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق لشکر گاہ گئے اور کوچ کا حکم دیا۔ ابھی خود سوار ہو رہے تھے کہ اُن کی والدہ اُمّ ایمن نے پیغام بھیجا کہ رسول خدا ﷺ نزع کے عالم میں ہیں۔ اُسامہ لوٹ آئے، اشراف صحابہ بھی واپس آ گئے جبکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ پہلے ہی مدینہ منورہ میں تھے۔ ①

اس واقعہ میں کئی اہم پہلو دعوتِ فکر دیتے ہیں، مثلاً:

۱۔ شدید علالت کے باوجود رسول اللہ ﷺ اُس لشکر کو روم کی طرف کیوں روانہ فرما رہے تھے اور لشکر کے جلد از جلد کوچ کر جانے پر کیوں مُصر تھے؟

۲۔ حضور ﷺ نے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا مگر حضرت علیؓ جیسے جری مجاہد اسلام کو روک لیا۔ اگر وہ جنگ اتنی اہم تھی جس کے لئے لشکر اسلام کو جلد از جلد کوچ کا حکم دیا جا رہا تھا تو ایسی جنگ میں شیر خدا کی شمولیت تو ضروری ہونا چاہیے تھی پھر اُن کو مدینہ میں ہی روک لینے میں رسول اللہ ﷺ کی کیا حکمت نہاں تھی؟

۳۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ جیسے تجربہ کار صحابہ کے ہوتے ہوئے ایک نو عمر و کمسن کو لشکر کا امیر بنانے میں رسول اللہ ﷺ کی کیا مصلحت تھی؟

علامہ باقر مجلسیؒ صاحب ”جلاء العیون“ میں لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کوئی علی ابن ابی طالب سے (علیہ السلام) مخالفت و منازعت نہ کرے اور خلافت جناب امیر علیہ السلام مُستقر اور محکم ہو جائے۔ پس لوگوں کو باہر جانے پر اصرار فرماتے تھے اور اسامہ کو حکم دیا کہ ”جرف“ میں جائے اور وہاں پہنچ کر توقف کرے تاکہ لشکری وہاں آکر جمع ہو جائیں اور ایک جماعت کو مقرر فرمایا کہ لوگوں کو نکال دیں (یعنی مدینہ سے نکال کر لشکر کے ساتھ روانہ کریں)۔ پس اسی حالت میں رسول اکرم ﷺ پر مرض موت طاری ہوا۔^①

شیخ مفید علیہ رحمۃ لکھتے ہیں، ”یہ اس لئے تھا کہ مدینہ میں آپ ﷺ کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ رہے جو اُمت کی سربراہی میں اختلاف کرے اور جو خود لوگوں کے آگے ہونے کی اپنے لئے توقع رکھتا ہو اور اس طرح اُس شخص کے لئے جسے حضرت ﷺ نے خود اپنا جانشین بنایا ہے مقصد کی تکمیل ہو جائے اور اُس کے حق کے بارے میں کوئی نزاع کرنے والا نزاع نہ کرے۔“^②

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، جلد ۱

② شیخ مفید (متوفی ۲۲۰۱ء)، ارشاد، صفحہ ۸۳

علامہ طبرسی لکھتے ہیں، ”حضرت ﷺ نے یہ صرف اس لئے کیا کہ مدینہ میں حضرت ﷺ کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ رہے جو امامت میں اختلاف کرے یا خود امیر بننے کا خواہشمند ہو اور اس طرح جو اس کا حق دار ہے اُس کے لئے یہ امر پایہ تکمیل تک پہنچے۔“^①

رسول اللہ ﷺ کی علالت اور آخری ایام حیات

رسول اللہ ﷺ غدیر خم میں ہی مسلمانوں کو آگاہ فرما چکے تھے کہ بہت نزدیک ہے وہ دن کہ میرے پروردگار کا پیغام آجائے اور میں لبیک کہوں چنانچہ غدیر سے واپسی پر ہی آپ ﷺ علیل ہو گئے تھے اور بیماری رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی۔ ماہِ صفر کے آخری دنوں میں اس کا غلبہ زیادہ ہو گیا اور آپ ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ اب جسمانی طاقت زیادہ دیر ساتھ نہ دے گی۔

رسول اللہ ﷺ متوجہ بہ جنت البقیع

جب آنحضرت ﷺ نے اپنی نازک حالت مشاہدہ فرمائی تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بقیع کی طرف متوجہ ہوئے۔ اکثر اصحاب آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ مردگانِ بقیع پر استغفار کروں چنانچہ جب بقیع میں پہنچے تو ارشاد فرمایا، ”السلام علیکم اے اہل قبور! تم کو وہ حالت گوارا ہو جس میں تم نے صبح کی اور اس فتنہ و فساد سے نجات پائی جو لوگوں کو درپیش ہے۔ تحقیق کہ مانند پارہ ہائے شب تار فساد و فتنہ ہائے عظیم نے لوگوں کی جانب رخ کیا ہے۔“ یہ فرما کر دیر تک اہل بقیع کے لئے طلب مغفرت کی۔^②

حضرت علی علیہ السلام کو وصال سے متعلق وصیت

رسول اللہ ﷺ نے بقیع میں اہل قبور کے لیے دُعا سے فارغ ہو کر حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا

① علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ھ)، اعلام الوری

② علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ھ)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۰

مجھے لگتا ہے کہ میرا وقت وفات قریب ہے۔ پھر فرمایا یا علی! حق تعالیٰ نے مجھے خزانہ ہائے دُنیا پر مخیر فرمایا ہے کہ میں چاہوں تو ہمیشہ دُنیا میں رہوں یا چاہوں تو بہشت میں رہوں، مگر میں نے لقائے پروردگار (دیدارِ خدا) کو اختیار کیا ہے۔ جب میں انتقال کروں تو تم میرے ستر کو ڈھانپ دینا کیونکہ جس کی نظر پڑ جائے گی وہ اندھا ہو جائے گا۔ یہ فرما کر بجانب منزل مراجعت فرمائی۔

آپ ﷺ کا مرض شدید ہو گیا۔ تیسرے روز مسجد میں تشریف لائے۔ نقاہت کی وجہ سے چلنے میں دشواری کا سامنا تھا اس لیے دایاں ہاتھ دوشِ جناب علی علیہ السلام پر اور بایاں ہاتھ حضرت فضل بن عباسؓ کے کندھے پر تھا۔ یہاں تک کہ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔^(۱)

آنحضرت ﷺ کا خطبہ

حضرت رسالت مآب ﷺ نے مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا: ”اے گروہ مردم! اب وہ وقت قریب ہے کہ میں تم سے رخصت ہو جاؤں۔ جس کسی کا مجھ سے کوئی عہد ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے اور جس کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو وہ مجھ سے وصول کر لے۔ اے گروہ انسان! کسی تنفس اور خدا کے درمیان سوائے اللہ کی بندگی کے عمل کے، کوئی وسیلہ نہیں جس کے سبب سے کوئی عمل خیر واقع ہو یا کوئی شر اس سے دفع ہو۔ اے لوگو! کوئی مدعی یہ دعویٰ نہ کرے کہ وہ بغیر عمل کے رہائی پائے گا اور کوئی یہ آرزو نہ کرے کہ بغیر اللہ کی بندگی کے وہ رضائے الہی حاصل کر سکتا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں اُس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نیک عمل اور رحمت حق تعالیٰ سے عذاب الہی سے نجات ہے اور معصیت سے جہنم ہے۔ خداوند! میں نے تیری رسالت پہنچادی۔“ یہ فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لائے۔ پھر لوگوں کے ساتھ بسہولت نماز ادا فرمائی اور حضرت اُم سلمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ وہاں ایک یا دو روز رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کو اپنے گھر لے گئیں۔^(۲)

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۰

^(۲) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۰

واقعہ قصاص

گمان ہے کہ واقعہ قصاص، رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ بالا خطبہ کے دوران ہی پیش آیا جیسا کہ آپ ﷺ نے اُس خطبہ کے دوران فرمایا کہ اے لوگو! اب وہ وقت قریب ہے کہ میں تم سے رخصت ہو جاؤں۔ جس کسی کا مجھ سے کوئی عہد ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے اور جس کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو وہ مجھ سے وصول کر لے۔ (”جلاء العیون“ میں یہ واقعہ کسی اور مقام پر درج ہے لیکن واقعی تسلسل قائم کرنے کے لئے ہم اسے یہاں پر شامل کر رہے ہیں۔ مؤلف)

چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو میری مسجد میں جمع کرو۔ جب لوگ جمع ہوئے تو حضرت ﷺ باہر تشریف لائے۔ سر پر عمامہ مبارک رکھے ہوئے منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الہی بجالائے۔ پھر فرمایا، ”اے گروہ اصحاب! میں تمہارے لئے کیسا پیغمبر تھا؟ کیا میں نے تمہارے واسطے جہاد نہیں کیا؟ کیا میری پیشانی کو تم نے خاک آلود نہیں کیا؟ کیا میرے منہ پر تم نے خون نہیں بہایا یہاں تک کہ میری داڑھی رنگین ہو گئی؟ کیا میں اپنی قوم کے ہاتھوں شدتوں اور سختیوں کا متحمل نہیں ہوا؟“ کیا میں نے اپنی اُمت کی رعایت کے لئے بھوک میں پیٹ پر پتھر نہیں باندھا؟“ اصحاب نے کہا، ”ہاں یا رسول اللہ ﷺ! تحقیق آپ ﷺ خدا کے واسطے صبر کرنے والے اور برائیوں سے منع کرنے والے تھے۔ حق تعالیٰ آپ ﷺ کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر دے۔“ حضرت ﷺ نے فرمایا، ”خدا تم کو بھی جزائے خیر دے۔“ پھر حضرت ﷺ نے فرمایا، ”حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی ظالم کا ظلم نہ چل سکے گا لہذا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جس کسی پر محمد (ﷺ) سے کوئی ظلم ہوا ہو وہ اُٹھ کھڑا ہو اور مجھ سے قصاص لے لے کہ قصاص دنیا میرے نزدیک قصاص عقبی سے، جو گروہ ملائکہ اور انبیاء کے سامنے ہوگا، زیادہ بہتر اور محبوب تر ہے۔“ یہ سن کر ایک شخص جس کا نام سودا بن قیس تھا، سب سے پیچھے سے اُٹھا اور کہا، ”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں

یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ ﷺ طائف سے تشریف لائے تھے تو میں آپ ﷺ کے استقبال کو آیا۔ آپ ﷺ ناقہ غضبا پر سوار تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں عصائے ممشوق تھا۔ جب آپ ﷺ نے اونٹ کو مارنے کے لئے عصا بلند کیا تو وہ میرے پیٹ پر لگا۔ معلوم نہیں آپ ﷺ نے عدا مارا یا سہواً، حضرت ﷺ نے فرمایا، ”معاذ اللہ اگر میں نے عداً ایسا کیا ہو۔“ پھر حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلال! فاطمہ (علیہا السلام) کے گھر جا اور وہی عصا لے آ۔ جب بلالؓ مسجد سے باہر آئے تو بازار میں منادی کی کہ اے لوگو! کون ہے جو روزِ قیامت سے پہلے اپنے نفس کو قصاص کے لئے پیش کرے؟ اس وقت رسولِ خدا (ﷺ) قیامت سے پہلے اپنا قصاص ادا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر وہ سیدۃ النساء (علیہا السلام) کے دروازہ پر پہنچے، دستک دی اور کہا، ”یا جناب فاطمہ (علیہا السلام)! حضرت ﷺ اپنا عصائے ممشوق طلب فرماتے ہیں۔“ جناب سیدہ (علیہا السلام) نے فرمایا، ”اے بلال! آج تو عصا کا کوئی کام نہیں پھر حضرت ﷺ نے کیوں طلب فرمایا ہے؟“ بلالؓ نے عرض کیا، ”یا فاطمہ (علیہا السلام)! آپ نہیں جانتیں کہ آپ کے پدرِ بزرگوار منبر پر تشریف رکھتے ہیں اور تمام لوگوں کو وداع فرما رہے ہیں۔“ جب جناب سیدہ (علیہا السلام) نے یہ سنا تو فریاد کناں ہوئیں اور فرمایا، ”اے پدرِ بزرگوار! آپ ﷺ کے غم و اندوہ پر میرا دل فگا ر اور اندوہ گیس ہے۔ اے حبیبِ خدا و محبوبِ قلوب ﷺ! آپ ﷺ کے بعد فقیروں، محتاجوں، بیچاروں اور غریبوں کی خبر کون لے گا؟ اور یہ لوگ کس سے پناہ مانگیں گے؟“ پس بلالؓ عصا لے کر حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ﷺ نے عصا لیا اور فرمایا، ”وہ مرد پیر کہاں ہے؟“ اُس نے کہا، ”یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میں حاضر ہوں۔“ حضرت ﷺ نے فرمایا، ”مجھ سے قصاص لے، کہ تُو راضی ہو۔“ اُس شخص نے کہا، ”یا حضرت ﷺ! اپنا شکم کھولنے۔“ جب آپ ﷺ نے اپنا شکم اقدس کھولا تو اُس نے کہا، ”حضور ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، اجازت دیجئے کہ میں اپنا منہ

آپ ﷺ کے شکم مبارک پر رکھوں۔“ حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی تو اُس نے سید عالم ﷺ کے شکم اطہر کو بوسہ دیا اور کہا، ”میں آتشِ جہنم سے بروزِ قیامت پناہ مانگتا ہوں۔“ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ”خداوند! جس طرح سودا نے تیرے پیغمبر کو عفو کیا تو بھی اسے عفو کر۔“ یہ فرما کر حضرت نبی اکرم ﷺ منبر سے اترے اور حضرت اُم سلمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔^①

آپ ﷺ نے فرمایا، ”الہی! میری اُمت کو آتشِ جہنم سے محفوظ رکھنا اور ان پر روزِ جزا حساب کو آسان فرمانا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے کہا، ”یا حضرت ﷺ! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ متغیر ہے اور آپ ﷺ غمگین ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا، ”جبرائیل (علیہ السلام) نے اس وقت مجھے خبر مرگ پہنچائی ہے۔ میں تم پر سلام ہو کہ دُنیا میں اس دن کے بعد پھر آوازِ محمد (ﷺ) نہ سنو گی۔“ حضرت اُم سلمہؓ نے جب یہ وحشت اثرِ خبر سُنی تو چلائیں اور کہا، ”وا حسرتا! آپ ﷺ پر ایسا رنج و الم مجھے ہوا ہے کہ میں جس کا تذکر نہیں کر سکتی۔“ تب نبی گرامی ﷺ نے اپنی لختِ جگر جنابِ سیدہ عیسیٰؓ کی صدائے غم سنی، آنکھیں کھولیں اور فرمایا، ”اے دخترِ گرامی! بہت جلد تم سے جدائی ہوتی ہے اور تجھے وداع کرتا ہوں، اے بیٹی! تجھ پر سلام۔“ یہ خبر جنابِ سیدہ عیسیٰؓ کے دل پر بجلی بن کر گری۔

شفیع معظم ﷺ نے حضرت اُم سلمہؓ کے گھر ایک یا دو روز ہی قیام فرمایا تھا کہ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کو اپنے گھر لے گئیں۔^②

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ



① علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۴۲، ۱۴۵

② علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۱

آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر میں

حضرت رسالت مآب ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے آئے تھے۔ مرض میں شدت آگئی تھی اس کے باوجود حضرت بلالؓ نماز فجر کے لئے آپ ﷺ کو لینے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نہایت ضعف و ناتوانی سے قدم اٹھاتے ہوئے چل دیے اور اس طرح مسجد پہنچے کہ آپ ﷺ کا ایک ہاتھ جناب علیؓ کے کندھے پر اور دوسرا فضل بن عباسؓ کے کندھے پر تھا۔ جب محراب کے قریب تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی جگہ حضرت ابو بکرؓ نے نماز شروع کرادی ہے۔ پس آپ ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں پیچھے بلایا اور خود داخل محراب ہوئے اور دوبارہ نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد گھر تشریف لائے اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو طلب کیا اور فرمایا کہ کیا میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ اُسامہ کے لشکر کے ساتھ جاؤ؟ سب نے اقرار کیا اور کہا کہ بے شک آپ ﷺ نے ہم کو یہ حکم دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم نے میرے حکم کی اطاعت کیوں نہیں کی؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں گیا تھا لیکن اس لئے لوٹ آیا کہ اپنا عہد تازہ کروں۔ حضرت عمرؓ بولے کہ میں اس لیے نہ گیا کہ آپ (ﷺ) کی بیمار پرسی کروں۔ اس پر حضور ﷺ نے دوبارہ حکم دیا کہ لشکر اسامہ کے ہمراہ چلے جاؤ۔ پھر شدت مرض سے آپ ﷺ کی حالت ایسی ہوگئی کہ مسلمان رونے لگے اور آوازِ نوحہ و گریہ بر زنان و فرزدان حضرت اور صدائے غل و شور مردان و زنانِ مسلمانان بلند ہوئی۔ حضور ﷺ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور فرمایا، ”دوات اور کف گوسفند لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک نامہ لکھوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔“^①

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۲

حدیث قرطاس

وقتِ رحلت جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوات اور کف گوسفند لاؤ کہ میں تمہارے لیے ایک نامہ لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ تو اصحاب میں سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا تاکہ دوات اور کف گوسفند لائے۔ کسی نے کہا کہ واپس آ جاؤ پھر نازیبا الفاظ استعمال کیے اور کہا کہ ہم کو کتابِ خدا ہی کافی ہے۔ اس پر جو لوگ وہاں موجود تھے اُن میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ نے کہا کہ قلم لایا جائے اور بعض نے کہا کہ نہیں۔ پیغمبر ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ ﷺ نے طلب کیا ہے کیا ہم وہ لائیں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان بیہودہ باتوں کے بعد جو میں نے تم سے سنی ہیں، اب مجھے دوات و قلم کی حاجت نہیں لیکن تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت (علیہ السلام) سے نیک سلوک کرنا اور روگردانی نہ کرنا۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ دوات و کاغذ صحیح بخاری و مسلم اور جمعی کتب معتبرہ اہل سنت میں ہے اور متعدد طریقوں سے مذکور ہے۔ اہل سنت نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے اس طرح روایت کی ہے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اس قدر روئے کہ اُن کے آنسوؤں سے منبر مسجد بھیگ گیا اور کہا کہ روزِ پنجشنبہ! اور کون سا پنجشنبہ؟ وہ جس دن آنحضرت ﷺ پر مرض شدید ہوا اور حکم دیا کہ دوات و کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک وصیت لکھوں کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ لوگوں نے آپس میں حضرت رسولِ خدا ﷺ کے قریب نزاع کی۔ کسی نے کلامِ رسولِ خدا ﷺ کو ہذیان سے نسبت دی اور بروایت دیگر، کسی نے کہا کہ رسول ﷺ پر مرض کی شدت ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے وہ ہم کو اور تم کو کافی ہے۔ یہ سُن کر لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ بعضوں نے کہا کہ کاغذ و قلم لانا چاہیے تاکہ رسولِ خدا ﷺ تمہارے لئے ایک ایسی وصیت لکھیں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو اور بعضوں نے دوسرے قول کو پسند کیا۔ جب آنحضرت ﷺ کے نزدیک آوازیں بلند ہوئیں تو آپ ﷺ نے دل تنگ ہو کر فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے تھے کہ مصیبت اور بدترین مصیبت وہ تھی کہ پیغمبر ﷺ کو تحریرِ وصیت سے

مانع ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے رُوبرُ و آوازیں بلند کیں یہاں تک کہ حضور ﷺ نے انتقال فرمایا۔^(۱)

واقعہ قرطاس کو متعدد مؤرخین نے لکھا ہے مثلاً معروف محقق و مؤرخ مولانا شبلی نعمانی صاحب نے اسے اپنی کتاب ”الفاروق“ میں رقم کیا ہے۔^(۲)

علامہ علی نقوی صاحب نے تاریخ اسلام میں بحوالہ ”ارشادات، اعلام الوری، صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل“ لکھا ہے۔^(۳)

اور علامہ محمد باقر مجلسی نے جلاء العیون میں بیان کیا ہے۔^(۴)

ان کے علاوہ بھی کئی محققین و مؤرخین و مؤلفین نے اس واقعہ کو کتب سیر میں درج کیا ہے۔
واقعہ قرطاس میں کئی پہلو قابل غور ہیں، مثلاً:

(۱) وہ کون سی ایسی بات تھی جس کو لکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قلم دوات اور کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں تاکہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو جاؤ؟ اور وہ بھی ایسے موقع پر فرما رہے ہیں جب آپ ﷺ اپنی اُمت سے رخصت ہو رہے ہیں۔

(۲) آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اُمت کے گمراہ ہو جانے کا امکان کس تنازعہ پر ہو سکتا تھا جس کو آپ ﷺ اپنی تحریر کے ذریعے نمٹا دینا چاہتے تھے؟

(۳) کسی کو قلم دوات و کاغذ لائے جانے پر اعتراض کیوں تھا؟ کیوں کہا کہ ہمارے لیے قرآن کافی ہے؟ یعنی وہ کیوں نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری اور اہم وصیت زیرِ قلم آئے؟

(۴) کیا اُن کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کیا لکھنا چاہتے تھے؟

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۲، ۱۱۳

^(۲) مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۳ء)، الفاروق صفحہ ۶۷ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی طبع اول ۱۹۹۱ء

^(۳) علامہ علی نقوی، تاریخ اسلام صفحہ ۵۱۹ تا ۵۲۵

^(۴) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۱

رسول کریم ﷺ کا آخری خطبہ

علامہ باقر مجلسی صاحب لکھتے ہیں کہ تمام اہل مدینہ اور مہاجر و انصار رسول اللہ ﷺ کی آخری زیارت کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے۔ تمام مرد و زن روتے پیٹتے تھے، بعض واویلا کرتے تھے اور ”انا للہ“ کہتے تھے اور آنحضرت ﷺ (اُس وقت) آخری خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کبھی ضعف و ناتوانی کے سبب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے اور (ذرا توقف کے بعد) پھر خطبہ شروع فرماتے۔ اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”اے گروہ مہاجر و انصار اور جو شخص اس وقت یہاں موجود ہے، آدمیوں اور جنات، سب سے میرا خطاب ہے کہ جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں تم اُن لوگوں کو بھی پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں اور حق کہ نہ چھپاؤ کہ میں اب جاتا ہوں اور تم میں کتابِ خدا چھوڑے جاتا ہوں جو کہ منور بنورِ ہدایت ہے اور جس چیز کی اُمت محتاج ہو اُس سب کا بیان اس میں ہے اور حجتِ خدا تم پر ہے میری طرف سے اور میں تم میں ”علمِ اکبر“ چھوڑے جاتا ہوں، کہ وہ نشانِ راہِ دین اور نورِ ہدایت ہے اور وہ علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) میرا وصی ہے وہ ریسمانِ محکمِ خدا ہے (اللہ کی مضبوط ڈوری ہے)۔ لازم ہے کہ تم سب اس سے متمسک رہو، اس سے پراگندہ (متذبذب، متردّد، منتشر) نہ ہو، نعمتِ خدا کو یاد کرو۔ اے لوگو! علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) علم و حکمت میں خدا کا خزانہ ہے، جو شخص اس کو دوست رکھے اُس نے عہدِ خدا کو وفا کیا اور جو اس سے دشمنی کرے وہ قیامت کے دن اندھا اور بہرہ محشور ہوگا۔^①

رسول اللہ ﷺ کی وصیت برائے غسل، کفن و دفن

جناب سرورِ انبیاء ﷺ نے حضرت علی (علیہ السلام) سے فرمایا کہ یا علی! مجھے غسل تم دینا، تمہارے سوا اور کوئی مجھے غسل نہ دے کہ اندھا ہو جائے گا۔ علی (علیہ السلام) نے اس کا سبب دریافت کیا تو آنحضرت

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۱۴

ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے رب جلیل کا ارشاد اسی طرح بیان کیا ہے کہ تمہارے انتقال کے بعد جس کی نظر تمہارے بدن پر پڑے گی وہ اندھا ہو جائے گا۔ حضرت علی (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اکیلا کیسے غسل دے سکوں گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل و اسماعیل (علیہم السلام) جو کہ آسمانِ اول پر موکل ہیں، میرے غسل میں تمہاری مدد کریں گے۔ علی (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ پانی کون دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فضل بن عباس (رضی اللہ عنہ)، لیکن اُس کو چاہیے کہ اپنی آنکھیں بند رکھے کہ میرے بدن پر نظر نہ پڑے کیونکہ سوائے تمہارے، سب مردوں اور عورتوں پر حرام ہے کہ میرے بدن پر نظر کریں۔ اے علی! جب تم مجھے تختے پر رکھنا اور میرے بدن کو دھونا تو چاہ غس کے پانی کے چالیس ڈول میرے بدن پر ڈالنا۔ جب غسل سے فارغ ہونا تو یہاں تک توقف کرنا کہ جبرائیل (علیہ السلام) تم کو اجازت دیں۔ پھر مجھے اُسی جگہ دفن کرنا جہاں میری روح قبض ہو اور کفن تین جامہ کا دینا جن میں سے ایک جامہ یمنی ہو۔ تمہارے سوا کوئی دوسرا میری قبر میں نہ آئے۔ فاطمہ (علیہا السلام) اور حسنین (علیہم السلام) کے ہمراہ مجھ پر نماز پڑھنا اور پچھتر (۷۵) مرتبہ تکبیر کہنا۔ اس کے بعد میرے گھر کے مرد جو ق در جوق مجھ پر نماز پڑھیں اور اُن کے بعد خواتین اور پھر (باقی) تمام لوگ مجھ پر نماز پڑھیں۔^①

ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ خداوندِ جبار ہے جو کہ عرشِ عظمت و جلال پر مجھ پر صلوات بھیجے گا۔ بعد ازاں جبرائیل و میکائیل و اسرافیل (علیہم السلام) لشکر ہائے ملائکہ کے ساتھ کہ جن کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ ان کے بعد وہ ملائکہ نماز پڑھیں گے جو عرشِ الہی کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، پھر ساکنانِ ہر آسمان ایک دوسرے کے بعد مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ اُن کے بعد میرے جمیع اہل بیت (علیہم السلام) اور میری

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۶

بیبیاں، بحسب مراتب اشارہ اور سلام (دور و سلام) مجھ پر کریں گے جو حق اشارہ و سلام کرنے کا ہے۔ پھر تم لوگ جو حق درجہ اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھے آزار نہ دینا اور لازم ہے کہ سب سے پہلے آدمیوں سے وہ مجھ پر نماز پڑھے گا جو میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں سے (سب سے زیادہ) مجھ سے قریب ہوگا، اُس کے بعد میرے اہل بیت (علیہم السلام) کی عورتیں اور لڑکے اور اُن کے بعد اور لوگ نماز پڑھیں گے۔^①

بیٹی اور بھائی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو

وقتِ رحلت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو بلایا، باقی سب افراد کو گھر سے باہر کر دیا اور حضرت اُمّ سلمہؓ کو حکم دیا کہ دروازے کے قریب کھڑی رہیں اور کسی کو دروازے کے پاس نہ آنے دیں پھر فرمایا، یا علی (علیہ السلام) میرے نزدیک آؤ کہ اب وقتِ وداع ہے، پھر اپنی نوری دیدہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا ہاتھ اپنے منہ پر رکھا اور دست مبارک سے اُن کا ہاتھ پکڑا اور پچشمِ حسرت و یاس دونوں کو دیکھا۔ جناب سیدہ علیہا السلام اپنے پدر بزرگوار کے سینے سے لپٹ گئیں اور بوسے لینے لگیں۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور جگر خراش نالہ آہ بلند تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین (علیہم السلام) کو گود میں لیا پھر فاطمہ علیہا السلام کا ہاتھ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا، یا علی (علیہ السلام)! یہ امانتِ خدا اور امانتِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ بحرِ محبتِ خدا اور بحرِ محبتِ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے حق میں رعایت کرنا، میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ بہترین زنانِ گدشگان و آسندگان ہے اور یہ خدا کے نزدیک مریم (علیہا السلام) سے زیادہ بزرگ ہے۔ یا علی (علیہ السلام)! واضح ہو کہ جس سے میری بیٹی راضی ہے میں اُس سے راضی ہوں اور اسی طرح پروردگار اور ملائکہ بھی اُس سے خوش ہیں جس سے

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۴۹، ۱۵۰

فاطمہ (علیہا السلام) خوش ہے۔ اے علی (علیہ السلام)! وائے اُس پر جو اس پر ظلم و ستم کرے اور عذابِ جہنم و ہلاکت اُس کے لئے جو اس کا حق غصب کرے، اس کا دل دکھائے اور اس کی ہتکِ عزت کرے۔ یہ فرما کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابِ فاطمہ (علیہا السلام) کو آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو مانند باراں جاری ہوئے اور ریشِ مبارک پر بہنے لگے۔ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سر مبارک اپنے سینے سے لگا لیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رونے سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اُس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فاطمہ زہرا (علیہا السلام) کو سینے سے لگائے ہوئے تھے اور حسنین (علیہما السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدمہائے مبارک چوم رہے تھے اور اپنی آنکھوں سے مل رہے تھے اور بصدائے بلند رو رہے تھے۔ اُس وقت جبرائیل (علیہ السلام) بھی وہاں موجود تھے اور میں اُن کے رونے کی آواز بھی سُن رہا تھا۔ گریہ فاطمہ (علیہا السلام) سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا زمین و آسمان بھی گریہ و فغاں کر رہے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ (علیہا السلام)! نہ رو کیونکہ یہاں جس قدر یاور (مددگار، حمایتی) اور ہم نشین یعنی ملائکہ بیٹھے ہیں اُن کو تیرے رونے سے اذیت پہنچ رہی ہے، اس وقت جبرائیل (علیہ السلام) و میکائیل (علیہ السلام) و صاحبِ اسرارِ عُداسِ اسرافیل (علیہ السلام)، سبھی تیرے رونے سے رو رہے ہیں۔ اے فرزندِ پسندیدہ و نورِ دیدہ! نہ رو کہ تمام آسمان و زمین کو تم نے رُلا دیا، اور مہرِ ماہ اور مقررانِ درگاہ کو آہ و حسرت سے تیرہ (تاریک) کر دیا۔ اے دخترِ گرامی! جمعِ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور عرشِ اعلیٰ و ساکنانِ عالم بالا، تیرے رونے سے روئے اور تیری نالہ و زاری سے گریہ و فغاں میں آئے۔ اے فاطمہ (علیہا السلام)! بخدا اُس وقت تک جمعِ خلایقِ عالم پر بہشتِ حرام ہے جب تک کہ میں اُس میں داخل نہ ہوں اور میرے بعد اے دخترِ خوش خوش اور زیورِ جامہائے بہشت پہننے کو داخلِ بہشت ہوگی۔ اے فاطمہ (علیہا السلام)! نعمتِ ہائے بہشت تجھے گوارا ہوں، بخدا تو سب زنانِ بہشت سے بہتر ہے۔ اے بیٹی! بروزِ قیامت، جہنم ایسا خروش کرے گا کہ جمعِ ملائکہ،

مقربین اور تمام پیغمبر اس کی دہشت سے بیہوش ہو جائیں گے۔ اُس وقت حق تعالیٰ جہنم کو حکم کرے گا کہ اے جہنم! تجھے میری عزت کی قسم ساکن ہو جا اور تھم جا کہ فاطمہ (علیہا السلام) بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جانب بہشت گذر جائے اور تیرا غبار و دھواں اُس کے دامن عزت تک نہ پہنچنے پائے۔ اے بیٹی! تو اس طرح بہشت میں داخل ہوگی کہ تیرے دائیں جانب حسن (علیہ السلام) اور بائیں جانب حسین (علیہ السلام) ہوں گے اور علمِ حمد، علی (علیہ السلام) کے ہاتھ میں ہوگا۔^①

لختِ جگر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری راز و نیاز

کتاب بشارت المصطفیٰ میں روایت ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے (جس بیماری میں دُنیا سے رحلت فرمائی) تو جناب فاطمہ (علیہا السلام)، امام حسن (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کو لے کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں مشاہدہ فرمایا تو بیتاب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر گر پڑیں اور بہت روئیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ (علیہا السلام)! نہ رو اور صبر اختیار کر۔ یہ سن کر حضرت سیدہ (علیہا السلام) اُٹھیں۔ اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم ہائے مبارک سے آنسو جاری تھے۔ تین مرتبہ فرمایا، ”خداوندا! یہ میرے اہلبیت (علیہم السلام) ہیں اور میں ان کو تیرے اور ہر مومن کے سپرد کرتا ہوں۔“^②

شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ جناب فاطمہ (علیہا السلام)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر نظر فرمائیں، روتیں، کچھ بیان کرتیں اور شعر پڑھتیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز جناب سیدہ (علیہا السلام) سُنی تو آنکھیں کھول دیں۔ جناب سیدہ (علیہا السلام) کو اپنے قریب بلایا اور کان میں کوئی راز کہا جسے سن کر جناب سیدہ فاطمہ (علیہا السلام) شاد ہو گئیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جناب امیر المومنین علی (علیہ السلام) نے حضرت سیدہ النساء العالمین (علیہا السلام) سے پوچھا کہ وہ راز کیا تھا جسے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۲۰ تا ۱۲۶

② علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۷۱ تا ۷۳ بحوالہ بشارت المصطفیٰ

کان میں کہا تو آپ کا غم و اندوہ خوشی میں بدل گیا اور قلق و اضطراب ختم ہو گیا؟

جناب سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی، ”میرے وصال کے بعد، میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں سے سب سے پہلے جو مجھ سے ملاقات کرے گا وہ ٹوہے اور تیری مدت حیات، میرے بعد بہت زیادہ نہیں ہوگی۔“ پس یہ سن کر شدتِ اندوہ و غم میرا جاتا رہا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ مدتِ مفارقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نہ ہوگی۔^①

شیخ عبدالحق محدث دہلوی یہ روایت یوں بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتدادِ مرض کے وقت سیدہ فاطمہ الزہرہ علیہا السلام کو بلایا۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو فرمایا ”مَرْحَبًا يَا بِنْتِي“ (خوش آمدید میری بیٹی) اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ صحت کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب حضرت فاطمہ علیہا السلام کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے، متوجہ و مستقل ہو کر اُن کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے لیکن اُس وقت جب وہ آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں، اس کے بعد پھر کان میں کچھ کہا تو وہ خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ میں نے کسی رونے والے کو ہنستا اور کسی غم کو خوشی کے ساتھ معاون و متصل نہیں دیکھا جیسا کہ آج دیکھا ہے، تو اس کا سبب کیا ہے؟ سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا کہ یہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز کی بات ہے اس لئے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، چنانچہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اُس راز کو ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا سے کوچ فرما گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے پھر اُن سے دریافت کیا کہ وہ بات کیا تھی؟ اُس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ میری اجل قریب آگئی ہے۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اہل

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۷، ۱۳۸

بیت (ﷺ) میں سے سب سے پہلے تم مجھے ملو گی۔ اس پر میں ہنسنے لگی۔ پھر فرمایا کہ کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ پہلی روایت دلالت کرتی ہے کہ خوشی و خندہ پہلے ملنے پر ہے اور نساء اہل جنت میں افضلیت اُس پر زائد ہے۔ مشہور قول کے مطابق سیدہ فاطمہ (ؓ) کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد اور بعض کے مطابق تین ماہ بعد ہے۔^①

ہزار باب علم

ابن بابویہ شیخ مفید و شیخ طوسی و صفار شیخ طبرسی اور ابن شہر آشوب نے بسند ہائے متواترہ حضرت امیر المومنین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق (ؓ) و ائمہ المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض میں جناب علی (ؓ) کسی ضروری کام کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے یاور، میرے دوست اور میرے بھائی کو بلاؤ۔ پس حضرت فاطمہ (ؓ) نے جناب علی (ؓ) کو بلا دیا۔ جب علی (ؓ) آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنا دہن مبارک جناب علی (ؓ) کے کان پر رکھ کر اپنا جامہ انہیں اوڑھایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اُن پر اور اُن کا پسینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک جناب علی (ؓ) سے راز و نیاز فرماتے رہے۔ اکثر لوگ مکان کے پیچھے جمع تھے۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بھی دروازہ کے باہر کھڑے تھے۔ جب علی (ؓ) باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کون سا راز تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا؟ علی (ؓ) نے فرمایا کہ ہزار باب علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم فرمائے اور ہر ایک باب سے ہزار باب کھلتے ہیں۔^②

دوسری روایت میں ہے کہ (جب علی (ؓ) باہر آئے تو) حضرت خضر علیہ السلام نے اُن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی دہلیز پر دیکھا تو پوچھا کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی راز کہا ہے؟

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲، باب ۲ ص ۸۶

② علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۰، ۱۳۱

علی علیہ السلام نے کہا کہ ہاں! علم کی ہزار قسمیں مجھے تعلیم فرمائی ہیں اور ہر قسم سے ہزار دوسری قسمیں نکلتی ہیں۔^①

اسی ضمن میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب جناب علی علیہ السلام حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے لحاف میں چھپا کر اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جناب علی علیہ السلام سے راز کہہ رہے تھے یہاں تک کہ روح مقدس، بدنِ اطہر سے مفارقت کر گئی۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کے جسم پر تھا۔^②

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ اور تمام ازواجِ مطہرات کو وصیت فرمائی اور پھر فرمایا، ”میرے بھائی علی (علیہ السلام) کو بلاؤ۔“ حضرت علی علیہ السلام آئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”اے علی (علیہ السلام) فلاں یہودی کے چند درہم میرے ذمہ ہیں جسے اُس سے لشکرِ اُسامہ کی تیاری کے لئے قرض لیے تھے، اُس قرض کو میری طرف سے تم اُتارنا اور فرمایا اے علی (علیہ السلام) تم اُن اشخاص میں پہلے ہو گے جو حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے اور میرے بعد بہت سی ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی مگر تم دل تنگ نہ کرنا اور صبر کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دُنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کر لینا۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعبِ دہن مبارک مجھ پر پہنچ رہا تھا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال متغیر ہو گیا۔ حاکم اور ابن سعد طرق متعددہ سے روایت کرتے ہیں کہ آخر وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی علیہ السلام کے زانو پر تھا۔^③

① علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۱

② علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۱

③ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ باب ۲ ص ۵۰۰

ابن بابویہؒ نے بسند معتبر، امیر المومنین جناب علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات ہوا، مجھے بلایا اور فرمایا، ”یا علی! تم میرے وصی اور میرے خلیفہ میری حیات اور میری وفات میں میرے اہل بیت اور امت میں ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست اور تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن۔ یا علی جو تمہارا منکر امامت میرے بعد میں ہے وہ منکر رسالت میری حیات میں ہے۔ یا علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پس مجھے قریب بلایا اور ہزار باب علم مجھ پر کھول دیئے کہ ہر باب سے ہزار باب مفتوح ہوئے۔“ بروایت جناب امیر علیؑ نے فرمایا کہ ہزار باب حلال و حرام اور جو کچھ اب تک گزرا اور جو کچھ تا قیامت گذرے گا مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے یہاں تک کہ مرگ و بلا ہائے مردم پر مطلع ہوا اور حکم ہائے حق جو درمیان مردم کرنے چاہئیں اُن کو جان لیا۔^①

سپردگی میراث

وقتِ آخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر علیؑ سے فرمایا، ”یا علی (علیہ السلام)! تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو اس میں نزاع (جھگڑا، فساد) نہیں ہے۔ میری وصیت قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض کو ادا کرو۔ یا علی (علیہ السلام)! تم میرے خلیفہ میرے اہل بیت (علیہم السلام) میں رہو اور میرے بعد لوگوں پر میری تبلیغ رسالت کرو۔“

جناب امیر علیؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے نظر کی اور دیکھا کہ سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض سے میرے دامن میں کانپ رہا ہے تو میں بیتاب ہو گیا اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ کر حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روئے مبارک پر ٹپکے، میرا دل تڑپنے لگا اور میں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جواب نہ دے سکا۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسری مرتبہ اعادہ فرمایا اور پھر رقت نے مجھ پر جوش کیا اور میں نے بعدائے ضعیف میں کہا، ”ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پدر و مادر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

① علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۱

پرفدا ہوں، میں نے قبول کیا۔“ حضرت ﷺ نے فرمایا، ”مجھے بٹھاؤ۔“ میں نے حضرت ﷺ کو بٹھایا، آپ ﷺ نے پشت مبارک کو میرے سینے سے لگایا اور فرمایا یا علی! تم ہی میرے وصی اور خلیفہ ہو میرے اہلبیت (علیہ السلام) اور میری اُمت میں۔ پھر بلال (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا، ”بلال (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور میرا خود جس کا نام ذوالجبین ہے اور میری زرہ جسے ذات العقول کہتے ہیں اور میرا علم جسے عقاب کہتے ہیں اور میری شمشیر جسے ذوالفقار کہتے ہیں اور میرا عمامہ جسے سحاب کہتے ہیں اور دوسرا عمامہ جسے اضحیہ کہتے ہیں اور میری چادر اور میرا ابرقہ اور میرا عصائے کوچک اور میری چھڑی جسے ہمشوق کہتے ہیں لے آؤ۔“ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے وہ ابرقہ پہلے نہ دیکھا تھا اور جب وہ قریب آیا تو یوں لگتا تھا کہ اُس کا نور نگاہ کو خیرہ کر دے۔ پس حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”یا علی! جبرائیل (علیہ السلام) یہ جامہ میرے لئے لائے تھے۔ پس دو جوڑی نعلین عربی (عربی جوتے) کی طلب فرمائی اور وہ پیراہن جو شپ معراج پہنا تھا اور وہ پیراہن جو بروز اُحد پہنا تھا اور وہ ٹوپی جو عید کے دن پہنتے تھے اور وہ ٹوپی جو پہن کر اصحاب میں رونق افروز ہوتے تھے۔ پھر فرمایا، ”اے بلال! میرے دونوں نچر جن میں ایک کا نام شیبہ اور دوسرے کا نام دُلُل ہے لے آؤ اور میرے دونا قہ جن میں ایک کا نام غضبہ اور دوسرے کا نام صہبہ ہے اور میرے دو گھوڑے جن میں ایک کا نام جناح اور دوسرا حیزوم ہے، لے آؤ۔ جناح وہ گھوڑا تھا جو مسجد کے دروازے پر حاضر رہتا تھا اور حضرت جس کسی کو کہیں جانے کا حکم دیتے تھے وہ اُس پر سوار ہو کر جاتا تھا اور حیزوم وہ گھوڑا تھا جس پر بروز جنگ اُحد سوار تھے اور جبرائیل (علیہ السلام) ہوا میں کہتے تھے، ”چل اے حیزوم!“ اور اپنا دراز گوش طلب فرمایا جسے یعفور کہتے تھے۔ جب بلال (رضی اللہ عنہ) نے اُن سب کو حاضر کیا تو حضرت ﷺ نے عباس (رضی اللہ عنہ) کو بلایا اور فرمایا کہ علی (علیہ السلام) کی جگہ اب تم بیٹھو کہ میں اپنی پیٹھ کا تکیہ کروں اور مجھ سے فرمایا کہ یا علی! اُٹھو اور ان سب پر میری زندگی میں قبضہ کرو کہ یہ جماعت مردم جو اس وقت یہاں حاضر ہیں، سب گواہ ہو جائیں اور میرے بعد کوئی تم سے نزاع نہ کر سکے۔“

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا، ”میں اٹھا حالانکہ میرے پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ پس نہایت وقت سے وہ تبرکات لے کر اپنے گھر آیا اور جب پھر خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی تو اپنے دستِ حق پرست سے انگشتری مبارک نکال کر میرے ہاتھ میں پہنادی، اُس وقت گھر تمام مسلمانوں اور بنی ہاشم سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس ضعف کے کہ سرا قدس ہلانا دشوار تھا، سر مبارک کو دائیں بائیں حرکت دی اور آواز بلند فرمایا (کہ سب نے سنا)، ”اے گروہِ مسلمانان! علی (علیہ السلام) میرا بھائی ہے اور میرا وصی اور میرا خلیفہ میرے اہل بیت اور کرامت میں ہے۔ اور علی (علیہ السلام) میرا دین (قرض) ادا کرنے گا اور میرے وعدوں کو وفا کرے گا۔ اے فرزندانِ ہاشم و فرزندانِ عبدالمطلب اور اے گروہِ مسلمانان! علی (علیہ السلام) سے دشمنی نہ کرنا اور اس کے امر کی مخالفت نہ کرنا کہ گمراہ ہو جاؤ گے اور علی (علیہ السلام) پر حسد نہ کرنا اور اس کو چھوڑ کر دوسری طرف نہ جانا کہ کافر ہو جاؤ گے۔“ حضرت علی (علیہ السلام) کہتے ہیں، ”پھر مجھ سے فرمایا کہ مجھے لٹا دو اور لیٹتے ہی بلال (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ میرے دونوں فرزندانِ حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) کو لے آؤ۔ جب حسن (علیہ السلام) اور حسین (علیہ السلام) آگئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سینے سے لگایا اور دونوں گل بوستانِ رسالت کو سونگھنے اور پیار کرنے لگے۔ میں نے اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ ہو حسین (علیہ السلام) کو الگ کرنا چاہا لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا علی! رہنے دو کہ میں ان کو سونگھوں اور یہ مجھے سونگھیں اور یہ اپنا توشہ میری ملاقات سے اور میں اپنا توشہ ان کو دیکھنے سے حاصل کروں کیونکہ یہ دونوں میرے بعد عظیم مصیبتوں اور بلاؤں میں گھر جائیں گے اور خدا اُن پر لعنت کرے جو ان پر ظلم و ستم کرے۔ پھر فرمایا، خدایا! میں نے ان دونوں کو تیرے اور علی (علیہ السلام) کے سپرد کیا۔“^①

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۲۸ تا ۱۳۱

جبرائیل علیہ السلام کی عیادت

جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری علالت میں جبرائیل علیہ السلام ہر روز و شب نازل ہوتے تھے اور کہتے تھے، ”السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پروردگار نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہے؟ باوجودیکہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شرف و کرامت کو زیادہ کرے جس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جمیع خلق پر فضیلت دی اور چاہتا ہے کہ بیماروں کی عیادت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت میں سنت ہو جائے۔“ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے کہ جبرائیل مجھے درد ہے۔ جبرائیل کہتے یا حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)! کوئی شخص حق تعالیٰ کے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ معزز نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو درد اس لئے دیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صدائے دعا کا سُنا (حق تعالیٰ کو) اچھا لگتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درجے بہشت میں بلند فرمائے۔ اور اگر حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے کہ میں راحت میں ہوں تو جبرائیل کہتے کہ یا حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس پر خدا کی حمد کیجئے کہ وہ حمد کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور اپنی نعمتوں کو اُن پر زیادہ کرتا ہے۔^①

ملک الموت کا اجازت طلب کرنا

ابن شہر آشوب نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض سے حالت خواب میں تھے کہ ناگاہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جناب سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا کہ کون ہے؟ آواز آئی، ”میں ایک غریب شخص ہوں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے آیا ہوں، کیا مجھے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے؟“ جناب سیدہ علیہا السلام نے

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۰

فرمایا، ”خدا تجھ پر رحمت کرے! چلا جا کیونکہ آنحضرت ﷺ علیل ہیں اور تجھ سے بات نہ کر سکیں گے۔“ یہ سن کر وہ شخص چلا گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا، دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا، ”ایک غریب حضرت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔“ اس وقت رسول خدا ﷺ حالت بیداری میں آئے، آنکھیں کھولیں اور جناب سیدہ عائشہؓ سے فرمایا، ”اے فاطمہ (عائشہؓ)! کیا تم جانتی ہو کہ یہ شخص کون ہے؟“ جناب فاطمہؓ نے فرمایا، ”اے پدر بزرگوار! میں نہیں جانتی۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ”یہ جماعت کو منتشر کرنے والا اور لذتوں کو برطرف کرنے والا ہے۔ اے فاطمہ (عائشہؓ)! یہ ملک الموت ہے۔ اس نے مجھ سے پہلے کبھی کسی سے اجازت نہیں لی اور نہ ہی میرے بعد کسی سے لے گا۔ مجھے جو مقام اپنے پروردگار کے حضور حاصل ہے اُسی کی وجہ سے یہ اجازت مانگ رہا ہے، لہذا اے فاطمہ (عائشہؓ)! اسے اندر آنے کی اجازت دو۔“ جناب سیدہ زہراءؓ نے فرمایا، ”خدا تم پر رحمت کرے، گھر میں آ جاؤ۔“ پس مثل نسیمِ شند، ملک الموت گھر میں داخل ہوئے اور اہل بیت رسول ﷺ پر سلام بھیجا، کہا، ”السَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ بَيْتِ رُسُوْلِ اللّٰهِ“^①

کشف الغمۃ میں روایت ہے کہ وقتِ وفاتِ رسول اللہ ﷺ، ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت چاہی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اُس سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ اُس شخص نے کہا کہ میں حضرت (ﷺ) سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔ جناب علی علیہ السلام، رسول خدا ﷺ کی خدمت میں آئے اور اُس شخص کے لئے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُسے کھوا جائے۔ جب وہ شخص آپ ﷺ کے سرہانے بیٹھا تو عرض کیا کہ یا پیغمبرِ خدا (ﷺ)! میں حق تعالیٰ کی طرف سے آپ (ﷺ) کے پاس آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس شخص نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں، مجھے خدا تعالیٰ نے بھیجا

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۸

ہے اور آپ (ﷺ) کو اختیار دیا ہے کہ خواہ آپ (ﷺ) دُنیا میں تشریف رکھیں یا لقائے پروردگار (اپنے پروردگار کا دیدار) قبول فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ کو آنے دو تا کہ میں اُن سے مشورہ کر لوں۔ جب جبرائیلؑ علیہ السلام نازل ہوئے تو کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ (ﷺ) کے لئے دُنیا سے آخرت بہتر ہے کیونکہ حق تعالیٰ آخرت میں ایسے قرب و کرامت و منزلت کے درجے اور شفاعت عطا فرمائے گا کہ آپ (ﷺ) بہت خوش ہوں گے۔ لقائے دُنیا سے بہتر و برتر لقائے پروردگار ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ملک الموت سے فرمایا کہ اُس کام کو بجالاؤ جس پر تم خدا کی طرف سے مامور و مقرر ہو۔^①

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قریش کے دو افراد امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو سورِ کائنات ﷺ کی وفات کے بارے میں بتاؤں؟ انہوں نے کہا، ”جی ہاں۔“ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے بتایا کہ رسولِ خدا ﷺ کی وفات سے تین روز پہلے جبرائیلؑ علیہ السلام آئے اور کہا، ”اے احمد (ﷺ)! حق تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کے فضل اور بزرگی کے سبب مجھے آپ (ﷺ) کے پاس بھیجا ہے، اور اس کے باوجود کہ وہ خوب جانتا ہے، پوچھا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) کیسے ہیں؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ”اے جبرائیلؑ (ﷺ)! میں بے چین ہوں۔ جب تیسرا روز ہوا تو جبرائیلؑ علیہ السلام ملک الموت کے ہمراہ پھر حاضر ہوئے، اُن کے ساتھ اسمعیل موکل ہوا اور ستر ہزار دیگر فرشتے بھی تھے۔ سب سے پہلے جبرائیلؑ علیہ السلام وہی پیغام لے کر حاضر ہوئے اور حضرت ﷺ نے بھی وہی جواب دیا۔ پھر ملک الموت نے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرائیلؑ علیہ السلام نے کہا، ”حضور (ﷺ)! یہ ملک الموت ہے اور گھر میں آنے کی اجازت مانگتا ہے، اس نے آپ (ﷺ) سے پہلے کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی آپ (ﷺ) کے بعد کسی سے مانگے گا۔“ حضرت ﷺ نے

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۳۹۔ مدارج النبوت، ج ۲ ص ۲۹۸

فرمایا، ”اجازت ہے، آئیں!“ جب ملک الموت حاضر ہوئے تو ادب سے حضرت ﷺ کی خدمت میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا، ”یا احمد (ﷺ)! حق تعالیٰ نے مجھے آپ (ﷺ) کے پاس بھیجا ہے کہ آپ (ﷺ) کی اطاعت کروں۔ اگر حکم ہو تو رُوح قبض کروں اور اگر حکم ہو تو لوٹ جاؤں۔“ حضرت ﷺ نے فرمایا، ”اے ملک! اگر میں تم کو حکم دوں کہ لوٹ جاؤ، تو کیا تم مجھے چھوڑ کر لوٹ جاؤ گے؟“ ملک الموت نے عرض کی، ”جی ہاں یا محمد (ﷺ)! مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ آپ (ﷺ) جو کچھ فرمائیں میں اُس کی اطاعت کروں۔“ اُس وقت جبرائیل علیہ السلام نے کہا، ”یا احمد (ﷺ)! حق تعالیٰ آپ (ﷺ) سے ملاقات کا مشتاق ہے۔“ یہ سن کر حضرت ﷺ نے فرمایا، ”اے ملک الموت! جس کام پر تم مامور ہوئے ہو، اُسے سرانجام دو!“^①

رسول اللہ ﷺ کی رحلت

اکثر علمائے خاصہ و عامہ، شیعہ و سنی کا کہنا ہے کہ سید الانبیاء (ﷺ) کا وصال دوشنبہ (بروز پیر) کو ہوا۔ بعض علمائے شیعہ کا بیان ہے کہ اُس دن ماہ صفر کی اٹھائیس تاریخ تھی اور بعض علمائے اہل سنت ربیع الاول کی پہلی، بعض دوسری، بعض آٹھویں، بعض دسویں اور بعض بارہویں تاریخ کہتے ہیں، محمد بن یعقوب کلینی بھی اسی قول کے قائل ہیں۔ اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت ﷺ کا سن تریسٹھ (۶۳) سال تھا اور وہ ہجرت کا دسواں سال تھا جیسا کہ کشف الغمۃ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے دسویں سال ہجرت میں انتقال فرمایا اور آپ ﷺ کی عمر شریف کے تریسٹھ سال (۶۳) گزرے تھے۔ چالیس (۴۰) سال مکہ میں رہے کہ وحی نازل ہوئی اور اس کے بعد تیرہ (۱۳) سال اور مکہ میں رہے اور جب مدینہ ہجرت فرمائی اُس وقت تریپن (۵۳) سال عمر شریف کے گزرے تھے۔ اور دس (۱۰) سال ہجرت کے بعد مدینہ میں رہے اور وفات دوسری ربیع الاول بروز شنبہ (ہفتہ) واقع ہوئی۔ مؤلف

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۰

فرماتے ہیں کہ اس قول کا علمائے شیعہ میں سے کوئی قائل نہیں۔^①

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر چالیس (۴۰) کی عمر میں وحی نازل ہوئی چنانچہ آپ ﷺ مکہ میں تیرہ (۱۳) سال اور مدینہ میں دس (۱۰) سال رہے پھر تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ایک جگہ کہا کہ پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں وفات پائی۔^②

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔^③

حضرت عائشہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں وفات پائی۔^④

جناب امیر المؤمنین علیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی روح مقدس نے میری آغوش میں مفارقت کی۔ جب روح اقدس کو قبض کیا گیا تو اُس وقت سر مبارک حضرت ﷺ کا میرے سینے پر تھا اور میں نے حضرت ﷺ کو اپنے منہ کی جانب اٹھالیا۔^⑤

شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: ”جب حضرت ﷺ نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی تو میں نے اپنا ہاتھ حضرت ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا۔ پس کئی ہفتہ تک جب کھانا کھاتی یا وضو کرتی تو میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔“^⑥

① علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۳ ص ۱۳۸

② جامع ترمذی، ج ۲، حدیث ۳۳۹۷ ص ۵۲۲

③ جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۳۹۹ ص ۵۲۲

④ جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۲۷ ص ۵۲۲

⑤ علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۴

⑥ علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۵

سببِ رحلت

احادیثِ معتبرہ میں وارد ہے کہ حضرت رسول ﷺ ”شہید“ ہو کر دُنیا سے گئے تھے۔ چنانچہ صفارؒ نے بسندِ معتبر حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنگِ خیبر کے موقع پر حضرت ﷺ کو دستِ بزرگالہ میں زہر دیا گیا اور جب حضرت ﷺ نے لقمہ تناول فرمایا تو اُس گوشت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ﷺ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے کہ آج کے دن اُس زہر نے جو میں نے خیبر کے دن چکھا تھا، میری کمر کو شکستہ کیا ہے اور کوئی پیغمبر اور وصی پیغمبر نہیں مگر یہ کہ شہید دُنیا سے جاتا ہے۔ یعنی ہر پیغمبر اور پیغمبر کا وصی شہید ہو کر ہی دُنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ زینِ یہودیہ نے حضرت ﷺ کو کتفِ گوسفند (بکری کے شانے کا گوشت) میں زہر دیا اور جب حضرت ﷺ نے اُس سے کچھ تناول فرمایا تو اُس کتفِ گوسفند نے آپ ﷺ سے کہا کہ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ﷺ نے اُسے پھینک دیا۔ وہ زہر ہمیشہ آپ ﷺ کے جسمِ مبارک میں اثر کرتا تھا یہاں تک کہ اُسی کی وجہ سے رحلت فرمائی۔^(۱)

آنحضرت ﷺ کا غسل

شیخ مفیدؒ اور شیخِ رضی الدینؒ وغیرہ نے بسندِ معتبر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول ﷺ نے دارِ فنا سے عالمِ بقا کی طرف رحلت فرمائی تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، آنحضرت ﷺ کے غسل کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) حاضر تھے۔ فضل بن عباس (رضی اللہ عنہ) جناب امیر علیہ السلام کی مدد کرتے تھے۔ جب غسل سے فارغ ہوئے تو علی علیہ السلام نے کفن پہنایا اور حضرت ﷺ کے روئے اقدس پر گر پڑے، چہرہ مبارک کے بوسے لئے اور آہِ حسرت سینہ پر درود سے کھینچی۔^(۲)

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۲۹۸ھ) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۶

^(۲) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۲۹۸ھ) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۱

بصائر الدرجات میں منقول ہے کہ جس دن جناب امیر علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا حق تعالیٰ نے اُن پر کئی راز منکشف کیے۔ بسند معتبر، جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے جناب امیر علیہ السلام کی آنکھیں روشن کر دیں اور جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ اور روح جو کہ شب قدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتے تھے، اُن سب کو آپ منتہائے آسمان سے زمین تک دیکھتے تھے اور وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور نماز اور قریب تیار کرنے میں جناب امیر علیہ السلام کی اعانت کرتے تھے۔^(۱)

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی طرف متوجہ ہوا تو ملائکہ میرے معین و مددگار تھے۔ اُس وقت گھر اور اطراف خانہ صدائے ملائکہ سے بھرا ہوا تھا۔ ایک گروہ ملائکہ آسمان کی طرف جاتا اور دوسرا نیچے آتا اور میں اُن کی آوازیں سنتا تھا، وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تھے۔^(۲)

شیخ طوسی، شیخ طبرسی و جمیع محدثین نے روایت کی ہے کہ بروز شوریٰ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے منافقین پر حجت تمام کی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سوائے میرے کوئی ایسا ہے جس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائکہ مقربین کے ہمراہ غسل دیا ہو۔ وہ ملائکہ اپنے ہمراہ خوشبو اور گہنائے بہشت کولائے تھے اور اعضائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جانب سے دوسری جانب پھیرتے تھے اور میں اُن کی باتیں سنتا تھا۔ سب نے یہ سن کر کہا سوائے آپ کے کوئی ایسا نہیں۔ شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ امام تقی علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے بعد خود بھی غسل کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طاہر و مطہر تھے لیکن جناب امیر علیہ السلام نے غسل کیا تا کہ سنت جاری رہے کہ جو شخص میت کو چھوئے وہ غسل کرے۔^(۳)

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۲۹۸ھ) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۲

^(۲) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۲۹۸ھ) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۴

^(۳) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۲۹۸ھ) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن

شیخ طوسیؒ اور شیخ کلینیؒ سے معتبر اسناد سے روایت ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ایک چادر حریری سرخ اور دو جامہ سفید سحرہ یمن سے۔^(۱)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا، نہ اُن میں قمیض تھی اور نہ ہی عمامہ۔ راوی کہتے ہیں حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا گیا کہ لوگ کہتے ہیں اس میں دو کپڑے تھے اور ایک چادر جس میں لکیریں کھچی ہوئی تھیں۔ کہا کہ چادر لائی گئی تھی لیکن واپس کر دی گئی، اُس میں کفن نہیں دیا گیا۔^(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ

حضرت امام حسن علیہ السلام سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ)، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہا کہ بعض لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیع میں دفن کریں اور حضرت ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”اے لوگو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حیات و ممات میں ہمارے امام و پیشوا ہیں اور انہوں نے خود فرمایا ہے کہ میں وہیں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے گی۔“ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام دروازے کے آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھی، پھر اصحاب کو اجازت دی۔ دس دس افراد اندر داخل ہوتے اور جنازہ کے گرد کھڑے ہو جاتے۔ جناب امیر علیہ السلام اُن کے پیچ کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھتے تھے:^(۳)

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۲۹۸ھ) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۲

^(۲) جامع ترمذی، ج ۱ ص ۴۰۳ حدیث ۸۷۷

^(۳) سورة الاحزاب، آیت ۵۶

تَسْلِيمًا ۝“ (بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود و سلام بھیجو جس طرح بھیجئے کا حق ہے)

سب لوگ یہی آیت مبارکہ پڑھتے اور حضور ﷺ پر درود بھیجتے اور باہر چلے جاتے، یہاں تک کہ جمع اہل مدینہ و اطراف مدینہ نے درود بھیجا۔ طبرسیؒ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی جاتے اور بغیر امام (یعنی بغیر پیش نماز) اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ صبح سے رات اور رات سے اگلی صبح تک اور پھر رات تک، یہاں تک کہ مدینہ و اطراف مدینہ سے جمع خُرد و بزرگ (چھوٹے بڑے) اور مرد و زن نے اسی طرح نماز پڑھی۔ اور کلینیؒ نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ ﷺ نے انتقال کیا تو جمع ملائکہ، مہاجرین و انصار فوج در فوج آئے اور نماز پڑھی۔^①

کتاب احتجاج اور کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جب جناب امیر المومنین علیہ السلام حضرت ﷺ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو مجھے، ابوذرؓ، مقدادؓ اور حضرت فاطمہؓ، حسینؓ کو گھر لے گئے۔ آپ علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے اور میں نے پیچھے صف باندھی اور حضرت پر نماز پڑھی۔ پس دس دس نفر کو داخل حجرہ فرماتے اور لوگ درود بھیجتے اور باہر آتے، یہاں تک کہ مہاجرین و انصار بھی فارغ ہوئے اور حضرت ﷺ پر نماز وہی تھی جو جناب امیر علیہ السلام نے بیان فرمائی تھی۔^②

آنحضرت ﷺ کا دفن

طبرسیؒ نے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ جب سب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب امیر علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی لحد میں داخل ہوئے اور فضل بن عباسؓ کو بھی قبر میں لے گئے۔ راوی نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت ﷺ کا جنازہ کس جگہ رکھا گیا تھا؟ فرمایا کہ قبر

① علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۳

② علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۳

کی پابنتی رکھا اور وہاں سے داخل قبر کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ اور روح جو کہ شب قدر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے، سب غسل دینے اور نماز پڑھنے میں جناب علی علیہ السلام کی اعانت کرتے تھے اور قبر کھودتے تھے اور بخدا سوائے ملائکہ کے کسی اور نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر نہیں کھودی یہاں تک کہ جناب علی علیہ السلام داخل قبر ہوئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں اُتارا۔ جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے جسد مطہر کو مرقد منور میں پنہاں کیا پس مجھ سے زیادہ کون حیات اور بعد وفات سزاوار ہے؟ کلینی علیہ رحمۃ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو طلحہ انصاری نے لحد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھودی۔ علماء فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بظاہر ایسا ہی ہوا اور لوگوں نے ابو طلحہ کو لحد کھودتے دیکھا ہو جبکہ حقیقت میں ملائکہ کھودتے ہوں۔^(۱)

(یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ ابو طلحہ انصاری کی شکل میں نظر آ رہا ہوں جیسا کہ غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر جبرائیل علیہ السلام، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت وحیہ کلبیہ رحمہ اللہ کے حلیے میں آئے تھے۔^(۲))

جناب صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اینٹیں دیں۔ قبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سنگریزہ ہائے سرخ بھی بچھائے گئے۔ کلینی و صمیری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ جب میں انتقال کروں تو تم مجھے اسی مکان میں دفن کرنا اور میری قبر زمین سے چار انگشت اونچی کرنا اور اُس پر پانی چھڑکنا۔ شیخ طوسی نے دوسری حدیث میں روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو زمین سے ایک بالشت اُونچا کیا گیا۔ جلاء العیون میں مؤلف فرماتے ہیں، ”احادیث بخصوص بلندی چار انگشت بہت ہیں اور احتمال ہے کہ باعتبار اختلاف کئی ہوں۔ اس لیے چار انگشت کشادہ قبر، قریب ایک

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۲ تا ۱۵۳

^(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۲۲۸

باشت کے ہے اور احتمال ہے کہ پہلے چار انگشت ہو اور بعد سنکریزے بچھانے ایک باشت ہوگئی ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث تفسیر پر محمول ہو۔^(۱)

شیخ مفید، شیخ طوسی، شیخ طبرسی اور جمیع محدثین فریقین روایت کرتے ہیں:^(۲)

”جب حضرت رسول اکرم ﷺ نے دُنیا سے رحلت فرمائی تو منافقین مہاجرین و انصار نے اہل بیت رسول (ﷺ) کو اُسی حال پر چھوڑ دیا اور اُن کی تعزیت کو نہ آئے اور نہ ہی متوجہ بہ تجہیز و تکفین حضرت ﷺ ہوئے۔ اسی وجہ سے اُن میں سے اکثر کو نماز جنازہ حضرت ﷺ کی میسر نہ ہوئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے بریدہ کو اُن کے پاس بھیجا کہ حضرت ﷺ پر نماز پڑھنے حاضر ہوں مگر وہ نہ آئے یہاں تک کہ حضرت ﷺ کو دفن کر چکے تھے اور جب صبح ہوئی تو جناب سیدہ عائشہؓ نے فریاد کی کہ، ”واسوء صباحاً“ یعنی اے روزِ بد آ کہ تیرا دن ہے۔ اور لوگوں نے غنیمت جانا کہ جناب امیر علیہ السلام تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہیں اور بنی ہاشم حضرت ﷺ کی مصیبتِ جدائی میں بے قرار ہیں تو اُن سب نے آپس میں اتفاق کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ کریں جیسا کہ اُنہوں نے حالتِ حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ میں مشورہ کیا تھا۔ انصار نے چاہا کہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ کریں تو وہ مہاجرین کی برابری نہ کر سکے اور مغلوب ہو گئے۔ پھر بیعت حضرت ابوبکرؓ کی تمام ہوئی تو ایک شخص اُس وقت جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ علی علیہ السلام اُس وقت بیلچہ ہاتھ میں لئے ہوئے قبر رسالت مآب ﷺ کو درست فرما رہے تھے۔ اُس شخص نے کہا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کی ہے اس خوف سے کہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو خلافت طلب نہ کر سکیں۔ یہ سُن کر جناب امیر علیہ السلام نے بیلچہ ہاتھ سے زمین پر رکھ دیا اور یہ آیات پڑھیں:^(۳)

^(۱) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۴

^(۲) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۶

^(۳) سورة العنکبوت، آیت ۲۳ تا ۲۴

اللَّهُ ۝ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۖ وَلَقَدْ فَتَنَّا
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝۳
حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۴

(ال م)۔ کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں
کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا۔ بیشک ہم نے ان سے پہلے والوں کا بھی امتحان
لیا ہے اور اللہ تو بہر حال یہ جاننا چاہتا ہے کہ ان میں کون لوگ سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔ کیا برائی
کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ ہم سے آگے نکل جائیں گے یہ بہت غلط فیصلہ کر رہے ہیں۔“

شبِ وصالِ رسول ﷺ اور اہلبیت علیہم السلام

کلینیؒ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس رات حضرت ﷺ نے جانبِ ریاضِ
جنتِ رحلت فرمائی، وہ رات اہل بیت (علیہم السلام) پر تمام راتوں سے طولانی تھی اور ایک ایسی حالت
اُن پر طاری تھی کہ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آسمان کے نیچے ہیں یا زمین پر۔ حق تعالیٰ نے اس حالت
میں ایک فرشتہ بھیجا۔ بروایت دیگر جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کہ دکھائی نہیں دیتے تھے مگر آواز سنائی
دیتی تھی۔ انہوں نے کہا، ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ پھر
کہا، ”واضح ہو کہ خدا ہر مصیبت سے تسلی دینے والا اور ہر مہلکہ سے نجات دینے والا ہے اور ہر فوت
شدہ چیز کا تدارک کرنے والا ہے۔“ پھر یہ آیت پڑھی: ① ”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۚ
وَإِنَّمَا تُوَفُّونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ
فَازَ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝۸۵“ (ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم
کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتشِ جہنم سے دُور رکھا گیا
اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دُنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔)

① سورة آل عمران، آیت ۱۸۵

پھر کہا حق تعالیٰ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ گناہوں اور عیبوں سے پاک کیا ہے اور تم کو اپنے پیغمبر (ﷺ) کا اہل بیت کیا ہے اور اپنا علم تمہارے سپرد کیا ہے اور اپنی کتاب تمہاری میراث میں دی ہے اور تم کو اپنا صندوق علم کہا ہے اور تم کو اپنا عصائے عزت کیا ہے اور تمہارے واسطے اپنے نور سے مثال دی ہے اور تم کو معصوم گردانا ہے اور لغزشِ فتنہ و فساد سے تم کو بے خوف کیا ہے۔ پس خدا کے لئے صبر کرو۔ حق تعالیٰ تم سے اپنی رحمت دُور نہیں کرتا اور اپنی نعمت تم سے زائل نہیں فرماتا۔ بخدا! تم لوگ اہل خدا ہو، تمہارے سبب سے (خدا نے) اپنی نعمت کو خلق پر تمام کیا اور پرانگندہ (منتشر) کو مجتمع کیا اور کلمات کو متفق کیا اور تم خدا کے دوست ہو جو کوئی تمہاری ولایت اختیار کرے وہ راستہ گار (صحیح راستہ پر) ہے اور جو کوئی تم پر ستم کرے اور تمہارا حق تم سے چھین لے وہ ہلاکت میں ہے۔ حق تعالیٰ نے تمہاری محبت کو اپنی کتاب میں مومنوں پر واجب کیا اور خدا جس وقت چاہے تمہاری نصرت و مددگاری پر قادر ہے لہذا صبر کرو اور عافیتِ بخیر کے منتظر رہو کیونکہ بازگشتِ جمیع امور کی خدا کی طرف سے ہے اور تحقیق کہ پیغمبر خدا نے تم کو حق تعالیٰ کے سپرد کیا اور حق تعالیٰ نے قبول کیا اور تم کو زمین پر اپنے دوستوں اور مومنوں کے سپرد کیا جو شخص امانت ادائے الہی کرے اور تمہاری ولایت کو اپنے اوپر واجب جانے اور تمہاری حرمت کی رعایت کرے، حق تعالیٰ جزائے نیک اُس کو قیامت میں دے گا۔ تم لوگ امانتِ خدا اور رسول (ﷺ) ہو اور تمہاری محبت واجب اور اطاعت فرض ہے۔ اور حضرت ﷺ دُنیا سے نہیں گئے جب تک کہ دین کو تمہارے لئے کامل نہیں کیا اور تمہارے لئے راہِ نجات کو واضح نہیں کیا اور کسی جاہل کے لئے کوئی حجت باقی نہیں اگر کوئی نادان ہو یا اظہارِ نادانی کرے یا کسی حق کا انکار کرے یا بھول جائے یا اظہارِ فراموشی کرے۔ خدا پر اُس کا حساب ہے اور خدا تمہاری حاجتیں بر لانے والا ہے اور تم کو میں خدا کے سپرد کرتا ہوں، والسلام۔“ راوی نے حضرت سے پوچھا کہ یہ تعزیت کس طرف سے تھی؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ تعزیت خدا کی طرف سے تھی۔^①

① علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶

مصحفِ حضرت فاطمہؑ

کلینیؒ نے بسند معتبر حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا جناب سیدہ کو وفات پدید بزرگوار پر... اُمت سے اس درجہ حزن و اندوہ ہوا کہ بغیر حق تعالیٰ کوئی اُس حزن و رنج و غم سے واقف نہ تھا۔ پس حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو جناب فاطمہؑ کے پاس بھیجا کہ باتیں کریں اور شدتِ اندوہ و غم میں جناب سیدہؑ کو تسکین کریں۔ چنانچہ ہر روز جبرائیل علیہ السلام آتے اور دلجوئی و تسکین جناب سیدہ فاطمہؑ کی فرماتے اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن کی ذریت طاہرہ پر جو جو مصیبتیں (دشمنوں کی طرف سے) آئیں گی اُن کا ذکر کرتے تھے اور جو کچھ اُن کے دشمنوں پر عذاب ہوگا اُن سب کا حال بیان کرتے تھے۔ جب جناب سیدہ نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو جناب امیر علیہ السلام سے کہا کوئی شخص آتا ہے اور اس طرح کی خبریں سناتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اے فاطمہؑ (علیہ السلام)! جب تمہارے پاس وہ آئے مجھے خبر کرنا۔ پس جس وقت جبرائیل علیہ السلام آتے جناب فاطمہؑ حضرت امیر علیہ السلام کو خبر کرتی تھیں اور جو کچھ جبرائیل علیہ السلام کہتے جناب امیر علیہ السلام لکھ لیتے تھے یہاں تک کہ ایک کتاب جمع ہوگئی اور وہ مصحفِ فاطمہؑ ہے کہ اُس میں احوال آئندہ تاروزِ قیامت مندرج ہیں اور وہ کتاب اب حضرت قائم آلِ محمد (علیہ السلام) کے پاس ہے۔ اور حضرت نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ بعد رحلتِ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پچھتر (۷۵) دن زندہ رہیں اور ہمیشہ محزون و غمگین رہیں یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملحق ہو گئیں۔^①

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ



① علامہ محمد باقر مجلسیؒ (متوفی ۱۶۹۸ء) جلاء العیون، ج ۱ ص ۱۵۸

اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ

حضرت علیؑ ابن ابی طالب فرماتے ہیں، ”آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔ آپ ﷺ لوگوں میں نہایت کشادہ دل، فیاض اور زبان کے نہایت سچے تھے۔ آپ ﷺ صاف اور غیر مبہم لب و لہجہ میں گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ طبیعت کے بہت نرم اور خانوادے کے لحاظ سے مکرم و معزز تھے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو پہلے پہل دیکھتا تو اس پر بہت طاری ہو جاتی اور جو شخص آپ ﷺ کو پہچان کر آپ ﷺ سے گھل مل جاتا تو آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ میں نے آپ ﷺ جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا، نہ آپ ﷺ کی وفات سے پہلے نہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد۔“^(۱)

اللہ تعالیٰ نے خاص آپ ﷺ کے لئے فرمایا: ”وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ“^(۲)

یعنی اے حبیب (ﷺ)! بے شک آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا: ^(۳)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا^(۴) یعنی (اے لوگو!) بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں (پیروی کیلئے) بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اُس شخص کیلئے جو اللہ (کی بارگاہ میں حاضری) اور قیامت (کے آنے) کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔)

پس، رسول گرامی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ہر پہلو میں بندگانِ خدا کے لئے ایک بہترین اور کامل نمونہ متابعت کے واسطے موجود ہے۔

حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ

^(۱) ذاکر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ، ص ۳۸ بحوالہ: ترمذی، مشکوٰۃ (باب اسماء النبی ﷺ و صفاتہ)

^(۲) سورة القلم، آیت ۲

^(۳) سورة الاحزاب، آیت ۲۱

آپ ﷺ کی سُنّتِ حسنہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ”معرفت میری زندگی کا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میرا مرکب (سواری) ہے، ذِکرِ الہی میرا انیس (دوست) ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، رضا میرا مالِ غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے، زُہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت ہے، صدق میرا حامی اور شفیع ہے، طاعت (عبادت/ بندگی) میری کفیل ہے، جہاد میرا خُلق ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔“^①

روایت ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، ”رسول اللہ ﷺ کا خُلق و کردار کیا ہے؟“ کہا، ”کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟“ انھوں نے جواب دیا، ”ہاں“ کہا، ”یہی تو رسول اللہ ﷺ کا خُلق یا سُوَّةٌ حَسَنَةٌ ہے۔“^②

رسول اللہ ﷺ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار جناب علی علیہ السلام سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا، ”آپ ﷺ ہمیشہ خوش اخلاق اور نرم خور ہتے تھے۔ آپ ﷺ تنگ دل اور تنگ مزاج ہرگز نہیں تھے۔ آپ ﷺ کو فحش گوئی پسند نہیں تھی۔ کسی کا عیب بیان نہیں کرتے تھے۔ ناحق مزاح سے پرہیز کرتے۔ کسی کی بلا وجہ مداح نہیں کرتے تھے۔ جس چیز کو پسند نہ کرتے اُس سے تغافل فرماتے۔ کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے اور کسی اُمیدوار کو ناکام نہیں پٹاتے تھے۔ آپ ﷺ تکبر، کثرتِ طلبی اور بے مقصد گفتگو جیسی تینوں صفات سے منزہ تھے۔ آپ ﷺ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے اور کسی کو شرمندہ نہیں کرتے تھے، نہ ہی کسی کی

① ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، کتاب: پیغمبرِ اعظم و آخرِ مَصلیٰ ﷺ، ص ۵۳ بحوالہ قاضی عیاض، کتاب الشفاء

② سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۳۴۲

کمزوریوں کے درپے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ صرف وہی کلام کرتے جس کے ثواب کی اُمید رکھتے۔ جب گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے اصحاب ہمہ تن گوش ہو کر آپ ﷺ کے فرمان کو سنتے اور یوں خاموش رہتے جیسے کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں اور جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو پھر صحابہ گفتگو کرتے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرتا تو صحابہ خاموش ہو کر سنا کرتے۔ صحابہ، آپ ﷺ کے سامنے آپس میں جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ جب کبھی صحابہ مسکراتے تو آپ ﷺ بھی اُن کے ساتھ تسم فرماتے اور جب وہ تعجب کرتے تو آپ ﷺ بھی تعجب کا اظہار کرتے۔ اگر کوئی بدو آپ ﷺ کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو آپ ﷺ اُس پر صبر فرماتے، ایسے شخص کو صحابہ کھینچ کر بٹھا دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب تم کسی حاجت مند کو حاجت کے لئے تگ و دو کرتے ہوئے دیکھو تو اُس کے ساتھ نرمی کرو۔ آپ ﷺ اپنے ہم پلہ کے سوا کسی کی ثناء قبول نہیں کرتے تھے۔ کسی کی بات پر آپ ﷺ کو ٹوکنے کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی کسی کی گفتگو کے دوران اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔^(۱)

آپ ﷺ کو جو شخص مدد کے لیے جہاں لے جانا چاہتا آپ ﷺ اُس کے ساتھ تشریف لے جاتے اور اُس کا کام کر دیتے۔^(۲)

گھر میں آنحضرت ﷺ کا طرزِ عمل

ابو عبد اللہ جدلی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا برتاؤ اہل خانہ کے ساتھ کیسا تھا؟ جواب دیا، ”آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ احسن اخلاق کے مالک تھے۔ نہ طبعاً نہ تکلفاً فُحش گوئی کی طرف کوئی میلان تھا، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے، نہ

^(۱) شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۶

^(۲) بخاری، مسلم

برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ عفو و درگزر سے کام لینے والے۔“
 دوسری جگہ فرماتی ہیں، ”دُنیا کا کوئی فرد بھی حُسنِ خلق میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ برابری نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ اخلاقِ حمیدہ کے مالک تھے۔^(۱)
 حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے اور گھر والوں کی خدمت کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کو چلے جاتے تھے۔^(۲)
 حضرت عائشہؓ نے صحابہؓ کے استفسار پر کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جوتے خود مرمت کر لیا کرتے، اپنے کپڑے خود سی لیتے، اپنی بکری کا دودھ خود دودھ لیتے اور اپنے گھر میں اُسی طرح کام کرتے تھے جس طرح تم لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہو۔^(۳)

گھر سے باہر آنحضرت ﷺ کا طرزِ عمل

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ گھر سے باہر رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل کیسا ہوتا تھا؟
 امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ بلا ضرورت کلام نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے تھے، انہیں خود سے متنفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سربراہ کا احترام کرتے تھے اور اُسے اُس کی قوم پر والی مقرر کرتے تھے۔ لوگوں کو عذابِ آخرت سے ڈراتے تھے۔ کسی کے ساتھ سختی روا نہیں رکھتے تھے اور بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ جو صحابی چند دن تک نہ آتا، اُس کے بارے میں لوگوں سے دریافت فرماتے۔ لوگوں سے اُن کے حالات پوچھتے، اچھائی کی تعریف کرتے اور اُسے تقویت پہنچاتے اور بُرائی کی تنقیص کرتے اور اُسے کمزور کرنے کی کوشش

^(۱) ترمذی

^(۲) بخاری

^(۳) ترمذی

کرتے۔ آپ ﷺ تمام کاموں میں اعتدال کو مدنظر رکھتے تھے اور افراط و تفریط کو پسند نہ فرماتے۔ آپ ﷺ غفلت نہیں کرتے تھے کہ مبادا لوگ غفلت کرنے لگیں یا باطل کی طرف میلان پیدا کر لیں۔ آپ ﷺ امر حق سے کوتاہی نہیں کرتے تھے اور اپنے قریبی ساتھیوں کو بھی کوتاہی کرنے سے منع فرماتے تھے۔ باکردار انسان آپ ﷺ کی نگاہ میں افضل ہوتے تھے۔ آپ ﷺ تمام مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور آپ ﷺ کی نظر میں وہی قابلِ قدر قرار پاتا تھا جو لوگوں کا زیادہ ہمدرد اور غمگسار ہوتا تھا۔^①

مروی ہے کہ جب سرورِ عالم ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو سرِ راہ مل جاتے تو اُن کے ساتھ اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ رخصت نہیں ہو جاتے تھے اور جب آپ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرتے تو اُن کو سلام سے مشرف فرماتے۔^②

رسول اللہ ﷺ کا اندازِ گفتگو

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جلدی جلدی بے سرو پا باتیں نہیں کیا کرتے تھے بلکہ واضح انداز میں الفاظِ جُدا جُدا کر کے بات کیا کرتے تھے تاکہ جو بیٹھا ہو یا دکر لے۔^③ حضور اکرم ﷺ کی آواز نہایت درجہ شیریں اور دلکش تھی کہ کوئی اور آپ ﷺ سے بڑھ کر شیریں کلام اور خوش آواز نہ تھا۔ جلوب و لہجہ، فصاحت و بلاغت اور مخارجِ کلام آپ ﷺ کو حاصل تھا اُس پر آج تک کوئی بھی قادر نہیں ہو سکا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، ”أَوْتَيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَأُخْصِرْتُ الْكَلَامَ“ یعنی مجھے ”جوامع الکلم“ دیا گیا اور میرے لیے کلام کو مختصر کیا گیا۔ ”جوامع الکلم“ سے مراد وہ کلمات ہیں جو غایتِ اختصار میں ہوں اور معانیِ کثیرہ کے

① شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۴

② عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۶۸

③ جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۱۵

حامل ہوں۔^① مثلاً وہ خطوط و پیغامات جن کو حضور ﷺ نے بادشاہوں، حاکموں اور بڑے بڑے امراءِ وقت کو ارسال فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے اُن خطوط میں ہر قوم کو اُسی کے انداز میں مخاطب فرمایا تھا اور وہ پیغامات اور خطوط مختصر ہونے کے باوجود اپنے اندر معانی و معارف کا سمندر لیے ہوئے تھے۔

عیون اخبار الرضا علیہ السلام میں شیخ صدوق علیہ رحمۃ، امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ماموں ہند بن ابی ہالہ رسولِ خدا ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کا اندازِ گفتگو کیسا تھا؟ انہوں نے کہا، ”آنحضرت ﷺ شیریں کلام تھے اور واضح الفاظ سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام الفاظ کی کمی بیشی سے مُعَرَّا ہوتا اور آپ ﷺ کی تمام گفتگو جیسے موتیوں کی لڑی میں پروئی ہوئی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ دائم الحزن (ہمیشہ غمگین رہنے والے) تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ غور و فکر میں مصروف رہتے اور بلا ضرورت کلام نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو مختصر مگر جامع ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نرم خو تھے اور بد خلق نہ تھے۔ آپ ﷺ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کی بھی قدر کرتے تھے۔ آپ ﷺ کھانے کی مدح نہیں کرتے تھے اور دُنیا اور متاعِ دُنیا کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے تھے۔ جب حق و صداقت کا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ شیر کی طرح سے غضب ناک ہو جاتے اور کسی کو آپ ﷺ کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوتی اور جب تک حق کو سر بلندی نہ ملتی آپ ﷺ اُس وقت تک بے چین رہتے۔ جب اشارہ کرنا مطلوب ہوتا تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کبھی کسی چیز پر تعجب ہوتا تو اُلٹے ہاتھ کا اشارہ کرتے۔ جب کلام کرتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے قریب کرتے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر زور سے رکھتے۔ جب آپ ﷺ ناراض ہوتے تو

① شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، مدارج النبوت، ج ۱ ص ۲۴

آپ ﷺ چہرہ مبارک پھیر لیتے اور آپ ﷺ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا۔ جب مسکراتے تو آپ ﷺ کی مسکراہٹ خفیف ہوتی اور تبسم سے آگے تجاوز نہ کرتی۔“ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عرصہ تک اس خبر کو اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے مخفی رکھا پھر ایک دن انہیں اس بات کی خبر کی تو پتہ چلا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی ہند بن ابی ہالہ سے یہ سب سُن چکے تھے اور انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ہمارے والد ماجد امیر المومنین علیہ السلام سے رسول خدا ﷺ کے دخول، خروج اور ان کی مجلس سے متعلق بھی سوال کیا تھا۔^①

رسول اللہ ﷺ کا دخول و خروج اور نشست عام

امیر المومنین جناب علی علیہ السلام نے فرمایا، ”جب آنحضرت ﷺ گھر تشریف لاتے تو اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ آپ ﷺ کے وقت کا ایک حصہ اللہ کے لیے ہوتا تھا (جس میں عبادت کرتے)، ایک حصہ افرادِ خانہ کے لیے ہوتا اور ایک حصہ اپنے لیے ہوتا تھا۔ آپ ﷺ لوگوں کو بھرپور وقت دیا کرتے تھے، اُس وقت میں ہر خاص و عام آپ ﷺ سے مل سکتا تھا۔ آپ ﷺ اپنی محفل میں اہل فضل کو مقدم رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نظر میں فضیلت کا معیار احکامِ دین کی پابندی کرنا تھا۔“^②

آنحضرت ﷺ کی محافل و مجالس

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کی محافل و مجالس سے متعلق پوچھا تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ ﷺ بیٹھتے تو ذکرِ خدا کرتے اور اُٹھتے تو ذکرِ خدا کرتے۔ محفل

① شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۲، ۵۵۳

② شیخ ابی جعفر الصدوق^۲ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۳

میں جہاں آپ ﷺ کو جگہ ملتی بیٹھ جاتے اور لوگوں کو بھی اسی بات کا حکم دیتے تھے۔ تمام شرکائے محفل کو یکساں مستفید ہونے کا موقع دیتے۔ آپ ﷺ کا کوئی ساتھی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ آپ ﷺ نے اُس پر کسی دوسرے کو ترجیح دی ہے۔ آپ ﷺ کا خلق تمام لوگوں کے لیے وسیع تھا، آپ ﷺ سب کے لیے شفیق والد کی طرح تھے اور آپ ﷺ کی نظر میں حق کے لیے سب برابر تھے۔ آپ ﷺ کی محفلِ حلم و حیا اور صدق و امانت کی محفل ہوتی تھی جس میں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کی محفل میں لوگوں کی خامیاں اور کمزوریاں بیان نہیں ہوتی تھیں۔ محفل کے باہمی تعلقات تقویٰ پر موقوف ہوتے تھے۔ شرکائے محفل ایک دوسرے سے تواضع سے پیش آتے تھے، جہاں بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کیا جاتا تھا۔ حاجت مند افراد کو اپنے اُوپر ترجیح دی جاتی تھی اور مسافروں کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص حاجت لے کر آتا تو وہ اپنی مُراد پا کر جاتا یا کم از کم حضور ﷺ سے اچھا فرمان سُن کر جاتا تھا۔“^(۱)

آنحضرت ﷺ کی سخاوت

جناب رسولِ خدا ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور اگر کبھی کچھ بچ جاتا اور رات ہو جاتی تو اُس وقت تک گھر تشریف نہ لے جاتے جب تک کہ کوئی مستحق نہ مل جاتا۔ آپ ﷺ مساکین کو اپنے دستِ مبارک سے کھانا کھلاتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ سے جب کبھی کوئی چیز مانگی گئی آپ ﷺ نے انکار نہیں کیا۔^(۲)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور دیگر کئی صحابہ بیان کرتے ہیں کہ (ایسا کبھی نہیں ہوا کہ) رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے ”نہ“ فرمایا ہو۔^(۳)

^(۱) شیخ ابی جعفر الصدوق (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۵

^(۲) صحیح بخاری، ج ۳ حدیث ۹۹۴

^(۳) صحیح مسلم، ج ۳ حدیث ۱۵۱۷

یعنی جب کبھی کسی سائل نے آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے وہ چیز اُس کو عطا فرمادی۔

روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ (ﷺ) سے کوئی چیز مانگی تو آپ ﷺ نے ہر شخص کو کچھ نہ کچھ عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمام چیزیں (تم پر) خرچ کر دیں اب میرے پاس کچھ مال نہیں رہا اور میں تم سے کچھ چھپا کر نہیں رکھتا۔^(۱)

صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ حاجت مند افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ان کی حاجت برآوری کے لیے کوشاں ہو جاتے۔ آپ ﷺ اُمت کو مسائل دین بتاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو یہاں حاضر ہے اُس کو چاہیے کہ غیر حاضر تک یہ پیغام پہنچائے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک نہیں لاسکتا تم اُس کی حاجت مجھ تک لاؤ اور جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی حکمران تک لے جائے تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اُسے ثابت قدم رکھے گا۔^(۲)

لوگ بارگاہ رسالت ﷺ میں جھولیاں خالی لے کر آتے اور بھر کر لے جاتے۔ بے علم و بے بصیرت آتے اور صاحبانِ علم و دانش بن کر واپس جاتے۔^(۳) حکیم بن حزام نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے کچھ مانگا تو آپ (ﷺ) نے مجھے دے دیا، میں نے پھر مانگا تو آپ (ﷺ) نے پھر دیا۔^(۴)

(۱) صحیح بخاری، ج ۳ حدیث ۱۴۱۷

(۲) شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۳

(۳) شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۴

(۴) صحیح بخاری، ج ۱ حدیث ۱۴۱۵

رسول اللہ ﷺ کا حلم و درگزر

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ دُنیا اور دُنیاوی اشیاء کی خاطر ناراض نہیں ہوا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے بھی ناراض نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اُس کے لیے بدلہ لیتے تھے۔^(۱)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ مشرکوں کے حق میں بددعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔“^(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ ہی کسی عورت کو۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک کو کسی جگہ پر بھی زد و کوب کے لیے استعمال نہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ایذا اور تکلیف دیے جانے پر کبھی انتقامی کاروائی نہ فرمائی۔^(۳)

بخاری اور مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہؓ نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی بات میں کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ آپ ﷺ نے کبھی کسی جان دار کو اپنے ہاتھ سے مارا۔^(۴)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوطلمحہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بارگاہِ نبوت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! انس سمجھدار بچہ ہے آپ (ﷺ) اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمائیں۔ میں نے حضور ﷺ

^(۱) عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۷۳

^(۲) صحیح مسلم

^(۳) عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۷۳

^(۴) صحیح بخاری، صحیح مسلم

کی سفر و حضر میں خدمت کی سعادت حاصل کی۔ بخدا آپ ﷺ نے مجھے کسی کام سے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اُس سے متعلق کبھی یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔^(۱) انس بن مالک مزید کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی لعن طعن اور سب و شتم نہ کیا اور نہ ہی کبھی کوئی فحش کلام آپ ﷺ کی زبانِ اطہر پر آیا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے محبوبِ خدا ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ (ﷺ) پر اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آیا ہے کہ جس میں آپ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب میں طائف میں عبد یلیل بن کلال کے پاس گیا اور اُس کو اسلام کی دعوت دی مگر اُس نے میری دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ اوباش اور آوارہ لوگوں کو مجھے ایذا پہنچانے پر مامور کیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ اچانک جبرائیل آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سنا اور دیکھا ہے اور آپ (ﷺ) کی طرف پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے۔ پھر پہاڑوں پر مامور فرشتے نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کی قوم کا جواب سنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ (ﷺ) کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ اگر آپ (ﷺ) چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور اہل طائف کو اُن کے درمیان پیس کر اور مسل کر رکھ دوں تو میں نے کہا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی پشتوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (لہذا میں تجھے یہ حکم نہیں دیتا)۔^(۲)

^(۱) بخاری، مسلم، ترمذی

^(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۲ ص ۷۴ بحوالہ بخاری، مسلم

روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نجرانی چادر، جس کا کنارہ موٹا اور سخت تھا اوڑھے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک اعرابی آیا اور آپ ﷺ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچی۔ چادر کے سخت کنارے سے گردن مبارک پر خراش آ گئی۔ پھر اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ودیعت ہے اُس میں سے میرے لیے (ادائیگی کا) حکم دیں۔ رحیم و کریم نبی ﷺ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور باوجود اُس کی اس نازیبا اور تکلیف دہ حرکت کے، تبسم فرمایا اور اُس کے لیے مال عطا کرنے کا حکم صادر فرمادیا۔^(۱)

نبی کریم ﷺ کی بچوں پر شفقت

بچے معاشرے کا ایک کمزور اور معصوم طبقہ ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل کا قیمتی اثاثہ بھی ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ حُسن سلوک اور اُن کی بہترین تعلیم و تربیت اُن کے روشن و تابناک مستقبل کی ضامن ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور نرمی سے پیش آیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اس معصوم اور کمزور طبقہ پر رحم و کرم کے کئی نمونے پیش کئے اور ساتھ ساتھ اُمت کو تلقین بھی فرمائی کہ اس طبقہ کا لحاظ کرو اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے اجتناب کرو۔

سلام کرنے سے دوسروں کی عزت افزائی ہوتی ہے چنانچہ آپ ﷺ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو اُن کو سلام سے مشرف فرماتے۔^(۲)

آپ ﷺ کا فرمان ہے، ”جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“^(۳)

^(۱) عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۷۷

^(۲) عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۶۸

^(۳) سنن ابی داؤد، باب فی الرحمة، حدیث ۴۹۴۳

روایت ہے کہ ایک شخص نے دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت امام حسن علیہ السلام کو چوم رہے ہیں تو کہا کہ حضور (ﷺ) میرے دس بچے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر (اللہ کی طرف سے) رحم نہیں کیا جاتا۔“^①

ایک اور روایت کے مطابق، آپ ﷺ حضرت امام حسن علیہ السلام کو چوم رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے اس پر حیرت کا اظہار کیا۔ فرمایا کہ اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت کو نکال دیا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔^②

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے صحن میں بیٹھ کر حضرت حسن علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا، تھوڑی ہی دیر میں وہ آگئے، آپ ﷺ نے انہیں گلے سے لگایا، بوسہ دیا اور فرمایا، ”اے اللہ! میں حسن (علیہ السلام) سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسن (علیہ السلام) سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھ۔“^③

آپ ﷺ حسین کریمین علیہ السلام کو اپنے شانوں پر سوار کر کے گھر سے باہر تشریف لے جایا کرتے۔ یہ شہزادے نماز میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہوتے تو آپ ﷺ سجدوں کو اتنا طویل فرما دیتے کہ صحابہ پریشان ہو جاتے۔ پھر نماز کے بعد شہزادوں کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر بوسے دیتے اور مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔

اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ دوسروں کے بچوں پر بھی بہت مہربان تھے چنانچہ صحابہ کرام کی عادت یہ تھی کہ کسی کے گھر بھی ولادت ہوتی تو نو مولود کو آپ ﷺ کے پاس لے آتے، آپ ﷺ بچے کو گود میں لیتے، اُسے چومتے اور اُس کے لیے برکت کی دعا فرماتے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی مجلس میں کوئی مشروب لایا گیا، آپ ﷺ نے اُسے نوش

① بخاری، باب رحمة الولد وتقبيله، حدیث ۵۹۹۷

② بخاری، باب رحمة الولد وتقبيله، حدیث ۵۹۹۸

③ بخاری، باب مناقب الحسن، حدیث ۳۷۴۹

فرمایا، اس کے بعد آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دائیں جانب ایک بچہ ہے، اور بائیں جانب صحابہ کرام ہیں، آپ ﷺ نے اُس بچے سے اجازت چاہی کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ مشروب ان بڑے حضرات کو عنایت کر دوں؟ اُس بچے نے کہا، ہرگز نہیں، بخدا میں (آپ ﷺ کے تبرک میں) اپنے حق پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے مشروب کا پیالہ اُس بچے کو تھمادیا۔^①

روایت ہے کہ ایک یہودی شخص کا لڑکا آپ ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ بیمار پڑ گیا تو آپ ﷺ نے از خود تشریف لا کر اُس کی عیادت فرمائی، اُس بچے کے سر ہانے بیٹھے، پھر اُس سے فرمایا، اسلام قبول کرلو۔ بچے نے اپنے والد پر نظر ڈالی، والد نے بھی کہا کہ ابو القاسم (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ لہذا وہ بچہ مسلمان ہو گیا، آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَنَا مِنَ النَّارِ ○ (تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔)^②

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ غیر مسلم بچوں پر بھی شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے، اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور اُن کے لئے متفکر رہتے تھے۔

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کی پیدائش کو عرب اپنے لیے عار سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ نے لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ کیا، اُن کے احترام کی تعلیم دی، اُن کی بہترین تربیت کرنے اور اُن پر خرچ کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا، ”جس نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ ایک ساتھ ہوں گے۔“^③

① بخاری، باب من رأى أن صاحب الحوض، حدیث ۲۳۶۶

② بخاری، باب إذا أسلم الصبي فمات، حدیث ۱۳۵۶

③ مسلم، باب فضل الإحسان إلى البنات، حدیث ۲۶۳۱

رسول اللہ ﷺ کی عادات و اطوار

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ بلند مرتبہ، جلیل القدر، متقی، پرہیزگار، بہادر، عادل اور مہربان تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی نامحرم عورت کو مس نہیں کیا۔ جو سواری دستیاب ہوتی اُسی پر سواری فرماتے چاہے گھوڑا ہوتا، خیر یا گدھا۔ گدھے پر بغیر زین کے سوار ہوتے۔ پیادہ بھی چلتے۔ جنازوں کی مُشاہدت کرتے۔ مریضوں کی عیادت فرماتے۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے۔ فقر کی صحبت میں بیٹھتے۔ اہل علم و فضل کی تکریم کرتے، اہل شرف سے نیکی کر کے تالیفِ قلوب فرماتے۔ کسی پر ظلم نہ کرتے، معذرت خواہوں کا عذر قبول فرماتے۔ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں چاندی کی انگوٹھی پہنتے۔ آپ ﷺ بکری کا دودھ خود نکالتے، اُونٹ کو باندھتے اور کام کاج میں اہل خانہ اور خدام کی مدد فرماتے۔ غلاموں اور کنیزوں کے لباس اور طعام میں فراخی فرماتے اور اگر وہ آپ ﷺ کے پاس کوئی حاجت لے کر آتے تو بغیر درشتی اور بد خوئی کے اُن کی حاجت روی فرماتے۔ جب کوئی حاجت بیان کرتا تو سُنتے رہتے اور جب تک وہ خود نہ ہٹا اُس کی طرف سے مَن نہ پھیرتے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ درگزر اور بخشش فرماتے۔ دعوت قبول فرماتے اور ہدیہ لینے سے انکار نہ فرماتے چاہے ایک پیالہ دودھ ہی ہوتا لیکن صدقہ نہ لیتے۔ کسی کے چہرے کو گھورتے نہ تھے اور نہ ہی کسی پر غضبناک ہوتے۔ کبھی کسی کو لعن طعن نہ کرتے۔ ملنے پر سلام میں پہل کرتے، مصافحہ کرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ خدا کرتے۔ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی بیٹھا ہوتا اور آپ ﷺ کو اُس وقت نماز پڑھنا ہوتی تو نماز میں تخفیف فرماتے اور پھر اُس کی طرف متوجہ ہو کر اُس کی حاجت معلوم کرتے۔ ہمیشہ قبلہ رُو ہو کر بیٹھتے اور جب تک لوگ آپ ﷺ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہتے آپ ﷺ بیٹھے رہتے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں کی تکریم کرتے اور اپنا کپڑا اچھا دیتے۔ آپ ﷺ ہمیشہ حق بات کہتے۔^①

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۳

رسول خدا ﷺ کی پانچ خاص عادات

بخلافِ اسناد، امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین (علیہ السلام) کی سند سے رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ”پانچ عادات و اطوار کو میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔“^①

۱۔ زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا۔

۲۔ خالی پشت گدھے پر سوار ہونا۔

۳۔ اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دھو ہنا۔

۴۔ اُون کا لباس پہننا۔

۵۔ بچوں پر سلام میں پہل کرنا تاکہ میرے بعد سنت ہو۔“

بلاشبہ، سرورِ دو عالم ﷺ کی مندرجہ بالا پانچوں عادات، انکساری اور تواضع کا عالیشان نمونہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خاموشی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ سید الشہد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد محترم باب العلم جناب علی علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خاموشی کیسی ہوتی تھی؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا سکوت چار چیزوں پر مشتمل ہوتا تھا، حلم، ہوشیاری، اندازہ گیری اور فکر۔ آپ ﷺ ہمیشہ تسویہ نظر (برابری) اور استماع بین الناس (لوگوں کے درمیان غور سے سننا) سے متعلق اندازہ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والی اور فنا ہو جانے والی چیزوں سے متعلق سوچا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے لئے حلم و صبر یکجا کر دیئے گئے تھے چنانچہ کوئی چیز آپ ﷺ کو غضب ناک نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی کوئی چیز آپ ﷺ کو متغیر

① شیخ ابی جعفر الصدوقؒ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۷۵

- کر سکتی تھی (ماسوائے خلافِ شرع چیزوں کے۔ مؤلف)۔ اور آپ ﷺ کی ہوشیاری (یعنی دُوراندیشی اور خاص توجہ) چار بنیادوں پر مشتمل ہوتی تھی: ^①
- ۱۔ اچھی چیز کو اپنانا تاکہ آپ ﷺ کی اقتدا ہو سکے۔
 - ۲۔ فتنے کو ترک کرنا (یعنی اُس سے اجتناب کرنا) تاکہ لوگ اُس سے باز رہیں۔
 - ۳۔ اُمت کی اصلاح و فلاح کے لیے مقدور بھرکوشش کرنا۔
 - ۴۔ اور اُمت کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع کرنا۔

رسول اللہ ﷺ کا تبسم

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اکثر خاموشی اختیار کیے رکھتے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہنستے مگر آپ ﷺ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔ حضرت جابر بن سمرہ سے دوسری روایت ہے کہ آپ ﷺ ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ ^②

بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے بلکہ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ ^③

حضرت عبد اللہ بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ^④

اس روایت سے حضرت عبد اللہ کی مراد یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت اور دلنشین مسکراہٹ کسی اور کی نہ تھی یا پھر شاید یہ کہنا چاہتے ہوں کہ آپ ﷺ تالیفِ قلوبِ اُمت کے لئے دوسروں سے زیادہ تبسم فرماتے تھے۔

① شیخ ابی جعفر الصدوق ^{رحمۃ اللہ علیہ} (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۷

② جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۲۰

③ بخاری، در مشکوٰۃ

④ جامع ترمذی ج ۲، حدیث نمبر ۳۴۱۷

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسکراتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ خفیف ہوتی اور تبسم سے آگے تجاوز نہ کرتی تھی۔^(۱)

روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آنکھیں جھکا لیتے اور خوشی کا اظہار بہت زیادہ نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا محض تبسم تھا اور ہنسنے کی آواز مشکل سے ظاہر ہوتی۔ مسکراتے وقت دندا نہائے نورانی شبسم کے قطروں کی مانند چمکنے لگتے۔^(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی مزاج بھی فرماتے مگر نہایت مہذب اور شائستہ انداز میں اور ہمیشہ حق بات کہتے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ایک حبشی غلام بھی تھا۔ سفر میں جو شخص تھک جاتا اپنا کچھ بار اُس پر لا دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تُو تو سفینہ ہے اور اُسے آزاد کر دیا۔^(۳)

ایک شخص سے فرمایا، ”بھولنا مت، اے دو (۲) کانوں والے!“^(۴)

گیہوں لدے ایک اُونٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ ”ہریسہ“ جا رہا ہے۔ واضح ہو کہ ”ہریسہ“ ایک کھانا ہے جو گہیہوں سے تیار ہوتا ہے۔^(۵)

انصار کی ایک بوڑھی عورت نے کہا کہ میرے لیے جنت کی دُعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ یہ سن کر وہ رونے لگی۔ فرمایا کیا تُو نے نہیں سنا، ”إِنَّمَا

^(۱) شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ ہجری)، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۱ ص ۵۵۳

^(۲) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۰۶

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

^(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

^(۵) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

أَنْشَأُ لَهُنَّ أَنْشَاءً ۖ فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا ۖ“^① (بے شک ہم نے اُن کو خاص نئے سرے سے پیدا کیا، پھر اُن کو کنواریاں بنایا ہے)، یعنی تُو وہاں نو عمر ہو کر جائے گی۔^②

ایسی ہی ایک اور روایت بھی ہے کہ ایک اجمیعہ عورت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ وہ رونے لگی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اُس کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کالا آدمی بھی جنت میں نہ جائے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا پس وہ بھی رونے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اُن کا حال حضور ﷺ کے گوش گزار کیا تو فرمایا کہ بوڑھا آدمی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ پھر فرمایا کہ بوڑھے جوان ہو کر اور کالے گورے ہو کر جائیں گے۔ عورتیں کنواریاں بن کر جنت میں جائیں گی۔ (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے)^③

سفر میں ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے سواری دیجیے۔ فرمایا کہ ہم تمہیں اُونٹنی کا ایک بچہ سواری کے لیے دیں گے۔ اُس نے کہا کہ میں بچے کا کیا کروں گا؟ فرمایا کہ اُونٹ بھی تو اُونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔^④

ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کے قریب جب سب لوگ بھوک سے بدحال ہوں گے اور ایسے میں دجال لوگوں کے پاس ٹریدلائے گا تو کیا از روئے زُہد اُس وقت بھی اجتناب کرنا پڑے گا؟ حضور ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا گھبراؤ نہیں! جس چیز سے اللہ مومنین کو بے پرواہ بنائے گا تجھے بھی بنائے گا۔^⑤

① سورة الواقعة آیت ۳۵، ۳۶

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

⑤ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۵

رسول اللہ ﷺ کا طعام

آپ ﷺ نہایت سادہ غذا جو کہ عموماً جو اور خرما پر مشتمل ہوتی تناول فرماتے۔ اگر کبھی کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو بھوکے رہتے اور فاقہ کشی سے نہ اُکتاتے۔ کبھی بھوک کے عالم میں اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے۔ زمین پر تشریف فرما ہوتے، اُسی پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور اُسی پر ہی سوتے۔ تکیہ لگا کر نہ بیٹھتے۔ کھانے پر بیٹھتے تو جو حاضر ہوتا قبول فرماتے اُسے رد نہ کرتے، کھانے کے بعد غرور اور تکبر کے بغیر اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرتے۔ پھلوں میں خرہوزہ، انگور، رُطب (تازہ اور تر کھجور) اور چھوڑا (خشک کھجور) پسند فرماتے۔ چھوڑا دودھ کے ساتھ کھاتے۔ ککڑی کو کھجور یا نمک سے کھاتے۔ روٹی اور روغن بھی لیتے، طعام لحم (گوشت کا سالن) میں شرید (شوربہ) اور گوشت تناول فرماتے۔ گوشت میں بکری کا شنانہ اور دستی زیادہ پسند فرماتے۔ شکار کا گوشت کھا لیتے تھے مگر خود شکار نہیں کرتے تھے۔ سرکہ مرغوب تھا۔ ترکاری میں ساگ اور مینگن پسند فرماتے۔^①

مروی ہے کہ حضرت اُمّ سلمیٰؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھنا ہوا بازو (بکری کا بازو، دستی) پیش کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ اُسے کھانے کے بعد نماز کے لیے تشریف لے گئے۔^②

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا جو آپ ﷺ کو بہت پسند تھا۔^③

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۴

② جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۶۶، ص ۵۸۴

③ جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۷۴، ص ۵۸۶

حضرت ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔^(۱)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہداور میٹھی چیز پسند فرمایا کرتے تھے۔^(۲)

حضرت اُم ہانی بنتِ حضرت ابی طالبؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا (کھانے کو) کچھ ہے؟ عرض کیا کہ نہیں، البتہ سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے اور

سرکہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لاؤ! وہ گھر جس میں سرکہ ہو، سالن کا محتاج نہیں۔^(۳)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ کتنا بہترین سالن ہے۔^(۴)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، ”اللہ کی قسم آپ ﷺ کبھی ایک دن میں روٹی اور گوشت سے دو مرتبہ سیر نہ ہوئے۔“ (یعنی آپ ﷺ صرف ایک مرتبہ سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے تھے)^(۵)

آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ مشروب

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ میٹھی اور ٹھنڈی چیز مشروبات میں سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے۔^(۶)

زہری، نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا مشروب سب سے عمدہ ہے؟ فرمایا ٹھنڈا اور میٹھا۔^(۷)

^(۱) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۶۷، ص ۶۸۴

^(۲) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۶۸، ص ۶۸۵

^(۳) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۷۷، ص ۶۸۷

^(۴) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۷۶، ص ۶۸۷

^(۵) جامع ترمذی، ج ۲، حدیث ۲۱۷۳، ص ۳۰

^(۶) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۷۲۷، ص ۷۰۲

^(۷) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۷۲۸، ص ۷۰۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا یا روئی سے بنا ہوا موٹا کپڑا پہنتے، لباس کا رنگ عموماً سفید ہوتا۔ عمامہ پر عمامہ باندھتے۔ قمیض پہنتے۔ جمعہ کا لباس مخصوص ہوتا تھا۔ کہیں تشریف لے جاتے تو عبا کو تہہ کر کے بطور فرش بچھا لیتے۔ جب نیا لباس پہنتے تو پُرانا کسی مسکین کو دے دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے جوتے اور لباس خود مرمت کر لیا کرتے۔^(۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ترین لباس دھاری دار چادر تھی۔^(۲)

اُم المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس میں قمیض سب سے زیادہ پسند تھی۔^(۳)

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض کے بازو گٹوں (کلائیوں) تک تھے۔^(۴) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش مبارک (جوتے) تسمے والے تھے۔^(۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلحہ وغیرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد گرامی سے تین تلواریں، ذوالفقار، مخمزم اور سہوت ورشہ میں ملیں تھیں۔ غصب نامی ایک تلوار سعد بن عبادہ نے ہدیہ کی۔ قینقاع سے کچھ ہتھیار بھی ملے۔ آپ

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۴

^(۲) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۲۹، ص ۶۷۳

^(۳) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۰۹، ص ۶۷۷

^(۴) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۱۰، ص ۶۶۸

^(۵) جامع ترمذی، ج ۱، حدیث ۱۶۱۶، ص ۶۶۹

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نیزہ تھا جسے مستونی کہتے تھے۔ زرہوں میں ایک ذات الفصول تھی جسے سعد بن عبادہ نے ہدیہ کیا تھا۔ ایک زرہ کا نام فضہ تھا۔ دوزرہیں سعدیہ اور ذات الوشاخ بنی قبیقاع نے پیش کیں۔ دو ڈھالیں تھیں جن میں سے ایک کا نام ولوق تھا۔ ایک ترکش کا فورہ نامی اور ایک خود تھا۔ ایک سفید رنگ کا علم اور ایک تازیانہ، مشوق نامی تھا۔^(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر اشیائے مصرف

نجاشی نے ایک بڑی چھتری بھیجی تھی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھائے رہتے تھے اور سفر میں اور عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لگاتے تھے۔ ایک چڑے کا پٹکا جس پر چاندی کے تین حلقے تھے، ایک پیالہ شیشے کا اور ایک پتھر کا۔ نہانے کا ایک برتن، ایک چادر، ایک کانسہ (کاسہ، بڑا پیالہ)، ایک چاندی کی انگوٹھی جس پر ”محمد رسول اللہ“ نقش تھا۔ دو کالے موزے جو نجاشی نے تحفے میں بھیجے تھے۔ چڑے کا ایک فرش جس میں خرے کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک صنعتی لحاف، سحاب نامی عمامہ جو بروز جمعہ باندھتے تھے۔ ایک سیاہ عمامہ (فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا، جو شاید یہی تھا)۔ ایک ہاتھی دانت کی کنگھی، ایک سُرْمہ دانی، ایک قینچی اور ایک مسواک۔ جس روز انتقال فرمایا دس کپڑے چھوڑے جن میں ایک ازار (پاجامہ، شلوار) عمانی تھی، دو ثوب (پوشاک) صحابی، ایک قمیض صحابی اور ایک سبولی (سجول، یمن کا ایک شہر تھا جو کپڑے کے کاروبار میں بہت مشہور تھا)، ایک یمنی جُبہ (چوغہ، اوور کوٹ)، ایک سفید چادر، چند ٹوپیاں۔ یمنی ازار اور ملیدہ نامی چادر میں رحلت فرمائی۔^(۲)

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۷۹، ۸۰

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۸۰

آنحضرت ﷺ کا بستر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بستر پر سویا کرتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اُس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔^①

آنحضرت ﷺ کا سرمایہ

مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے کل کے لیے کبھی کوئی چیز جمع نہ کرتے۔^②

مختلف روایات کے مطابق، وقت وصال آپ ﷺ کا سرمایہ کچھ گھوڑے، خچر، اُونٹ اور چند جاگیریں تھیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔^③

گھوڑے:

الوروجس: یہ ایک خوبصورت گھوڑا تھا جسے تمیم نے ہدیہ کیا تھا۔

الظرب بسوقہ: اسے مقوقش نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

لحیف: اسے ربیعہ بن براء نے ہدیہ کیا تھا۔

المرتجز: رسول اللہ ﷺ نے یہ گھوڑا ایک اعرابی سے خریدا تھا۔

السکب: یہ سب سے پہلا گھوڑا تھا جس پر آنحضرت ﷺ نے سواری فرمائی اور غزوہ اُحد میں کفار سے جنگ کی۔

ان کے علاوہ، لعیوب، السیجہ، ذوالعقاب اور ملاوح تھے۔

خچر:

خچروں میں ایک خچر ”ذُلْدُل“ نامی تھا جسے مقوقش نے بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں

① جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۶۰۷ ج ۱ ص ۶۶

② جامع ترمذی

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۷۹

بھیجا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ آپ ﷺ نے یہ خچر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، اُن کے بعد امام حسن علیہ السلام اور پھر امام حسین علیہ السلام کے پاس رہا۔ یہ پہلا خچر تھا جس پر اسلام میں سواری ہوئی۔ ایک خچر جس کا نام ”فضہ“ تھا وہ بھی مقتولش نے ہدیہ کیا۔

اُونٹ:

اُونٹوں میں ایک ”غضبا“ نامی ناقہ تھا۔ دوسرے ناقے کا نام ”قصوی“ تھا جسے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے چار سو درہم میں خریدا تھا۔ آپ ﷺ نے اُسی پر مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ ایک کا نام ”صہبا“ تھا۔ ان کے علاوہ بغوم، نوق، مروہ اور دودھ دینے والی دس اُونٹیاں بھی تھیں۔

بکریاں:

سات بکریاں تھیں جنہیں حضرت اُم ایمنؓ چراتی تھیں اور سو بھیڑیں تھیں۔ جاگیریں:

جاگیروں میں، فدک، مہرہ سمہ، عریس سعدیہ بغوم، میسرہ، بردہ وغیرہ تھیں۔ فدک آپ ﷺ نے جناب خاتونِ جنت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو دے دیا تھا۔

بنی نظیر کا ایک بہت بڑا عالم جس کا نام مخزق تھا، مسلمان ہو گیا اور مرتے وقت اپنی املاک رسول اللہ ﷺ کے نام کر گیا۔ اُس کی املاک میں سات باغ تھے جن میں سے ایک کا نام مشربہ اُم ابراہیم تھا اور کچھ علاقے تھے جن میں فدک بھی تھا جو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے خمس، مال غنیمت میں حصہ، اور انفال تھا۔ آپ ﷺ کو اپنے والد گرامی کی طرف سے وراثت میں بکریوں کا ایک گلہ، پانچ اُونٹ اور ایک تلوار اور بروایت تین تلواں بھی ملیں۔^①

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۷۹

آنحضرت ﷺ کی نماز اور روزہ

آنحضرت ﷺ رات کو نماز میں اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ پاؤں سوج جاتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر دم آ جاتا، جب آپ ﷺ سے اس بارے میں کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے ”کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟“^①

عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، اُن سے حمید طویل نے، اُنہوں نے انسؓ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب آپ ﷺ اس مہینہ میں روزہ نہیں رکھیں گے اور اگر کسی مہینہ میں روزہ رکھنا شروع کرتے تو خیال ہوتا کہ اب آپ ﷺ کا اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں ہوگا اور رات کو نماز تو ایسی پڑھتے کہ تم جب چاہتے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے اور جب چاہتے سوتا دیکھ لیتے۔ محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان اور ابو خالد نے بھی حمید سے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ساری رات سوتے بھی نہیں تھے اور ساری رات جاگتے اور عبادت بھی نہیں کرتے تھے۔ ہر رات میں سوتے اور عبادت بھی کرتے تو جو شخص آپ ﷺ کو جس حال میں دیکھنا چاہتا دیکھ لیتا۔^②

آنحضرت ﷺ کے حج اور عمرے

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تین حج کیے۔ دو مرتبہ ہجرت سے پہلے اور ایک مرتبہ ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا۔ اس حج میں آنحضرت ﷺ قربانی کے لیے اپنے ساتھ تریسٹھ (۶۳) اونٹ لائے تھے جب کہ باقی حضرت علیؓ سے ساتھ لے کر آئے تھے۔^③

① محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب تہجد کا بیان حدیث ۱۱۳۰

② محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری، حدیث نمبر ۱۱۴۱

③ جامع ترمذی باب نمبر ۵۵۱ حدیث نمبر ۷۱۳ صفحہ ۳۴۷

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے کتنے حج کیے؟ فرمایا کہ ایک حج اور چار عمرے، ایک عمرہ جعرانہ کیا جب غزوہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کی۔^(۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے چار عمرے کیے، ایک حدیبیہ کے موقع پر دوسرا آئندہ سال ذیقعدہ میں حدیبیہ والے عمرے کی قضا کے طور پر، تیسرا عمرہ جعرانہ اور چوتھا حج کے ساتھ۔^(۲)

آنحضرت ﷺ کی قبولیت دُعا

محبوب خدا ﷺ کی زبانِ اطہر سے جب بھی، جو بھی نکلا بارگاہِ الہی میں مقبول ہوا۔
ذیل میں اختصار کے ساتھ صرف چند ایک روایات^(۳) پر اکتفا کیا جا رہا ہے کیونکہ تمام ترکلام رسول ﷺ کا احاطہ کرنا تو ممکن ہی نہیں۔

○ جنگِ احزاب میں کفار کی تعداد دس ہزار تھی، بنی قریظہ بھی اُن کی مدد پر تھے، رسول اللہ ﷺ نے دستِ مبارک اٹھا کر دُعا فرمائی کہ نازل کر سریع الحساب کتاب اور شکست دے ان گروہوں کو۔ پس تند و تیز ہوا چلی جس سے اُن کے خیمے اکھڑ گئے اور حکمِ خدا اُن کو شکست ہوئی۔
○ یومِ بدر آنحضرت ﷺ نے کفار کے چہروں کی طرف مٹی پھینکی۔ وہ مٹی جس جس پر پڑی قتل ہوا یا قید ہوا۔

○ آنحضرت ﷺ نے بنی حارثہ کو ایک خط لکھا اور دعوتِ اسلام دی۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کی تحریر کی قدر نہ کی اور اُسے ضائع کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا، ”انہیں کیا

^(۱) جامع ترمذی باب نمبر ۵۵۱ حدیث نمبر ۷۱۴

^(۲) جامع ترمذی باب ۵۵۲ حدیث نمبر ۷۱۵

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۳۶ تا ۳۴

ہو گیا؟ کیا ان کی عقلیں ماری گئیں؟“ پس اُن کی عقلیں زائل ہو گئیں اور اُن پر حماقت چھا گئی۔

○ جعفر بن تسطور سے مروی ہے کہ میں غزوہ تبوک میں حضرت ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ میں اپنے گھوڑے سے اُترا اور اُس کو اٹھا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے درازی عمر کی دُعا دی۔ روایت ہے کہ جعفر کی عمر دراز ہوئی اور وہ چار سو بیس (۴۲۰) سال زندہ رہے۔

○ آپ ﷺ کی مدح میں، نابغہ نے قصیدہ لکھا۔ آپ ﷺ نے اُسے دُعا دی کہ اللہ تیرے دانت سلامت رکھے، نابغہ ایک سو تیس (۱۳۰) سال زندہ رہا۔ جب بھی اُس کا کوئی دانت گرتا تو اُس کی جگہ اُس سے کہیں بہتر، دوسرا دانت نکل آتا۔

○ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عمرو بن الحمق نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”یا اللہ اسے شباب کا فائدہ پہنچا“، پس وہ اسی (۸۰) سال تک زندہ رہا اور اُس کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا (یعنی وہ جوان نظر آتا تھا)۔

○ رسول اکرم ﷺ نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر درازی عمر کی دُعا دی۔ بقولے، اُس نے سو (۱۰۰) سال تک زندگی پائی۔

○ ایک روز حضور ﷺ نے عبداللہ بن جعفرؓ کو مٹی کا کوئی کھلونا بناتے دیکھا تو پوچھا کہ اس کا کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ اسے فروخت کروں گا۔ دریافت فرمایا کہ اس کی قیمت کا کیا کرو گے؟ کہا کہ خرما خرید کر کھاؤں گا۔ آپ ﷺ نے دُعا کی کہ الہی! اس کے ہاتھ کی صنعت میں برکت دے۔ پس انہوں نے جب بھی کوئی معاملہ کیا اللہ نے اُس میں برکت دی اور اُن کی مثال مشہور ہو گئی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ ○



مختصاتِ رسول اللہ ﷺ

ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ میں وہ تمام اوصاف وخصائل موجود تھے جو دیگر انبیاء کرام میں پائے جاتے تھے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسی بے شمار خصوصیات سے بھی نوازا جو باقی انبیاء کرام کے لیے نہیں تھیں، صرف اور صرف آپ ﷺ کا خاصہ تھیں اور کسی اور انسان میں اُن کا پایا جانا ممکن نہیں۔ اُن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: ^①

○ آپ ﷺ پر نبوت تمام ہوئی۔

○ آپ ﷺ تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔

○ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم بنایا۔

○ آپ ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کیا، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے: ^②
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ③

(وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو بُرا لگے۔)

○ آپ ﷺ پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید کی مثل لانے سے لوگ عاجز رہے۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا اور کوئی بھی شخص آج تک اس جیسی کوئی آیت نہ بنا سکا نہ اس میں تحریف کر سکا۔

○ آپ ﷺ کی شریعت کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنا دیا۔ جیسا کہ سورۃ الحج میں ارشاد ہوتا ہے:

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۶۱ تا ۶۳

② سورۃ التوبہ، آیت ۳۳

هُوَ أَجْتَبَكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۖ^①

(اُس نے تمہیں منتخب فرمایا ہے اور اُس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی)

○ اللہ نے آپ ﷺ کی قوم کے لئے ہر عمل کا ثواب دس گنا مقرر فرمایا، پس سورۃ الانعام میں فرمایا: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا ۖ^②

(جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اُس کے لئے (بطور اجر) اُس جیسی دس نیکیاں ہیں۔)

○ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی فرمانبرداری کو واجب قرار دیا گیا، پس فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ^③

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو۔ جب کہ وہ (رسول) تمہیں بلائیں۔ اُس چیز کی طرف جو تمہیں (روحانی) زندگی بخشنے والی ہے۔)

○ آپ ﷺ کی وجہ سے رفع عذاب ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۖ^④

(اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ اُن پر عذاب نازل کرے جبکہ (اے حبیب ﷺ) آپ اُن کے درمیان موجود ہیں۔)

○ اللہ نے آپ ﷺ کے اہل بیت (علیہم السلام) کی محبت فرض کر دی گئی۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہوا:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۖ^⑤

(اے حبیب ﷺ! فرما دیجئے کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا)

① سورۃ الحج، آیت ۷۸

② سورۃ الانعام، آیت ۱۶۰

③ سورۃ الانفال، آیت ۲۴

④ سورۃ الانفال، آیت ۳۳

⑤ سورۃ الشوری، آیت ۲۳

سوائے اس کے کہ موڈت رکھو میرے اقربا سے۔)

○ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اُمت کو خیر الامت قرار دیا، پس فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ①

(تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں (کی راہنمائی) کے لیے پیدا کیا گیا ہے)

○ آپ ﷺ کی اُمت کا نام مسلمان رکھا، انبیاء کو اس کا گواہ بنایا اور اسے لوگوں کا گواہ بنایا۔

چنانچہ ارشاد پروردگار رہوا:

هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ ②

(اسی (اللہ) نے اس سے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ پیغمبر

(ﷺ) تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو)

○ آپ ﷺ کی اُمت کا اجتبا کیا یعنی منتخب فرمایا، پس ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ اجْتَبَاكُمْ ③ (اُس نے تمہیں منتخب کیا ہے)

○ اللہ نے صرف انہی لوگوں کو مومن قرار دیا جو اللہ اور آپ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور

آپ ﷺ کی اجازت حاصل کرتے ہیں، چنانچہ سورۃ النور میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

وَرَسُولِهِ ④

① سورۃ آل عمران، آیت ۱۱۰

② سورۃ الحج، آیت ۷۸

③ سورۃ الحج، آیت ۷۸

④ سورۃ النور، آیت ۶۲

(مؤمن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کسی اجتماعی معاملہ میں رسول (ﷺ) کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ (ﷺ) سے اجازت نہیں لیتے کہیں نہیں جاتے۔ بے شک جو لوگ آپ (ﷺ) سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہیں۔)

○ آپ ﷺ کی اُمت کے مومنوں کا ولی اللہ ہے، پس ارشادِ رب العزت ہے:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ (۱)

(اللہ اُن لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لائے، وہ انہیں (گمراہی کے) اندھیروں سے (ہدایت کی) روشنی کی طرف نکالتا ہے۔)

○ اللہ رب العزت اور ملائکہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور مومنین کو بھی اس کا حکم دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: (۲)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۳)

(بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجو جس طرح بھیجے کا حق ہے۔)

○ ملائکہ، آپ ﷺ کی اُمت کے مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، پروردگار فرماتا ہے: (۴)

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ (۵)

① سورة البقرة، آیت ۲۵۷

② سورة الاحزاب، آیت ۵۶

③ سورة غافر، آیت ۷

(جو) فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد میں وہ سب اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس تو اُن لوگوں کو بخش دے جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستہ کی پیروی کرتے ہیں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔)

○ اللہ نے آپ ﷺ پر زکوٰۃ اور صدقہ کو حرام قرار دیا۔

○ مالِ غنیمت اور خمس کو آپ ﷺ کے لئے حلال کیا۔

○ اللہ نے آپ ﷺ کو سونے کے بعد بغیر وضو نماز کی اجازت مرحمت فرمائی۔

○ آنحضرت ﷺ پر مسواک کرنا فرض تھا جب کہ اُمت کے لیے سنت قرار پایا۔

○ آنحضور ﷺ پر ذبیحہ (قربانی) واجب تھا اور ہمارے لیے سنت قرار دیا گیا۔

○ آپ ﷺ کے لیے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز قرار دیا گیا جبکہ اُمت کے لیے جائز نہیں۔

○ آپ ﷺ کے لیے حالت احرام میں عقد کو جائز قرار دیا گیا جبکہ اُمت کے لئے حرام ہے۔

○ آپ ﷺ کو جنگ میں دشمن پر ہمیشہ فتح حاصل رہتی۔

○ آپ ﷺ دُنیا کے سب سے بڑے بہادر تھے۔

○ آپ ﷺ بیک وقت نو بیویاں رکھ سکتے تھے جبکہ آپ ﷺ پر لونڈیوں اور ذمی عورتوں (وہ

کافر عورتیں جو مسلمان ملک میں رہتی ہیں) سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔

○ آپ ﷺ کی ازواج سے دوسروں کا نکاح حرام قرار دیا گیا۔

○ آپ ﷺ کی بیویوں کے لیے نفس کی پیروی کرنے پر اللہ نے دو گنا عذاب مقرر کیا۔

○ آپ ﷺ کی اُمت کو اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی۔

○ آپ ﷺ کی اُمت کو حائض عورتوں کے ساتھ مجامعت سے منع کیا گیا۔

○ آپ ﷺ کی اُمت پر احکام کو آسان بنایا گیا، سوائے قتل کے دیگر امور میں توبہ کو آسان

کر دیا گیا، قصاص اور دیت کے درمیان اختیار دیا گیا، گناہگار کی معصیت کو چھپایا گیا اور خطا و نسیان پر درگزر فرمایا گیا۔

○ آپ ﷺ کا نور اوّل مخلوق ہے اور ہر نبی کے ساتھ رہا۔

○ آپ ﷺ کو آنکھ اور ہاتھ سے اشارہ کا حکم نہ تھا۔ لہسن کھانے کا حکم بھی نہ تھا۔

○ آپ ﷺ پر اتمامِ نعمت ہوا اور دین کامل ہوا۔

○ جنت میں سب سے پہلے آپ ﷺ کا داخلہ ہوگا۔

○ آپ ﷺ حوض کوثر کے مالک ہوں گے۔

○ تمام انبیاء آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دیں گے۔

○ روزِ قیامت تمام انبیاء سے آپ ﷺ کا درجہ بلند ہوگا۔

○ آپ ﷺ کے اوصیا کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی۔

○ آپ ﷺ مقصدِ خلقت کا نجات ہیں۔

○ دُنیا کی ہر شے کو آپ ﷺ کا مطیع بنایا۔

○ آپ ﷺ کو حق شفاعت حاصل ہوگا۔

○ روزِ قیامت آپ ﷺ تمام اُمتوں کے گواہ ہوں گے۔

○ شبِ معراج آپ ﷺ اُس مقام پر گئے جہاں کوئی نبی نہ گیا۔

○ آپ ﷺ کو چار ہزار چار سو چالیس (۴۴۴۰) معجزات ملے جو مختلف صورتوں میں

قبلِ ولادت، وقتِ ولادت، بحالتِ زندگی، وقتِ وصال اور بعدِ رحلت ظاہر ہوئے۔

○ آپ ﷺ کو اتنے معجزے دیئے گئے جو اور کسی نبی کو نہیں ملے۔

بخاری اور مشکوٰۃ کی روایات کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: ^①

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُجِلَّتْ

① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد وموضع الصلاة، حدیث: ۱۱۶۷۔ مشکوٰۃ

لِى الْمَغَانِمِ وَجُعِلَتْ لِى الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً
وَحُتِمَ بِنِ النَّبِيِّونَ ۝

یعنی مجھے دوسرے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:

(۱) جَوَامِعُ الْكَلِمِ: میری بات مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے، میں سب سے زیادہ فصیح البیان ہوں۔

(۲) نَصَرْتُ بِالرُّعْبِ: یعنی رُعب سے مجھے فتح عطا کی گئی ہے۔

(۳) أُحِلَّتْ لِى الْمَغَانِمُ: یعنی مالِ غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا ہے۔

(۴) جُعِلَتْ لِى الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا: یعنی ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک بنایا گیا۔

(۵) أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً: یعنی مجھے ساری مخلوق کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۶) حُتِمَ بِنِ النَّبِيِّونَ: یعنی انبیاء کا مجھ پر خاتمہ ہو گیا ہے۔

پس سورۃ الاحزاب میں بھی فرمایا گیا ہے: ①

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ

(اے محمد ﷺ)! آپ (ﷺ) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسولوں اور

نبیوں کے خاتم ہیں۔)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ ۝



معجزات رسول اللہ ﷺ

جناب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے فیوض اور آپ ﷺ کے معجزات کو قلم بند کرنا ناممکن ہے۔ آپ ﷺ کی تخلیق سے لے کر، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کائنات کی تخلیق سے لے کر آج تک اتنے معجزات جناب ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں کہ اُن کا شمار کیا ہی نہیں جاسکتا۔ میں تو یہ کہوں گا کہ کائنات کی تخلیق، انبیاء کرام کے ارسال، جناب ﷺ کا ظہور، آپ ﷺ کی نسلِ پاک سے آئمہ طاہرین علیہم السلام کا سلسلہ جو قیامت تک باقی ہے، قرآن کریم اور حتیٰ کہ دینِ اسلام، سبھی آپ ﷺ کے معجزات ہی ہیں۔

متعصب لوگوں کی ایک جماعت رسولِ گرامی ﷺ کی ذاتِ اقدس سے منسوب معجزات پر یقین نہیں رکھتی۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو دراصل آپ ﷺ کی حیثیت اور مقام و مرتبہ پر بھی یقین نہیں رکھتے۔ وہ آپ ﷺ کو اپنے جیسا ایک عام انسان سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) اور ایک عام انسان کے لیے جو ممکن نہیں ہوتا اُسے رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی ناممکن ہی سمجھتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ سے منسوب تمام برکات و معجزات کو ”ضعیف روایات“ اور ”من گھڑت کہانیاں“ قرار دے دیتے ہیں۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں، عام بندوں سے قطعی مختلف اور اعلیٰ اوصاف و کمالات کے حامل۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ کرامات و معجزات عطا کیے ہیں جو عام انسانوں کے لئے ہو ہی نہیں سکتے، مثلاً ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کا گلزار ہونا، یوسف علیہ السلام کے لیے شیر خوار بچے کا گواہی دیا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہونا، سلیمان علیہ السلام کا حیوانوں سے کلام کرنا اور مخلوق کا اُن کے تابع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا کوڑھیوں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ تو تمام سرورِ انبیاء ہیں۔ جب دیگر انبیاء

کرام کے معجزات پر ہمیں یقین ہے تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ اشتباہ کیوں؟
 دُنیا کا خطہ اور اس خطے میں وقت کا سفر کچھ یوں ہے کہ وقت (Time) ایک خطہ سے سفر شروع کرتا ہے تو اگلے لمحے دوسرے خطہ ارض میں پہنچ جاتا ہے یعنی سورج کے سفر کے ساتھ ساتھ دُنیا میں وقت کا سفر ہر پل بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ دُنیا کے ایک خطے میں اذان ختم ہوتی ہے تو اگلے پل دوسرے خطے میں شروع ہو جاتی ہے اور اسی طرح چوبیس گھنٹے دُنیا میں ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ“ کے کلمات گونجتے رہتے ہیں۔ کیا یہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ نہیں؟
 المختصر، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاتعداد معجزات کو صفحہ قرطاس پر لانا تو ممکن نہیں، ہم نے یہاں پر چند ایک کو قلمبند کیا ہے اور ایسے معجزات جن کا ذکر کسی نہ کسی واقعہ کے ذیل میں کسی دوسرے باب میں گذر چکا ہے، اس باب میں شامل نہیں کیے۔

بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی صفات سے موصوف تھے جو انبیاء کرام علیہم السلام میں پائی جاتی تھیں یہ صفات ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کسی میں پائے جائے تو اُس کی جلالت شان کے لیے کافی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امین (امانت دار)، صادق (سچے)، حاذق (دانا و تجربہ کار)، اصیل (عالی نسب)، نبیل (صاحب ذکا، تیز فہم)، فصیح (خوش بیان)، بلیغ (فاضل، حسب موقع گفتگو کرنے والے)، عاقل (عقل مند)، فاضل (علم و فضل والے)، عابد (عبادت گذار)، زاہد (پرہیزگار، دُنیا سے رغبت نہ رکھنے والے)، سخی، قانع (جول جائے اُس پر راضی رہنے والے، قناعت پسند)، متواضع (خاطر و مدارت یعنی تواضع کرنے والے)، حلیم (نرم مزاج)، رحیم (رحم کرنے والے)، غیور (غیرت مند)، صبور (صبر کرنے والے، گنہگاروں پر نرمی کرنے والے)، موافق (موافقت و برابری اور اتفاق پیدا کرنے والے) اور مُوافِق (باہمی میل جول پیدا کرنے والے) تھے۔^①

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

آپ ﷺ کبھی کسی منجم یا کاہن کی صحبت میں نہ رہے۔ قریش جو کمالات آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں دیکھتے تھے اُن کی مثال لانے سے قاصر رہتے تھے اس لیے وہ آپ ﷺ کو ”معاصر“ کہتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے مشن میں ثابت قدم تھے اور کسی سے ڈرتے نہیں تھے اس لیے وہ بد بخت آپ ﷺ کو مجنوں کہتے تھے (معاذ اللہ)، آپ ﷺ غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے اس لیے وہ آپ ﷺ کو کاہن کہتے تھے (معاذ اللہ) اور جن باتوں کو وہ چھپاتے تھے وہ آپ ﷺ ظاہر فرما دیا کرتے تھے اور جن میں آپ ﷺ کو جھٹلانا چاہتے تھے اُن میں آپ ﷺ کا صدق ظاہر ہو جاتا تھا اس لیے وہ آپ ﷺ کو معلم کہتے تھے۔^(۱)

منافقین جب آپس میں آپ ﷺ کے خلاف بات چیت کرتے تو ایک دوسرے سے کہتے، ”خاموش رہو! اگر محمد (ﷺ) کے پاس پتھر کے سوا کوئی اور نہ ہوگا تو وہ پتھر ہی انہیں بطحا کے پتھروں سے متعلق آگاہ کر دے گا۔“^(۲)

روایت ہے کہ ابوسفیان نے ایک شب اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ خدا نے یتیم ابوطالب کو (چونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے زیرِ کفالت تھے اس لیے آپ ﷺ کو یتیم ابوطالب بھی کہا جاتا تھا) تو رسول بنا دیا لیکن مجھے نہ بنایا۔ اللہ نے آپ ﷺ کو اس بات سے آگاہ کر دیا اور اگلی صبح آپ نے ﷺ نے یہ بات بیان کر دی۔ ابوسفیان کو علم ہوا تو وہ سمجھا کہ یہ راز اُس کی بیوی نے ہی افشا کیا ہے چنانچہ اُس نے اُسے سزا دی۔ اس سزا کا حال بھی آنحضرت ﷺ نے بیان فرما دیا تو ابوسفیان ششدر رہ گیا۔^(۳)

مروی ہے کہ صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ تُو محمد (ﷺ) کو سوتے میں قتل کر

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

دے، میں اس کے بدلے میں تیرے اور تیرے اہل و عیال کے نان نفقہ کا ضامن ہوں گا جب تک کہ تیری زندگی ہے۔ عمیر نے یہ پیشکش قبول کر لی اور آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا کہ کس ارادے سے آئے ہو؟ کہنے لگا کہ رات آپ (ﷺ) کے پاس بسر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ تلواریوں لائے ہو؟ اُس نے بد زبانی کرتے ہوئے کہا، کیا آپ (ﷺ) مجھے ہر شے سے الگ کرنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے صفوان بن اُمیہ سے کیا معاملہ طے کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کوئی معاملہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے درمیان یہ معاملہ نہیں ہوا کہ اگر تم مجھے قتل کر دو تو وہ عمر بھر تیرے اور تیرے اہل و عیال کے نان نفقہ کا ضامن ہوگا؟ عمیر بن وہب یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ پھر اُسے آپ ﷺ کی رسالت کا یقین ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔^①

بروایتے ضعف میں پائی جانے والی چند صفات ایسی تھیں جو آپ ﷺ میں پائی جاتی تھیں مگر وہ نہ تو آپ ﷺ کی کمزوری بن سکیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ میں کسی قسم کی کمی کا باعث بن سکیں۔ مثلاً آپ ﷺ یتیم، فقیر، غریب اور ضعیف تھے اور آپ ﷺ کے دشمن بکثرت تھے۔^② مگر ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان اور مقام و مرتبہ کو بلند فرمایا اور والد کی وفات کے بعد والد کی طرح شفیق چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی آغوشِ محبت عطا فرمادی، دو جہانوں کی سرداری عنایت کی اور ضعیفی میں بھی ایسی قوت و دلیری بخشی جو کسی اور کو حاصل نہ تھی۔

آپ ﷺ صاحبِ ہیبتِ عظیم تھے۔ جو لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے اُن پر بھی آپ ﷺ کی ہیبت طاری رہتی تھی اور جو دُور ہوتے تھے اُن پر بھی۔ ایک دفعہ کسریٰ کا وفد

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

حاضر خدمت ہوا۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر کانپ گیا حالانکہ آپ ﷺ بڑے متواضع اور محبوب القلوب تھے۔^(۱)

جمیل بن معمر فہری کہا کرتا تھا کہ میرے سینے میں دو دل ہیں اور محمد (ﷺ) سے زیادہ میں عقل مند ہوں۔ قریش اس کو ذوقِ قلین کہا کرتے تھے۔ بدر کے دن، ابوسفیان نے اُسے دیکھا کہ اُس کی حالت بُری ہے، ایک جوتا پاؤں میں اور دوسرا ہاتھ میں ہے۔ پوچھا کہ تمہاری یہ حالت کیوں کر ہوگئی؟ کہنے لگا شکست ہوگئی ہے۔ اُس نے کہا ایک جوتا ہاتھ میں اور دوسرا پاؤں میں کیوں ہے؟ کہا کہ یہ سب محمد (ﷺ) کی ہیبت کا اثر ہے۔^(۲)

ایک شخص کا کچھ مال ابو جہل کے ذمہ تھا جو وہ دبائے بیٹھا تھا۔ وہ شخص ابو جہل کی ہٹ دھرمی کی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اُسے لے کر ابو جہل کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے ابو جہل! اس کا حق ادا کرو۔ اُس روز سے اُس کا نام ’’ابو جہل‘‘ ہو گیا ورنہ اُس کا اصلی نام عمر بن ہشام تھا۔ پس وہ جلدی سے اٹھا اور اُس کا حق ادا کر دیا۔ اُس کے ساتھی کہنے لگے کہ کیا تو محمد (ﷺ) سے ڈر گیا؟ کہنے لگا جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے اُن کے دائیں طرف کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں چمکدار حربے تھے اور بائیں طرف ایک اژدھا دانت نکالے ہوئے کھڑا تھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اگر میں انکار کرتا تو وہ لوگ میرا پیٹ پھاڑ دیتے اور اژدھا مجھے نگل جاتا۔^(۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میری سوئی گم ہوگئی۔ گھر میں چراغ نہ تھا، حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کے نور کی روشنی میں وہ سوئی پالی۔^(۴)

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

^(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہداء میں ثابت قدم اور مصائب و آلام میں صابر تھے۔ دُنیاوی معاملات میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو بلحاظ نورانیت معجزہ تھا۔ جب شبِ تاریک میں چلتے تو یوں لگتا جیسے چودھویں کا چاند نکلا ہو۔^(۱)

جلف البدوی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہا کہ یہ وہ چہرہ ہے جو کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔^(۲) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے عیاں ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے وہ دودن تک خوشبو سے مہکتا رہتا۔^(۳)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیمؓ کے ہاں قیلولہ فرماتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اطہر جمع کر کے اُسے خوشبو کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔^(۴) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ عطر کی مانند تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن اقدس سے مُشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ عبد الجبار بن وائل نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے جس برتن میں کُلی کرتے اُس کا پانی مُشک سے زیادہ خوشبودار بن جاتا تھا۔^(۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ سایہ ظلمت ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نُور تھے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ یا چاندنی میں تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور اُن پر غالب آ جاتا تھا۔ آپ

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱۔ صحیح مسلم

⑤ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱

ﷺ کی ریش مبارک میں سترہ تہیں نور کی تھیں جن کی چمک سے چہرہ مبارک منور رہتا تھا۔^(۱)

رسول خدا ﷺ اپنے عقب سے بھی اُسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے۔ قلب اقدس خواب میں بھی بیدار رہتا، صرف آنکھیں سوتی تھیں اور آپ ﷺ خواب کی حالت میں بھی سنتے تھے۔ آپ ﷺ کلام جبرائیل علیہ السلام ساعت فرماتے تھے مگر آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ نہیں سُن پاتے تھے۔ آپ ﷺ کا سینہ اقدس مخزن و محورِ علوم (علم کا خزانہ اور مرکز) تھا اور کوئی آپ ﷺ سے زیادہ عالم نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک مُصَدِّ رِغَاتِ کثیرہ (کثیر زبانوں کا سرچشمہ) تھی۔^(۲)

حضور ﷺ کے سر اقدس پر سے کوئی پرندہ نہیں گذرتا تھا۔ جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور کوئی گزندہ (نقصان پہنچانے والا) کیڑا قریب نہیں آتا تھا۔^(۳)

آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوّت تھی جس پر نُور چھایا رہتا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مُہرِ نبوّت کو دیکھا، دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے جتنے ایک غدو کی طرح تھی۔ ابو زید انصاری کے بقول وہ بالوں کا ایک گچھا تھا۔^(۴)

آنحضرت ﷺ بیت الخلا سے نکلتے تو وہاں سوائے مُشک کی سی خوشبو کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ استفسار پر فرمایا کہ ہمارے اجسام نے جنّت کی ہواؤں سے نشوونما پائی ہے۔^(۵)

آپ ﷺ نرم زمین پر چلتے تو قدموں کے نشان ظاہر نہ ہوتے تھے مگر جب سخت زمین پر چلتے

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۱، ۵۲

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

⑤ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

تو نقشِ قدم بن جاتا۔^(۱)

آپ ﷺ جس چوپائے پر سواری کرتے تھے وہ لاغر اور ضعیف نہیں ہوتا تھا۔^(۲)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص بھیڑ کا گوشت لایا اور اُسے پکا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ گوشت کھاؤ لیکن ہڈی مت توڑنا۔ جب لوگ کھا چکے تو آپ ﷺ نے ہڈیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جاؤ۔ پس وہ (بھیڑ) زندہ ہو کر اپنے مالک کے ساتھ چلنے لگی۔^(۳)

روایت ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام کی شادی میں حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ ایک بکری لائے مگر جبرائیل علیہ السلام نے اُسے ذبح کرنے سے منع کر دیا۔ یہ امر حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ پر گراں گذرا۔ دو روز بعد آنحضرت ﷺ نے زید بن جبیر انصاری کو اُس بکری کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جب اُس کا گوشت پک کر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ مگر اس کی ہڈی نہ توڑنا۔ پھر بارگاہِ الہی میں دُعا فرمائی تو وہ بکری زندہ ہو گئی۔ اُس کے دودھ میں شفا پیدا ہو گئی اور اہل مدینہ نے اُس کا نام المبعوثہ (اُٹھائی گئی/بھیجی گئی) رکھ دیا۔^(۴)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے ہاں اُس وقت ایک صاع (۲۳۴) تولے کا پیانا یعنی تقریباً ۳ سیر^(۵) جو اور ایک بکری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اُنہوں نے بکری کو ذبح کیا اور جو کی روٹیاں تیار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اعلان

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۲

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۴

^(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

^(۵) فیروز الغات اردو جامع (مطبوعہ فیروز سنز پاکستان)

کردو کہ جو کوئی کھانا کھانا چاہتا ہو وہ ابوالیوب (ؓ) کے گھر آجائے۔ یہ منادی سنتے ہی لوگوں کا جم غفیر اُمنڈ آیا اور حضرت ابوالیوب (ؓ) کا گھر کھچا کھچ بھر گیا۔ تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن کھانا ختم نہ ہوا اور جوں کا توں رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بچا ہوا گوشت جمع کر کے بکری کی کھال میں بھر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ بکری کچھ دیر کے بعد زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگی۔^(۱)

ایک شخص نے کہا کہ فلاں وادی میں میری لڑکی گم ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ اُس کو ساتھ لے کر وادی میں پہنچے اور لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ وہ ”کَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ (میں حاضر ہوں اور یہ میرے لئے سعادت ہے یا رسول اللہ ﷺ) کہتی ہوئی برآمد ہو گئی۔^(۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب ہم جنگ خیبر سے واپس آ رہے تو ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں بہت گہرا پانی تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ پیچھے سے دشمن کا خطرہ ہے اور آگے یہ گہرا پانی۔ آنحضرت ﷺ سواری سے اترے اور نماز پڑھ کر دُعا کی، پھر فرمایا، اللہ کا نام لے کر بڑھو۔ پس سب لوگ مع اپنی سواریوں کے وہ گہرا پانی بخیرت عبور کر گئے۔^(۳)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے، ایک رات ابولہب اور اُس کی بیوی ایک دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو ابولہب نے زور سے کہا ٹھہرو! آپ ﷺ نے اُس کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہ رہے اور اُسی جگہ چپک کر رہ گئے۔ وہ رات بھر وہیں پھنسے رہے صبح آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہو کر وہاں سے گزرے تو ابولہب نے فریاد کی کہ ہمیں اس

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

مصیبت سے نجات دلائے۔ فرمایا، اس کا اقرار کرو کہ آئندہ مجھے نہیں ستاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے دُعا فرمائی اور وہ آزاد ہو گئے۔^(۱)

مروی ہے کہ غزوہ طائف میں آنحضرت ﷺ ایک راستے سے گزرے جس میں کیلے اور بیری کے درختوں کی بہتات تھی اور گزرنا دشوار تھا۔ پس بیری کا ایک درخت بیچ میں سے شگافہ ہو گیا اور آپ ﷺ اُس میں سے گذر گئے۔ اُس دن سے اُس کا نام سدرۃ النبی ﷺ پڑ گیا۔^(۲)

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ کہتے تو ایک منافق آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ جملے کہتا اور بددعا کرتا۔ ایک رات وہ چراغ جلانے لگا تو اس کی انگلی میں آگ لگ گئی۔ ہر چند بچانے کی کوشش کی مگر آگ برابر اوپر کو بڑھتی گئی یہاں تک کہ اُس کا سارا بدن جل گیا۔^(۳)

ایک غریب شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے ساتھ قرض خواہ تھے جو اپنے قرض کا مطالبہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ تمہارے پاس جتنے خرے ہیں لے آؤ۔ وہ کچھ خرے لے کر دوبارہ حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں مس کیا اور فرمایا کہ اس میں سے ہر قرض خواہ کا قرض چکا دو۔ پس اُن خرموں میں سے سب کا قرض ادا ہو گیا مگر وہ ختم نہ ہوئے اور اُسی طرح باقی رہے۔^(۴) بخاری میں یہ روایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان کی گئی ہے اور روایت بھی اُنہی سے کی گئی ہے۔^(۵)

ایک دفعہ رسول خدا ﷺ ایک سُوکھے درخت سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ وہ درخت

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۶

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

^(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

^(۵) عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۳۲۲، ۳۲۴

ہر ابھرا ہو گیا اور اُس پر پھل لگ گیا۔^①

جحفہ میں رسول اللہ ﷺ ایک ایسے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے جس کا سایہ کم تھا۔ خدا نے اُس درخت کو گھنا کر کے اُس کا سایہ پھیلا دیا۔ بقولے، اُسی سے متعلق یہ آیت مبارکہ ہے:^②

”أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا“

(کیا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا)

دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا)^③

حجۃ الوداع کے موقع پر ایک شخص نبی گرامی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے پاس کپڑے میں لپٹا ہوا ایک بچہ تھا۔ آپ ﷺ نے بچے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا بتا میں کون ہوں؟ اُس نے کہا آپ (ﷺ) اللہ کے رسول محمد (ﷺ) ہیں۔ فرمایا کہ اے مبارک! تُو نے سچ کہا۔ پس اُس کا نام مبارک ہو گیا۔^④

فتح مکہ کے روز ایک پانچ سالہ بچہ، جس کا نام عامر بن کریم تھا، اپنے باپ عبد اللہ بن عامر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اُس کے منہ میں اپنا لعاب اطہر ڈالا جسے اُس نے بڑے شوق سے چوسا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پیاسوں کو پانی پلائے گا۔ پس وہ زمین کے جس حصے کو طے کرتا وہاں پانی ظاہر ہو جاتا تھا۔ اُس کی سقائی بہت مشہور تھی۔ عتبہ بن ابی معیط ملعون نے حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر انتہائی فتنج حرکت کرنے کی کوشش کی مگر اُس کا تھوک اڑ کر اُسی کے منہ پر آ پڑا اور اُس کے چہرے کو جلا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۵

② سورة الفرقان، آیت ۴۵

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۵

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۵

فرمایا کہ جب تک میں مکہ میں ہوں یہ زندہ رہے گا اور جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو یہ قتل ہوگا۔ چنانچہ روزِ بدروہ واصلِ جہنم ہو گیا۔^①

روایت ہے کہ مالِ غنیمت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حصے میں جمانہ بنت زحاف نامی ایک کنیز آئی۔ بلال رضی اللہ عنہ اُسے لیے ایک وادی سے گذر رہے تھے کہ اُس کے قبیلہ والوں نے حملہ کر دیا۔ بقولے بلال رضی اللہ عنہ مارے گئے اور جمانہ تمام مال و اسباب لیکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اُس کے باپ نے شہاب بن مازن نے اُس کی شادی کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو سلمان رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ زمین پر مردہ پڑے ہیں اور اُن کے نیچے سے خون بہہ رہا ہے۔ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی میت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کی اور تھوڑا سا پانی بلال رضی اللہ عنہ پر چھڑکا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے واقعہ کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو جمانہ اور اُس کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ وہ اُن لوگوں کو پکڑ کر لے آئے۔ جمانہ اور شہاب وغیرہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگرچہ جمانہ مجھے محبوب ہے لیکن اب شہاب مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ سن کر شہاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو کنیزیں، دو گھوڑے اور دوناتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیئے۔^②

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکرز عامری نے حاضر ہو کر کسی معجزہ کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں اٹھائیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں آتے ہی تسبیح کرنے لگیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں رکھیں تو وہ خاموش ہو گئیں، اٹھائیں تو پھر

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۷

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

تبیخ کرنے لگیں۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔^(۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بروزِ جنگ خبیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دستِ بزغالہ میں زہر دیا گیا اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ تناول فرمایا تو اس گوشت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔^(۲)

روایت ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اُونٹ حاضر ہوا اور چارہ کی کمی اور گرانی باری شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے مالک کو بلوایا اور فرمایا کہ تیرے اُونٹ نے ایسی شکایت کی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ اس نے نافرمانی کی تھی جس کی سزا دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ سے فرمایا کہ اپنے مالک کے ساتھ چلا جا، وہ سر جھکا کر چل دیا۔ مالک نے اُسے بخرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آزاد کر دیا۔ اس کے بعد وہ بازاروں میں پھرتا رہتا اور لوگ کہتے یہ اُونٹ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ ہے۔^(۳)

عروہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ فتحِ خیبر کے مالِ غنیمت میں حضرت کے حصہ میں ایک گدھا بھی شامل تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر سوار ہوئے تو اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اُس نسل میں سے ہوں جس میں سے ستر گدھے انبیاء علیہم السلام کی سواری بنے، ہماری نسل اب ختم ہو گئی ہے، میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ زکریا نبی علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اُس کے مالک کے پاس بھیجا۔ اُس نے سر سے دروازہ کھٹکھٹایا اور جب اُس کا مالک گھر سے نکلا تو اُسے لے کر دوبارہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اشارہ کیا کہ دعوتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرو۔

^(۱) کتابِ مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

^(۲) علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، جلاء العیون

^(۳) کتابِ مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۰

مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو اُس گدھے نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا اور اُس کی قبر بنائی گئی۔^①

آنحضرت ﷺ نے عرفہ کے دن ایک اُونٹ خریدا۔ ایک رات وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں جنگل میں چر رہا تھا کہ درندے میری طرف آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ محمد (ﷺ) کا ناقہ ہے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کا وقتِ رحلت قریب آیا تو وہ اُونٹ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے بعد میں کس کے پاس جاؤں؟ فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ کے پاس جاؤ جو تجھ پر دُنیا و آخرت میں سواری فرمائیں گی۔ جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو وہ جناب سیدہ عائشہؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا، ”السلام علیک یا بنت رسول اللہ! میرا کھانے پینے کو دل نہیں چاہتا اور میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔“ آنحضرت ﷺ کی وفات کے تین روز بعد وہ مر گیا۔^②

روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ اُن کے پاس ایک کاسہ میں کھانا تھا۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اُس میں اپنا دستِ مبارک ڈالا جس کی برکت سے وہ کھانا سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا جب کہ کاسہ اُسی طرح بھرا رہا۔^③

جنگِ تبوک میں مسلمانوں پر بھوک کا غلبہ ہوا تو رسولِ خدا ﷺ سے اُونٹ نخر کرنے کی اجازت طلب کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا دستِ خوان بچھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے دُعا فرمائی۔ ایک شخص نے مٹھی بھر کھجوریں پیش کیں، دوسرا تھوڑی سی خوراک لایا، تیسرے نے بھی کچھ حاضر کیا۔ آپ

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۱

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۱

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

ﷺ نے پھر دُعا کی اور فرمایا اس میں سے اپنے اپنے برتن بھرو۔ پس لشکر کے ہر آدمی نے اپنا اپنا برتن بھرا اور اُن میں کوئی ایسا نہ رہا جس نے پیٹ بھر کر نہ کھایا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہو، ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ پھر فرمایا کہ جو یہ کلمہ پڑھے گا آتشِ دوزخ اُس پر حرام ہوگی۔^①

جنگِ خندق میں عمرہ بنت رواحہ کچھ کھجوریں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں دسترخوان پر رکھا جن سے تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی سیر ہوئے۔^② حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ پر ضعف کا غلبہ دیکھ کر میں نے ایک بھیڑ کا بچہ اور ایک صاع آٹا پکایا اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ہنڈیا مت اُتارو اور نہ ہی تنور کو ٹھنڈا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو کھانے میں شامل کیا۔ سات سو (۷۰۰) آدمی آئے، بروایت آٹھ سو (۸۰۰) اور بروایت ایک ہزار (۱۰۰۰) آدمی تھے کہ بیٹھنے کی جگہ تنگ پڑ گئی تھی جو آنحضرت ﷺ کی دُعا سے کشادہ ہو گئی اور سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا جبکہ ہنڈیا اُسی طرح بھری رہی اور روٹیاں بھی جُوں کی تُوں رہیں۔^③

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ نے جب رسول اللہ ﷺ پر بھوک کا غلبہ دیکھا تو مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، ”ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟“ میں نے عرض کیا، ”جی ہاں!“ اُس وقت جتنے لوگ موجود تھے آپ ﷺ نے سب کو اپنے ساتھ

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۳۲۴، ۳۲۵

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

③ عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۳۲۳ بحوالہ بخاری

و مسلم۔ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

لے لیا۔ ابو طلحہ نے اتنے لوگوں کو دیکھا تو گھبرا کر اُمّ سلیم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو بہت سے لوگوں کو ساتھ لا رہے ہیں، ہمارے پاس تو اتنا کھانا ہے ہی نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اُمّ سلیم سے فرمایا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے لے آ۔ وہ جو کی چند روٹیاں اور تھوڑا سا گھی لائیں۔ آپ ﷺ نے اُس کھانے پر اپنا دستِ برکت رکھا اور دس دس لوگوں کو بلا کر کھانا شروع کیا یہاں تک کہ اسی (۸۰) آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔^①

حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ حضرت اُمّ سلیم نے گھی کا ایک برتن نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کیا۔ آپ ﷺ نے خادم سے فرمایا کہ اسے خالی کر کے لوٹا دو۔ چنانچہ خادم نے روغن نکال کر برتن واپس کر دیا۔ اُمّ سلیم نے دیکھا کہ وہ بدستور گھی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ایک مدت تک اُس میں سے گھی نکال کر استعمال کرتی رہیں مگر وہ کبھی خالی نہ ہوا۔^② ایسی ہی ایک روایت حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے اُمّ مالک فہرّیہ سے متعلق بھی بیان کی ہے۔^③

سید المرسلین ﷺ نے ایک بڑھیا کو شہد کا ایک پیالہ عطا فرمایا۔ وہ اُس میں سے روزانہ شہد کھاتی لیکن پیالہ ہمیشہ بھرا رہتا۔ ایک دن بڑھیا نے اُس شہد کو دوسرے برتن میں اُنڈیل لیا پس وہ برکت جاتی رہی۔ اُس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر احوال بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”پہلا کام اللہ کا تھا، دوسرا تیرا۔“^④

مروی ہے کہ ایک سائل رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کھانے کا سوال کیا۔

① عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۳۶۶ بحوالہ بخاری و مسلم۔ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

② عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۲۶۹۔

کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳

③ عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۳۶۰ بحوالہ صحیح و مسلم۔

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۳، ۴۴

آپ ﷺ نے اُسے جو کہ ”ستو“ دیے۔ اُس کے تمام اہل خانہ اور اُن کے مہمان وہ ستو برابر کھاتے رہے اور وہ کبھی بھی کم نہ ہوئے۔ ایک دن اُس نے اُس ستو کو تولا پس برکت جاتی رہی۔ اُس نے یہ بات حضور ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تُو انہیں نہ تولتا تو ہمیشہ کھاتا۔^(۱)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ ان میں برکت کے لیے دُعا فرما دیجیے۔ آپ ﷺ کی دُعا کے بعد میں نے وہ کھجوریں ایک تھیلے میں رکھ دیں اور روزانہ اُن میں سے نکال کر کھاتا رہا۔ وہ کبھی کم نہ ہوتی تھیں۔ جب حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو وہ تھیلے میں سے گر گئیں اور برکت جاتی رہی۔^(۲)

حضرت جابر انصاریؓ سے منقول ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بہت شدید گرمی تھی، وادی خشک ہو گئی اور پانی نایاب ہو گیا۔ لوگوں نے رسول گرامی ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، وضو کیا، کُلی کر کے اُس میں ڈالی اور فرمایا اسے کنوئیں میں ڈال دو۔ اُس کے ڈالتے ہی کنوئیں میں پانی اُبل پڑا اور اتنا بلند ہو گیا کہ ہم ہاتھ ڈال کر پانی لے لیتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے براہن عازب کو ایک تیر دے کر فرمایا کہ اسے کنوئیں میں گاڑ دو۔ تیر گاڑتے ہی کنوئیں سے پانی اُبل پڑا۔ قریش نے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ محمد (ﷺ) کا جادو ہے۔ جب حضور ﷺ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو فرمایا کہ تیر نکال لو۔ تیر نکالتے ہی وہ کنواں خشک ہو گیا۔^(۳)

(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

(۲) عبد الرحمن ابن جوزی، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۳۳۱، ۳۳۲۔

کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۵

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں (پانی کی قلت کے پیش نظر) حضور ﷺ نے ایک تنور پر اپنا دست مبارک رکھا تو اُس سے پانی اُبل پڑا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (ایسے ہی) ایک غزوہ میں حضور ﷺ کی انگشت مبارک سے پانی جاری ہو گیا جس سے تمام لوگ سیراب ہوئے۔^①

زجاج سے مروی ہے کہ شہابِ ثاقب بھی رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے بھی نہیں دیکھے گئے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قدیم شعراء کے کلام میں ”تیزی“ کی مثال ”برق و سیل“ سے دی گئی ہے اور اُن کے اشعار میں ایک شعر بھی ایسا نہیں ملتا جس میں ٹوٹنے والے ستاروں کا ذکر ہو جبکہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے بعد شعراء نے یہ لفظ استعمال کیا۔^②

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت پر شیطان کو رحم کیا گیا یعنی اُس کا داخلہ آسمانوں پر بند کر دیا گیا۔^③ پس جب شیطان آسمانوں کی طرف جانے کی کوشش کرتا تو دھکتے ہوئے شعلوں یعنی شہابِ ثاقب سے اُسے بھگادیا جاتا، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:^④

”وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۖ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۖ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ مُبِينٌ ۝“ (اور ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انھیں دیکھنے والوں کے لئے ستاروں سے آراستہ کر دیا۔ اور ہر شیطان رجیم سے محفوظ بنادیا مگر یہ کہ کوئی شیطان وہاں کی بات چرا لانا چاہے تو اُس کے پیچھے دھکتا ہوا شعلہ لگا دیا گیا ہے۔)

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

③ علامہ نجم الحسن کراروی (متوفی ۱۹۸۲ء)، چودہ ستارے ص ۴۶ بحوالہ ابن واضح (متوفی ۲۹۲ ہجری)

اور بحوالہ تاریخ اشاعت اسلام دیوبندی ص ۲۱۸ طبع لاہور

④ سورۃ الحجرات آیت ۱۶ تا ۱۸

ایک بار سخت قحط کے زمانے میں لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں لیکن ہم بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے دُعا فرمائی اور قحط دُور ہو گیا۔^(۱)

سراقہ بن مالک کے دُبلے پتلے ہاتھ دیکھ کر فرمایا کہ میرے بعد ایک دن آئے گا جب تمہارے ان ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ چنانچہ ایران فتح ہوا تو سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے۔ اور سلمان سے فرمایا کہ تمہارے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا جائے گا۔ چنانچہ فتح کے بعد اُن کے سر پر تاج رکھا گیا۔^(۲)

زید بن صوحان سے فرمایا کہ تمہارا ایک عضو تم سے پہلے جنت میں جائے گا، پس اُن کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔^(۳)

خیبر میں زبیر، یاسر سے لڑنے نکلے تو اُن کی ماں صفیہ نے کہا، ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا یاسر میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟“ فرمایا، ”نہیں بلکہ تمہارا بیٹا اُس کو قتل کرے گا۔ پس ایسا ہی ہوا۔“^(۴) آپ ﷺ نے حج کے میقات پہلے سے بتا دیئے تھے کہ عراق والوں کا یہ، شام والوں کا یہ، وغیرہ وغیرہ حالانکہ اُس وقت یہ ملک فتح نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میری اُمت کا ملک مشرق و مغرب میں پھیلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شمال و جنوب کا ذکر نہ فرمایا لہذا اُدھر وسعتِ اسلام نہ ہوئی۔^(۵)

جارود بن عمرو اور سلمہ بن عباد نے حضور ﷺ سے کہا کہ اگر آپ (ﷺ) نبی ہیں تو بتائیے کہ ہم

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۴

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۵

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۶

^(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۶

^(۵) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۷

آپ (ﷺ) کے پاس کون سے سوال لے کر آئے ہیں؟ آپ (ﷺ) نے پہلے جارود کو اُس کے سوال بتائے، اُن میں ایک سوال صدقہ سے متعلق تھا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا، ”افضل صدقہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کو چوپایہ پر سوار کرے اور اپنی بکری کا دودھ پلائے۔“ پھر سلمہ بن عباد سے فرمایا، ”اے سلمہ بن عباد! تم عبادتِ اوٹان، یومِ سباسب اور عقلِ بحین کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ عبادتِ اوٹان سے متعلق فرمانِ الہی ہے: اِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْثَانًا^① (تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو) اور یومِ سباسب تو خدا نے ظاہر کیا شبِ قدر میں، ایک لمحہ کو سورج نکلا مگر شعاع نہ تھی اور رہی عقلِ بحین تو اہلِ اسلام بدلہ پائیں گے اپنے خونوں کا اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط)^②، ”یہ کُردونوں نے کلمہ شہادتین پڑھا اور کہا کہ یہی ہمارے دل میں تھا۔“^③

روایت ہے کہ رسول کریم (ﷺ) نماز سے فارغ ہوئے تو سب لوگ چلے گئے سوائے ایک انصاری اور ایک ثقفی کے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے تمہاری کوئی حاجت ہے لہذا تم بتاؤ گے یا تمہارے کہے بنا میں ہی بتاؤں؟ اُنہوں نے کہا کہ جناب آپ (ﷺ) ہی بتادیں تاکہ ہمارے ایمان میں اضافہ ہو۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا، ”اے برادرِ انصار! تم اُس قوم میں سے ہو جو اپنے نفس پر ایثار کرتی ہے، توفروی ہے اور یہ (دوسرا شخص) بدوی ہے۔ توج و عمرہ اور اُن کے ثواب سے متعلق جاننا چاہتا ہے اور یہ (دوسرا شخص) صوم و صلوات اور اُن کے فوائد معلوم کرنا چاہتا ہے۔“ پس آپ (ﷺ) نے اُنہیں سب کچھ بتا دیا۔^④

① سورة العنكبوت، آیت ۱۷

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا اور دستِ سوال دراز کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ اُسی وقت ایک اور شخص آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ چار سو درہم ہیں، آپ ﷺ کسی مستحق کو دے دیں۔ آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا، ”اے شخص! (لو) یہ دینار ہیں.....“ مال دینے والا بولا، ”یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ دینار نہیں بلکہ درہم ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا، ”خدا نے میری تصدیق کی ہے اور وہ مجھے جھٹلائے گا نہیں۔“ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے تھیلی کو کھولا تو اُس میں سے دینار برآمد ہوئے۔ وہ شخص متعجب ہوا اور قسم کھا کر بولا، ”میں نے تو اس میں درہم ہی ڈالے تھے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا، ”تو سچا ہے لیکن چونکہ میرے مُنہ سے دینار نکلے لہذا خدا نے درہموں کو دینار بنا دیا۔“ ^(۱) (دس درہم کا ایک دینار ہوتا ہے، یہ عرب کرنی ہے۔)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں سخت علیل تھا اور رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے وضو کر کے پانی مجھ پر چھڑکا، میں اُسی وقت شفا یاب ہو گیا۔ ^(۲)

طفیل عامری نے اپنے جزام کے مرض کی شکایت حضور ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ نے پانی میں اپنا العاب دہن ڈال کر فرمایا کہ اس سے غسل کرو۔ طفیل عامری نے حمام کی تعمیل کی اور شفا پائی۔ بروایت قیس لُحی اور حسان بن عمرو خزاعی بھی اسی طرح شفا یاب ہوئے۔ ^(۳)

ہر املاءب الاسنہ کو استسقا کی بیماری تھی۔ عبید بن ربیعہ نے اُس کو دو گھوڑے بطور ہدیہ دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے مشرک کا ہدیہ قبول نہ کیا اور تھوڑی سی مٹی میں

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۴، ۷۸

^(۲) سورة الحجرات، آیت ۱۲

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۷۸

اپنا لعاب دہن ملا کر فرمایا کہ اسے پانی میں گھول کر پی جا۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور صحت یاب ہو گیا۔^(۱)

ایک لڑکے کے سر کے بال جھڑ گئے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اُس کے بال اُگ آئے۔^(۲)

اُحد میں ایک انصاری کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ کوٹی ہوئی جگہ سے ملا کر پھونک ماری۔ پس وہ ٹھیک ہو گیا۔^(۳)

رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بے حیا عورت نے آ کر ایک لقمہ مانگا۔ آپ ﷺ نے اُسے لقمہ دے دیا جسے کھاتے ہی وہ حیا دار بن گئی۔^(۴)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک طبق میں خرے رکھے تھے۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ کھاؤ۔ وہ بائیں ہاتھ سے کھانے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اُس نے عرض کی کہ میرا دایاں ہاتھ بیکار ہے۔ آپ ﷺ نے اُس پر دم کیا، پس اُس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔^(۵)

ایک شخص نے ایک کمان جس پر عقاب کی تصویر بنی ہوئی تھی، حضور ﷺ کو ہدیہ کی۔ آپ ﷺ نے اُس پر دستِ مبارک پھیرا تو تصویر غائب ہو گئی۔^(۶)

رسول خدا ﷺ نمازِ عشاء کے بعد گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے فتادہ ابن نعمان کو دیکھا۔ فتادہ نے عرض کی کہ تاریک رات ہے اور بارش بھی ہے، میں نے تو چاہا تھا کہ

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۸۸

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۸۹

③ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۸۹

④ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۸۹

⑤ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۸۹

⑥ کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۸۹

آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اب تاریکی میں گھر جانا ہوگا۔ آپ ﷺ نے ایک کھجور کی شاخ دی اور فرمایا اس کی روشنی میں چلا جا۔^(۱) پس وہ شاخ مثل مشعل روشن ہو گئی۔

حباب بن الارت نے (دورانِ سفر) نفقہ (خوراک) کے ختم ہو جانے کی شکایت حضور ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس اپنی بکری لاؤ۔ آپ ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو اُن میں فوراً دودھ بھر گیا اور سفر سے واپسی تک باقی رہا۔^(۲)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح جناب سیدۃ النساء العالمین علیہا السلام کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حسنین علیہ السلام بھوکے ہیں تو اپنا العباب دہن انہیں چسایا۔ دونوں بچے سیر ہو کر سو گئے۔

ایک مرتبہ، آپ ﷺ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ ابوالہیثم کے گھر تشریف لے گئے۔ اُس نے کہا

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کا آنا میرے لئے باعثِ مسرت ہوتا اگر میرے گھر میں کھانے کو کچھ موجود ہوتا، جو کچھ پاس تھا وہ سب پر دیسیوں کو دے چکا ہوں۔ آنحضرت

ﷺ نے اُس کے گھر میں کھجور کا ایک نوعمر درخت دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوالہیثم اگر اجازت دو تو میں اس سے کچھ لے لوں؟ اُس نے کہا یہ درخت تو ابھی نیا ہے حضور ﷺ! اس میں پھل نہیں

آئے، دیسے آپ ﷺ کو اختیار ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اُس میں سے کچھ پانی نوش فرما کر باقی اُس درخت پر چھڑک دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے

اُس نوعمر درخت میں پھل لگ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسیوں کو بلاؤ۔ پھر وہ پھل سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ یہی وہ نعمت ہے

جس کے لئے لوگ روزِ قیامت سوال کریں گے۔ اے علی! اس میں سے فاطمہ اور حسنین علیہ السلام کے لیے لے لو۔ وہ درخت نخلہ انجیران کے نام سے مشہور ہوا۔ جنگِ حرہ کے وقت یزیدیوں نے

^(۱) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹

اُسے کاٹ ڈالا۔^①

روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے خواب سے بیدار ہو کر ہاتھ دھوئے، گلی کی اور گلی کا پانی ایک درخت پر ڈال دیا۔ درخت پر فوراً ہی شہد سے زیادہ شیریں سرخی مائل پھل لگ گئے اور عنبر کی سی خوشبو نکلنے لگی۔ اگر کوئی بھوکا اُس کا ایک پھل کھا لیتا تو سیر ہو جاتا، بیمار شفا پاتا اور پیاسا اُس کا عرق پی کر سیراب ہو جاتا۔ اُس کے پتے کھانے سے حیوان دودھ دار بن جاتے۔ مال میں رکھنے سے برکت پیدا ہو جاتی اور یہ برکت رسول اللہ ﷺ کے وصال تک رہی۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اُس درخت کے پھل گر گئے، بعد میں جو لگے اُن کے ذائقے میں فرق آ گیا اور پتے چھوٹے ہو گئے۔ تیس سال تک اُس کی یہی حالت رہی۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُس میں پھل لگنا بند ہو گئے۔ کچھ مدت تک یہی حالت رہی، جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اُس کے تنے سے تازہ خون اُبلنے لگا اور پتوں سے ایسا سرخی مائل پانی نکلنے لگا جیسا گوشت سے نکلتا ہے۔^②

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں نکلتا تو ہر پتھر اور درخت آپ ﷺ کو سلام کرتے ہوئے کہتا، ”السَّلامُ عَلَیکَ یا رسولَ اللہ۔“^③

روایت ہے کہ حضرت سمیرہ بن جندبؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ، آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک کوئٹے سے ہم صبح سے رات تک کھانا کھاتے رہے۔ وہ اس طرح کہ دس آدمی کھانے سے اُٹھتے اور دس اور آ کر بیٹھ جاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سمیرہؓ سے پوچھا کہ کیا اُس کوئٹے میں مزید کھانا نہیں ڈالا جاتا تھا؟ کہا کہ تم کس بات پر تعجب کر رہے ہو؟ اُس میں ”اُسی“ طرف سے بڑھایا

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۹، ۵۰

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۵۰

③ جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۰۲

جار ہاتھا اور ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔^(۱)

حضرت ابو زید بن اخطب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دُعا کی۔ مروی ہے کہ وہ ایک سو بیس سال تک زندہ رہے اور (آخر دم تک) اُن کے سر کے صرف چند بال سفید تھے۔^(۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب بادشاہ نجاشی کی وفات ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی۔ مدینہ سے سرزمین حبش تک حجاب اُٹھادیئے گئے اور آپ ﷺ نے تخت نجاشی کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے اُس پر غائبانہ نماز پڑھی۔ منافقوں نے اس بارے میں چہ میگوئیاں کیں لیکن اُس کے انتقال کی خبریں چاروں طرف سے آگئیں اور موت کا وہی وقت بتایا گیا جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔^(۳)

فضالہ بن ابی فضالہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو خبر دی کہ ایک بد بخت ترین شخص تمہارے سر پر ضرب لگائے گا اور انس بن الحارثؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسین (علیہ السلام) ارضِ عراق پر شہید کیا جائے گا پس جو اُس کو پائے اُسے چاہیے کہ اُس کی مدد کرے چنانچہ انس بن الحارثؓ کر بلا میں ہی شہید ہوئے۔^(۴)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ



^(۱) جامع ترمذی ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۰۱

^(۲) جامع ترمذی، ج ۲ حدیث نمبر ۳۴۰۵

^(۳) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۴۵

^(۴) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن ج ۱ ص ۶۰

اوصافِ رسولِ اکرم ﷺ دیکر آسمانی کتب میں

عطاء بن سيار کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کی۔ وہ کتب سابقہ کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے لہذا میں نے اُن سے کہا کہ مجھے تورات میں مذکور کمالاتِ مصطفویہ اور اوصافِ محمدیہ (ﷺ) کی خبر دیں۔ اُنہوں نے کہا، ”بخدا وہ تورات میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآنِ عظیم میں موجود ہیں۔ تورات میں ہے کہ اے عظیم الشان نبی (ﷺ)! بے شک ہم نے تمہیں مبعوث فرمایا در آنحالیکہ تم اُمت کے احوال پر مُطَّلِع و شاہد ہو اور فرمانبرداروں کو جنت اور ابدی راحتوں کی بشارت دینے والے اور کفار و مشرکین اور نافرمانوں کو عذابِ جہنم سے ڈرانے والے ہو۔ تم اُمت کی پناہ اور ملجأ و ماوا (پناہ گاہ) ہو۔ تم میرے بندہ خاص اور رسولِ مخصوص ہو، میں نے تمہیں متوکل کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ تم نہ سخت کلام ہو اور نہ ہی سخت دل اور بازاروں میں بلند آواز سے شور و شغب کرنے والے بھی نہیں۔ تم بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہو اور ظلم و زیادتی کرنے والے کے لیے دُعاۓ مغفرت فرماتے ہو۔“^①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ تورات میں اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم اُس میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں، ”محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اُن کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مقامِ ہجرت مدینہ طیبہ۔ اللہ کے یہ رسول (ﷺ) نہ فحش گو ہیں اور نہ ہی بازاری زبان استعمال کرنے والے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے بلکہ پیکرِ عفو و درگزر ہیں۔“ کعب احبار سے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ بحوالہ تورات یوں بھی مرقوم ہے کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) نہ سخت کلام اور دُشنام طراز (گالی گلوچ کرنے والے) ہیں اور نہ ہی سخت دل اور بے رحم، نہ بازاروں میں شور و شر کرنے

① عبدالرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۵۴

والے، نہ ہی بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے، بلکہ عفو سے کام لینے والے ہیں اور ایذا پہنچانے والوں کو دُعاؤں سے نوازنے والے ہیں۔“ ایک جگہ الفاظ کے رد و بدل اور اضافے کے ساتھ کعب احبار سے یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ تورات کے حصّہ اوّل میں سرورِ انبیاء ﷺ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے، ”محمد رسول اللہ (ﷺ) میرے پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ نہ درشت کلام ہیں اور نہ ہی سنگدل، نہ بازاری لب و لہجہ اختیار کرنے والے نہ ہی بدی کی جزا بدی سے دینے والے بلکہ پیکرِ عفو و مغفرت ہیں۔ ان کا مقام ولادت مکہ مکرمہ اور محلِ ہجرت مدینہ طیبہ اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔“ اور حصّہ ثانی میں ہے، ”محمد (ﷺ) رسولِ خدا اور برحق نبی ہیں۔“^①

ابن ابی نملہ نے کہا کہ یہود و بنو قریظہ رسولِ اکرم ﷺ کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور اپنی اولاد کو آنحضور ﷺ کے اوصاف و کمالات اور اسماءِ جمال بتلاتے کہ اُن کا مقامِ ہجرت یہی ہمارا مسکن مدینہ طیبہ ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا ظہور ہوا تو حسد کی آگ میں جل گئے اور اعترافِ حق سے بغاوت و انکار کر دیا۔^②

ابوسعید خُدّری کہتے ہیں میرے والد مالک بن سنان نے یوشع یہودی کو یہ کہتے سنا کہ اُس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے جن کو احمد (ﷺ) پکارا جائے گا اور جن کا ظہور حرمِ مکہ سے ہوگا۔ خلیفہ بن ثعلبہ نے ازراہ مزاح و استہزاء اُس سے کہا کہ اُس نبی کی صفت و نشان کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ درمیانہ قد ہوں گے، نہ بہت طویل اور نہ ہی بالکل کوتاہ قامت۔ اُن کی آنکھوں میں باریک سُرخ دھاریاں ہوں گی۔ وہ چادر اوڑھیں گے اور یہ شہر مدینہ اُن کا مقامِ ہجرت ہوگا۔^③

① عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۵۵

② عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۵۹

③ عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۶۰

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا۔ وہاں کی عبات گاہوں کے اندر موجود تمام رومی اور قطبی علماء سے دریافت کیا کہ وہ محمد ﷺ کے کون سے اوصاف اپنی کتب اور صحیفوں میں پاتے ہیں؟ ایک قطبی عالم جو کہ ابویمنس والے معبد کا بڑا صدر الصدور اور اس العلماء تھا، اُس نے کہا وہ ایسے نبی ہیں کہ عیسیٰ روح اللہ نے ہمیں اُن کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی اُمّی عربی ہیں، نام نامی اُن کا احمد (ﷺ) ہے، نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ ہی بالکل کوتاہ قامت۔ اُن کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ رنگت بالکل سفید نہ خالص گندم گوں بلکہ یوں ہے جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا ہو۔ اپنے سر اور داڑھی مبارک کے بال بڑھائیں گے۔ موٹے کھر درے کپڑے استعمال کریں گے اور قلیل ترین خوراک پر کفایت و قناعت فرمائیں گے۔^①

تورات میں سرورِ عالم ﷺ کے دلائل نبوت میں سے ایک یہ ہے کہ باری تعالیٰ طورِ سینا سے تجلی فرماؤ اور کوہِ ساعیر سے اُس کے انوارِ ظہور پذیر ہوئے اور فاران کی چوٹیوں سے خود جلوہ نما ہوا۔^②

اللہ تعالیٰ کے کوہِ سینا سے تجلی فرما ہونے کا مطلب اہل کتاب اور ہمارے نزدیک بالاتفاق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وہاں تورات نازل فرمائی اور کوہِ ساعیر سے اس کے انوار کا ظہور بھی سب کے نزدیک بایں معنی یہی ہے کہ اُس نے عیسیٰ علیہ السلام کو اُس مقام پر اعلانِ نبوت کا حکم دیا اور کتاب انجیل مرحمت فرمائی۔ جب کہ کوہِ سینا اور ساعیر سے متجلی و ظہور پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے تو لامحالہ اللہ رب العزت کے جبلِ فاران سے خود ظہور فرما ہونے کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ اُس نے وہاں نبی الانبیاء علیہم السلام و الثناء کو سب کتب سماویہ اور صحفِ قدیمہ پر محیط و مشتمل اور اسرار و رموزِ خلق پر حاوی کتاب عطا فرمائی۔ کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام سبھی کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ فاران مکہ مکرمہ میں ہے۔^③

① عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۶۳

② شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۱ ص ۹۸

③ عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۸۱

زبور کے ایک باب میں رقم ہے، ”اللہ تعالیٰ نے اُن کو صفیون یعنی عرب سے ظاہر فرمایا جب کہ وہ قابلِ ستائش (محمود) اکلیل و تاج (حضور ﷺ) کی امامت و حکومت کی طرف اشارہ) ہیں۔“

ایک اور باب میں رقم ہے، ”آنے والے نبی سمندر اور دریاؤں سے منہائے ارض تک کو اپنے تصرف میں لے آئیں گے۔ اہل جزائر اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور اُن کے دشمن خاک بوسی کریں گے۔ بادشاہ نذرانے لے کر حاضر ہوں گے اور حق تعظیم و تکریم بجالائیں گے اور تمام اُمم و قبائل اُن کے سامنے اطاعت سے پیش آئیں گے کیونکہ وہ مجبور اور مفلوک الحال غرباء و ضعفاء کو زبردستوں اور ظالموں کے پنجے استبداد سے چھٹکارا دلائیں گے اور ضعیفوں، ناتوانوں پر رافت و رحمت فرمائیں گے۔ بلادِ سبا کے خزانے اُن کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اُن پر ہر وقت دُرود پڑھا جائے گا اور ہر دن برکت دی جائے گی اور اُن کا ذکر ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔“^(۱)

رسول اللہ ﷺ سے متعلق توریت سفرِ اوّل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ بشارتیں ہیں، سفر دوم میں پندرہ بشارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان کردہ ہیں، سفر سوم میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بشارتیں ہیں اور عیسیٰ، حزقیل، دانیال اور شعایا کی بھی بشارتیں ہیں۔ زبور میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے کہا، ”خداوند! زمانہ فترت کے بعد سنت کا ایک قائم کرنے والا بھیج۔ عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں کہا، ”فارقلیطا میرے بعد آنے والا ہے، وہ ہر شے کے کلمات کی تفسیر بیان کرے گا اور میری گواہی اس طرح دے گا جیسے میں اُس کی گواہی دے رہا ہوں۔ میں امثال کو لایا ہوں اور وہ تمہارے پاس تاویل کو لائے گا۔“^(۲)

کعب بن لوی بن غالب کے پاس ہر جمعہ کو لوگ جمع ہوتے تھے۔ اُس دن کا نام اُس زمانہ میں عروبہ تھا۔ کعب نے جمعہ نام رکھا۔ کعب اُس روز لوگوں کے سامنے خطبہ بیان کرتے تھے اور اُس

^(۱) عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۸۵

^(۲) کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۱

میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی خبر دیتے تھے۔ انہوں نے آخری خطبہ صحابہ فیل کے واقعہ سے ۵۲۰ پانچ سو بیس سال پہلے دیا تھا۔^①

ابن بابویہ نے کتاب النبوہ میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تبع نے قبیلہ اوس و خزرج سے کہا کہ تم یہاں رہو جب تک کہ نبی آخر الزمان (ﷺ) کا ظہور ہو۔ اگر میں نے اُن کو پالیا تو اُن کی خدمت کروں گا۔ اُس نے ایک تحریر حضرت ﷺ کے نام لکھی جس میں اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ خواہش کی کہ روز قیامت حضرت ﷺ اُس کی شفاعت کریں۔ اُس نے یہ تحریر ایک عالم کے سپرد کردی اور وہاں سے چلا گیا۔ وہ ہندوستان کے شہر خلسان میں جا کر فوت ہو گیا۔ اُس کی موت آنحضرت ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال پہلے ہوئی تھی۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور اکثر اہل مدینہ ایمان لے آئے تو وہ تحریر بنی سلیم کے ایک شخص ابولیلیٰ کے پاس تھی۔ جب وہ آنحضرت ﷺ سے ملنے آیا تو آپ ﷺ نے اُس سے وہ تحریر طلب فرمائی۔ ابولیلیٰ حیران رہ گیا کہ حضرت ﷺ کو اُس کا کیسے علم ہوا؟ غرض وہ تحریر اُس نے حضرت ﷺ کو دے دی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے پڑھوا کر سُنی اور فرمایا: ”مرحبا میرے برادرِ صالح کے لیے۔“^②

اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام سے عہد لینا

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی ہدایتِ خلق کے لیے مبعوث فرمایا، اُس سے حضور اکرم ﷺ سے متعلق عہد لیا کہ اگر وہ تمہاری دنیوی حیات کے اندر تشریف لائیں تو ضرور اُن پر ایمان لاؤ گے، اُن کی نصرت و امداد کرو گے اور اپنے اُمتیوں سے بھی اس کا عہد لو گے۔^③

① کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۱

② کتاب مستطاب مجمع الفضائل ترجمہ مناقب علامہ ابن شہر آشوب، مترجم مولانا سید ظفر حسن، ج ۱ ص ۲

③ عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سیرت سید الانبیاء ﷺ، ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص ۵۴

حضور ﷺ حاضر و ناظر

”حاضر“ موجود کو کہتے ہیں اور ”ناظر“ دیکھنے والے کو۔ نبی کریم ﷺ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی یعنی آپ ﷺ موجود بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام دُنیا میں تشریف لائے اور اپنے اپنے عہد میں اپنا اپنا فریضہ نبوت ادا کر کے دُنیا سے تشریف لے گئے لیکن خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ بظاہر دُنیا سے تشریف لے جانے کے باوجود موجود ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا عہد بھی ابھی تک موجود ہے۔ جس کی زندہ مثال پانچ وقت دی جانے والی اذان اور کلمہ شہادت کے الفاظ ہیں جن میں گواہی دی جاتی ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ”ہیں“، یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ کے رسول ”تھے“۔

مزید یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام جب تشریف لائے تو اپنی اپنی شریعت بھی لے کر آئے اور اُن کے جانے کے بعد اگلے آنے والے نبی اپنی شریعت لے کر آئے اور پچھلی شریعت منسوخ کر دی گئی لیکن نبی اعظم و آخر ﷺ کی شریعت آج تک باقی ہے اور تاقیامت رہے گی جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ موجود ہیں۔

تمام انبیاء کے معجزے اُن کے دُنیا سے جاتے ہی ختم ہو گئے، مثلاً عصائے عیسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کا قالین وغیرہ لیکن حضور ﷺ کا معجزہ ”قرآن“ آج بھی باقی ہے۔ اگر آپ ﷺ موجود نہ ہوتے تو آپ ﷺ کا یہ معجزہ کیسے موجود رہتا؟

آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ میں درود سنتا ہوں اور اُس کا جواب دیتا ہوں۔^①
پس جواب وہی دے سکتا ہے جو موجود یعنی حاضر ہوتا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ جو موجود ہو وہ دیکھتا بھی ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ جو دیکھتا ہے وہ موجود ہوتا ہے،
اور آپ ﷺ کے دیکھنے کا یعنی ناظر ہونے کا اور تخلیق کائنات سے بھی پہلے سے موجود ہونے
کا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔ متعدد قرآنی آیات میں خداوند تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مخاطب
کر کے فرمایا کہ اے حبیب (ﷺ)! کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا؟“

ان میں کثیر تعداد ایسی آیات مبارکہ کی ہے جن میں ماضی بعید کے حوالوں سے بات کی گئی ہے یعنی
ایسے ادوار کی جو بظاہر آپ ﷺ کی ولادت سے برس ہا برس پہلے کے تھے۔ اگر خداوند متعال
اپنے نبی ﷺ سے یہ فرما رہا ہے، ”اَلَمْ تَرَ“، یعنی کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا؟ تو لامحالہ
آپ ﷺ نے وہ سب دیکھا ہوگا، اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ ایک ایسی بات
فرمائے جو کبھی ہوئی ہی نہ ہو، تو ماننا پڑے گا کہ جہاں جہاں پروردگار نے فرمایا کہ کیا آپ
ﷺ نے نہیں دیکھا؟ وہ سب آپ ﷺ نے یقیناً دیکھا ہوگا، یعنی آپ ﷺ وہاں موجود بھی
تھے اور دیکھ بھی رہے تھے بالفاظ دیگر آپ ﷺ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی۔

ذیل میں قرآن پاک کی چند ایک ایسی آیات مبارکہ پیش کی جا رہی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے
”اَلَمْ تَرَ“ (اے حبیب ﷺ کیا آپ ﷺ نے نہیں دیکھا)، کے الفاظ سے آپ
ﷺ کو مخاطب فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ^②

① محمد بن عبد الرحمن سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) القول البدیع ص ۱۱۲۔ مفتی محمد امین، آب کوثر ص ۸۳، ۸۵، ۸۷

محمد عبدالحق مہاجر، دلائل الخیرات کانپوری ص ۱۸۔ آیت اللہ مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ ج ۱ ص ۱۲۳۔

② سورة الفجر، آیت ۶

(اے محبوب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا کہ آپ (ﷺ) کے رب نے (قوم) عاد کے ساتھ کیسا (سلوک) کیا؟

أَلَمْ تَرَ أَنَّى خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۝^①

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات (یا متعدد) آسمانی کڑے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق در طبق) پیدا فرمائے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝^②

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا کہ آپ (ﷺ) کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝^③

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت (ایمان) کو کفر سے بدل ڈالا اور انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ
الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ قَالَ أَنَا أَحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ
مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ۝^④

(اے محبوب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم (علیہ السلام)

① سورة نوح، آیت ۱۵

② سورة الفيل، آیت ۱

③ سورة ابراهيم، آیت ۲۸

④ سورة البقرة، آیت ۲۵۸

سے اُن کے پروردگار کے بارے میں صرف اس بنا پر بحث و تکرار کی تھی کہ خدا نے اُسے سلطنت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا تھا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو جلاتا بھی ہے اور مارتا بھی ہے۔ اُس (شخص) نے کہا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں (اس پر) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال۔ اس پر کافر مہبوت (ہکا بکا) ہو گیا۔ خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ ①

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق (پر مبنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفٌّ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ②

(اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اُسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ③

① سورة ابراهيم، آیت ۱۹

② سورة النور، آیت ۴۱

③ سورة البقرة، آیت ۲۴۳

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے حالانکہ وہ ہزاروں (کی تعداد میں) تھے، تو اللہ نے اُنہیں حکم دیا کہ مرجاؤ (سو وہ مر گئے)، پھر اُنہیں زندہ فرما دیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ
الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝١٨

(توحب فرمائیں: یہ آیت سجدہ ہے، اس کو پڑھنے کے بعد سجدہ واجب ہے)

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کے لئے (وہ ساری مخلوق) سجدہ ریز ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج (بھی) اور چاند (بھی) اور ستارے (بھی) اور پہاڑ (بھی) اور درخت (بھی) اور جانور (بھی) اور بہت سے انسان (بھی)، اور بہت سے (انسان) ایسے بھی ہیں جن پر (اُن کے کفر و شرک کے باعث) عذاب ثابت ہو چکا ہے، اور اللہ جسے ذلیل کر دے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَكِ مَنِّي ابْنِ إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالَ لِلنَّبِيِّ لَّهُمْ اْبْعَثْ
لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا
تُقَاتِلُوْا ۖ قَالُوْا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا
وَاَبْنَاءِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ
بِالظَّالِمِيْنَ ۝٢٣

① سورة الحج، آیت ۱۸

② سورة البقرة، آیت ۲۴۶

(اے حبیب ﷺ!) کیا آپ (ﷺ) نے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا کہ جب انہوں نے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم (اُس کی زیر قیادت) راہِ خدا میں جنگ کریں۔ اُس نبی نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ جب جنگ تم پر واجب ہو جائے۔ تو پھر تم جنگ نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم کیونکر جنگ نہیں کریں گے؟ جبکہ ہمیں اپنے گھروں اور بال بچوں سے باہر نکال دیا گیا ہے۔ مگر جب جنگ اُن پر واجب قرار دی گئی تو اُن کے تھوڑے سے آدمیوں کے سوا باقی سب کے سب منحرف ہو گئے (پٹھ پھیر گئے) اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے)

مِلَّتِ

دُعَا

یارِ ب ذوالجلال والا کرام! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور تیرا شکر ہے کہ تُو نے مجھے اپنے محبوب ﷺ کی محبت و عقیدت میں یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الہی میری اس کاوش کو اپنی بارگاہِ جلیلہ میں قبول فرما اور اس میں جو غلطی اور کوتاہی ہوئی ہے اُسے معاف فرما کہ بے شک تُو معاف کرنے والا اور بہت مہربان ہے اور اس کوشش کو میرے لئے اور میرے والدین کے لئے اور میرے اہل و عیال کے لئے اور میری اولاد کے لئے اور میرے احباب و اقرباء کے لئے اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کے لئے ذریعہ نجات اور توشیحِ آخرت بنا۔ (آمین یارب العالمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۝



مآخذ

(اس کتاب کی تالیف کے دوران مندرجہ ذیل کتب سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا گیا)

القرآن حکیم

آب کوثر از مفتی محمد امین

آسان مسائل از آیت اللہ سید علی سیستانی

اُم المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام از علامہ محمد محمدی اشتہار دی، مترجم سید علی شیر نقوی

اُمہات المؤمنینؓ از گل احمد عطاری

ابواب المقدمات، از دواج در اسلام از آیت اللہ مشکینی

ارشاد از شیخ مفید علیہ رحمۃ (متوفی ۱۰۲۲ء)

از دواج اور اخلاقیات در اسلام از سید محمد رضوی

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ از علی بن محمد ابن اثیر الجزری (متوفی ۸۳۸ھجری)

اسعاف الراغبین بر حاشیئۃ نو البصار شبلنجی (طبع مصر)

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ از خواجہ محمد لطیف

اسلامی از دواج، جوان کے لیے تحفہ از شہب رضوی، طبع ورڈ اسلامک نیٹ ورک

اصح السیر از ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری

اعلام الوری از علامہ طبرسی (متوفی ۵۳۲ء)

اعیان الشیعۃ از سید محسن امین عاملی (متوفی ۱۹۵۳ء)

الاحتجاج از الشیخ الطبرسی

الاستیعاب از حافظ ابن عبدالبر قرطبی (متوفی ۳۶۳ھجری)، طبع حیدر آباد دکن

الامام علی علیہ السلام از الشیخ جواد مفتی

الانتصار از شریف مرتضیٰ

البيان والتعريف از حسینی

التنبية والاشراف از ابوالحسن المسعودی (متوفی ۳۲۶ هجری)

الثاقب فی المناقب، مناقب اهل بیت، ترجمه: القطرۃ من بحار مناقب النبی

والعترة از آیت الله سیّد احمد مستنبط

الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور از جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ هجری)

الدر فی اختصار المغازی والسیر از الحافظ یوسف بن البر (متوفی ۲۶۳ هجری)

الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، (طبع المکتبة السلفية، لاهور)

الریاض النضرة فی مناقب العشرة از محب طبری

الزرقانی علی المواهب از علامه زرقانی (متوفی ۱۲۲ هجری)

السيرة النبوية، لابن هشام القسم الثانی، لاجز الثالث والرابع

السيف الجلی علی منکر ولایة علی علیه السلام از ڈاکٹر محمد طاهر القادری

الشریف المرتضیٰ از الفصول المختارة

الشفاء از قاضی عیاض

الصارم المسلول علی شاتم الرسول از تقی الدین ابن تیمیہ، متوفی (۷۲۸ هجری)

الصحيح از ابن حبان

العبر فی خیر من غیر از حافظ ذهبی، مطبع کویت

الفاروق از مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء)، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی طبع اول ۱۹۹۱ء

الفردوس از دیلمی

القول البديع از محمد بن عبد الرحمن سخاوی (متوفی ۹۰۲ هجری)

الکامل از ابن الاثیر

المسائل العکبرية از الشيخ المفيد

المستدرک علی الصحیحین از ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم

المسند ابو یعلیٰ از ابو یعلیٰ (متوفی ۹۱۹ هجری)

المصنف از ابن ابی شیبہ

المعجم الاوسط از حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ هجری)

المعجم الکبیر از حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ هجری)

المغازی للواقدي از ابو عبدالله محمد بن عمر واقدي (متوفی ۸۲۲ء)

المواهب اللدنیة از احمد بن محمد قسطلانی (متوفی ۹۲۳ هجری)

النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین از علامہ جزائری، (طبع نجف اشرف ۱۳۸۰ھ)

الوثائق السياسية، طبع مصر

امالی از شیخ ابی جعفر الصدوق علیہ رحمۃ (متوفی ۳۸۱ هجری)

بحار الانوار از علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۲۹۸ء)

پیغمبر اعظم وآخراً من النبیین از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، مطبوعہ فیروز سنز، پاکستان

تاریخ الاسلام السياسي از حسن ابراهيم حسن (متوفی ۱۳۳۴ء)

تاریخ ابن الوردي از ابن الوردي (متوفی ۱۳۳۹ء)، طبع مصر

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون (متوفی ۱۴۰۶ء)

تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) از ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۱۳۳۱ء)

تاریخ ابو الفداء از ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر (متوفی ۱۳۳۱ء)

تاریخ از امیر حیدر احمد شہابی، طبع مصر

تاریخ از کاسن ڈی پرسون

تاریخ ازبکستان از سید کمال الدین احمد، طبع ویب سائٹ، دین اسلام

تاریخ اسلام از ذاکر حسین

تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی

تاریخ اسلام از علامہ علی نقوی

تاریخ اسلام از علامہ نجم الحسن کراروی (متوفی ۱۹۸۲ء)

تاریخ بغداد از حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)

تاریخ نمیس از حسین بن محمد یار بکری (متوفی ۸۹۲ ہجری ۱۵۷۴ء)

تاریخ خواص عامہ از ابن جوزی

تاریخ دمشق (عساکر) از علی ابن حسین ابن عبداللہ ابن عساکر

دمشقی (متوفی ۵۴۱ھجری)

تاریخ دمشق الکبیر از ابن عساکر (متوفی ۱۱۴۵ء)

تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھجری) عربی، طبع مصر

تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھجری) اردو، نفیس اکیڈمی، کراچی پاکستان

تاریخ کامل از علامہ ابن کثیر

تاریخ کبیر از علامہ ابن جریر طبری، طبع مصر

تاریخ واقدی از ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۸۲۲ء)

تاریخ یعقوبی از ابن واضح الیعقوبی (متوفی ۲۹۲ء)، طبع نفیس اکیڈمی کراچی پاکستان

تذکرۃ الخواص از سبط ابن جوزی

ترجمان القرآن از ابوالکلام احمد

ترجمہ تاریخ ابوالفداء از مولانا کریم الدین خفی، طبع لاہور

تفسیر القرآن از مولانا سید ظفر حسن

تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف از علامہ حسین بخش جاڑا

تفسیر توریت از پی شلومر اسحاق (مفسر توریت)

تفسیر فرات کوفی از ابوسعید

تفسیر معروف از فخر الدین الرازی (متوفی ۱۲۰۹ء)

تفسیر نمونہ از آیت اللہ مکارم شیرازی

تلخیص المستدرک از شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (متوفی ۷۴۸ھجری)

تلفیح الفہوم از ابن ہشام (متوفی ۸۳۳ء)

توضیح المسائل از آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی

تہذیب الاحکام از محمد بن حسن طوسی

تہذیب الاسماء از انوی

جامع المدارك از سید خوانساری

جواهر الكلام از شیخ جواہری

جامع ترمذی

جذبُ القلوب از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)

چودہ ستارے از علامہ نجم الحسن کراروی (متوفی ۱۹۸۲ء)

حصین حصین از محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی ۱۴۲۹ء)

حکایات القرآن از سید محمد صفی، طبع جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان

حیات القلوب از علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۶۹۸ء)، ناشران امامیہ کتب خانہ، لاہور

حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل

خصائص نسائی از حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھجری)

خطباتِ نبوی ﷺ از مولوی محمد عبداللہ، طبع دائرۃ المعارف، لاہور

در السحابہ از شوکانی

در منشور از ابن مدویۃ

دعوتِ دہلی سیرۃ طیبہ نمبر ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء از مولوی عبدالباری ایم اے

دلائل الخیرات کانپوری از محمد عبدالحق مہاجر

دی پرافٹ اینڈ دی اتج آف کیلی فیس از ہیواین کینیڈی، طبع لندن

The Prophet and the Age of Caliphates

دی پرچنگ آف اسلام از سر تھامس واکر آرئلڈ (متوفی ۱۹۳۰ء)

The Preaching of Islam

دی سوشل سٹرکچر آف اسلام از روبن لیوی (متوفی ۱۹۶۶ء)، طبع کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۹ء

The Social Structure of Islam

دی عرب سولائزیشن از جوزف ہیل، طبع ڈبلیو ہیفرا اینڈ سنز، کیمبرج ۱۹۲۶ء

The Arab Civilization

دی عرب کنڈم اینڈ اٹس فال از جولیسی ویل ہاسن (متوفی ۱۹۱۸ء)، طبع یونیورسٹی آف کلکتہ، ۱۹۲۷ء

The Arab Kingdom and Its Fall

دی لائف اینڈ ٹائمز آف محمد (ﷺ) از جان بیگٹ گلب پاشا (متوفی ۱۹۸۶ء)، طبع نیویارک

The Life and Times of Mohammad (p.b.u.h)

دی میسج از آیت اللہ جعفر سبحانی

(The Message)

دی ہسٹری آف دی ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر از ایڈورڈ گبین (متوفی ۱۷۹۳ء)

The History Of The Decline And Falls Of Roman Empire

ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی از محب طبری

رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از محمد حمید اللہ

روضة الاحباب از جمال الدین محدث

روضة الصفا: محمد بن خاؤن شاکہ غیاث الدین خواند

رحمة للعالمین ﷺ از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مطبوعہ مرکز الحرمین الاسلامی

روح المبعانی از شہاب الدین محمود آلوسی (متوفی ۱۲۴۰ھجری)

روضة الواعظین از قتال نیشاپوری

زاد البعاد از ابن القیم (متوفی ۵۵۱ھجری)

سبل السلام از صنعانی

سفينة البحار از محدث شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھجری)

سلمان محمدی از مولانا مقبول احمد

سنن ابی دائود از حافظ ابی دائود سلیمان (متوفی ۴۸۵ھجری)

سنن الترمذی از محمد ترمذی (متوفی ۲۴۹ھجری)

سنن الکبریٰ از ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھجری)

سیاسی وثیقہ جات (اردو ترجمہ) از ڈاکٹر محمد حمید اللہ

سیر اعلام النبلاء از ذہبی

سیرت النبی ﷺ (اردو) از ابن ہشام (متوفی ۸۳۳ء)

سیرت سید الانبیاء ﷺ (ترجمہ الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ) از عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

سیرت ابن ہشام از ابن ہشام (متوفی ۸۳۳ء)

سیرت فاطمة الزہراء علیہا السلام از سلطان مرزا دہلوی

سیرت نبوی ﷺ اور مستشرقین از ڈاکٹر عبدالعلیم
 سیرۃ النبی ﷺ از مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۳ء)، طبع چہارم مطبع معارف اعظم گڑھ
 شذرات الذهب فی اخبار من ذهب لابن العماد الحنبلی از ابن العماد الحنبلی
 شرح ابن ابی الحدید

شرح المواہب اللدنیۃ از محمد الزرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھجری)
 شواہد النبوت از مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی (متوفی ۱۴۹۲ء)
 صحیح بخاری از محمد بن اسماعیل بخاری
 صحیح مسلم از ابو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن در دین
 صفوۃ الصفوۃ از ابن جوزی
 الصواعق المحرقة از الشیخ احمد ابن حجر المکی (متوفی ۹۷۴ھجری)
 طبقات ابن سعد از محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھجری)
 عرائس المجالس از ابو اسحاق احمد ثعلبی (متوفی ۲۲۴ھجری)
 علل الشرائع از الشیخ الصدوق بن بابویۃ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین (متوفی ۳۸۱ھجری)
 عیون اخبار الرضا از شیخ ابی جعفر الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویۃ (متوفی ۳۸۱ھجری)
 عہد نبوی کا نظام حکمرانی از محمد حمید اللہ
 فتح البیان فی مقاصد القرآن از نواب صدیق حسن خان قنوجی
 فتح القدیر از محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھجری)
 فروع کافی از محمد بن یعقوب کلینی، مطبوعہ ایران ۱۳۱۵ھجری
 کتاب مستطاب الشافی از مولانا سید ظفر حسن،

(ترجمہ اصول کافی، شیخ محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ)

کتاب مستطاب مجمع الفضائل (ترجمہ: مناقب علامہ ابن شہر آشوب)، از مولانا سید ظفر حسن
کذا فی الشفا از قاضی عیاض

کشف (زمخشری) از محمود ابن عمر الزمخشری (متوفی ۵۳۸ھجری)

کشف الانوار ترجمہ فارسی بحار (طبع ایران)

کفایۃ الأثر فی النص علی الأئمة الإثنی عشر

کمال الدین از الشیخ الصدوق بن بابویه ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین (متوفی ۳۸۱ھجری)

کنز العمال از علامہ علا الدین علی متقی بن حسام الدین

کتاب السنن از سعید بن منصور (متوفی ۲۲۴ھجری)

کتاب الفردوس از حافظ دیلمی (متوفی ۵۵۸ھجری)

کشف الحفا از عجلونی (متوفی ۱۶۲ھجری)

کشف الغمہ از علی بن عیسیٰ اربیلی (متوفی ۶۹۳ھجری)

کیرالمیگزین ۱۹۳۸

لٹریری ہسٹری آف دی عربز از رینالڈ ایملین نکولسن (متوفی ۱۹۳۵ء) طبع کیمبرج یونیورسٹی ۱۹۵۳ء

Literary History of the Arabs

لوامع التنزیل از علامہ جلال الدین

مائیکروسافٹ انکارٹا انسائیکلو پیڈیا

مبانی تکلمۃ المنہاج از آغا خوئی

مجالس صدوق (ترجمہ مالی الشیخ الصدوق) از شیخ صدوق بن بابویه (متوفی ۳۸۱ھ)، ناشر ادارہ تعلیم و تربیت لاہور

مجمع الزوائد و منبع الفوائد از ابوالحسن نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی شافعی (متوفی ۱۰۰۰ھجری)

مجمع النورین از شیخ ابو الحسن نجفی

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ از محمد الخضری (متوفی ۱۳۷۶ء)

محاضرة الابرار از علامہ ابن عربی (متوفی ۱۲۳۰ء)، مطبوعہ مصر

محمد (ﷺ) اینڈ داکٹوئٹس آف اسلام از فرانسکو جبریلی (متوفی ۱۹۹۶ء)، طبع لندن ۱۹۶۸ء

Mohammad (p.b.u.h) and the Conquest of Islam

محمد (ﷺ) ایٹ مدینہ (محمد (ﷺ) مدینہ میں) از ولیم ٹگمری واٹ (متوفی ۲۰۰۶ء)، طبع کراچی ۱۹۹۳ء

Mohammad (p.b.u.h) At Madina

مختصر سیرۃ الرسول (ﷺ) از محمد بن عبد الوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھجری)

مدارج النبوت (اردو) از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۶۳۲ء)، ناشر شبیر برادرز، لاہور

مرآة الجنان للیافی، مطبوعہ حیدرآباد دکن

مروج الذهب ومعادن الجواهر (تاریخ مسعودی)

از ابو الحسن بن حسین بن مسعودی (متوفی ۳۳۶ھجری)

مستدرک الوسائل از میرزا حسین نوری

مستدرک حاکم از الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھجری)

مستدرک علی الصحیحین از الحاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھجری)

مسلم انسٹی ٹیوٹنز ماؤرس گاڈ فرائے ڈی مامبائنز (متوفی ۱۹۵۷ء)، طبع لندن ۱۹۵۴ء

Muslim Institutions

مسلمانانای عالم از مسٹر کے اے حمید

مسند احمد بن حنبل

از ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھجری)

مسند از اسحاق بن راهویه

مسند امام رضا علیه السلام

مشکوٰۃ المصابیح (مشکوٰۃ شریف)،

از امام ولی الدین محمد ابن عبد الله الخطیب (متوفی ۴۳۳ هجری)

معجم البلدان، از شهاب الدین ابو عبد الله یاقوت بن عبد الله رومی (متوفی ۶۲۶ هجری)

مقاتل الطالبین،

از علی بن حسین بن محمد بن احمد بن هیثم، معروف به ابو الفرج اصفهانی

مناقب ابن شهر آشوب از علامه شهر آشوب

مناقب فاطمة الزهراء (علیها السلام) از ذاکر طاهر القادری

منهاج الصالحین از الشیخ وحید الخراسانی

موارد الظمان از هیشمی

میشاق مدینه از ذاکر محمد طاهر القادری

نور الابصار از الشیخ بن حسن مؤمن الشبلنجی

نقوش عصمت از علامه سید ذیشان حیدر جوادی (متوفی ۲۰۰۰ء)

نواذر المعجزات از ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ هجری)

نور الابصار فی مناقب اهل بیت النبی المختار (علیهم السلام)

از الشیخ مومن بر حسن مؤمن الشبلنجی (متوفی ۱۲۹۸ء)

نیل الاوطار از شوکانی

وسائل الشیعه از محمد بن حسن بن علی بن محمد بن حسین

الالبعروف به شیخ حر عاملی (متوفی ۱۱۰۴ هجری)

وکی پیڈیا اردو